جلد اول
پٹیالہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

جلد اول

سیرت النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

از

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری

ریاست پٹیالہ

جسکو خلیفہ شیخ ہدایت اللہ صاحب

پٹیالہ

رحمۃ للعالمین
حصہ اول
از
قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری

ضروری گذارش

تاریخ ۲۹۔ جون سنہ ۱۹۲۶ء کو جناب علامہ حاجی قاضی محمد سلیمان
ب سلمان منصورپوری نے رحمۃً للعلمین حصہ اول
دہ ترمیم و تنسیخ کرکے مجھ کو دیا۔ کہ جب چوتھا ایڈیشن خلیفہ
تب چھپوائیں تو یہ ترمیم و تنسیخ کردی جاوے۔ چنانچہ
ا حکم جناب قاضی صاحب رحمۃً للعلمین حصہ اول
تنسیخ کرکے چوتھا ایڈیشن چھپوایا گیا ہے۔ امید ہے شائقین
میری حوصلہ افزائی کریں گے۔

خلیفہ شیخ ہدایت اللہ
مینجر دفتر رحمۃ للعلمین ریاست پٹیالہ
(پنجاب)

ضروری گذارش

بتاریخ ۲۹ - جون ۱۹۲۶ء کو جناب علامہ حاجی قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری نے رحمۃ للعالمین حصہ اول کا مسودہ ترمیم و تنسیخ کر کے مجھ کو دیا۔ کہ جب چوتھا ایڈیشن خلیفہ صاحب چھپوائیں تو یہ ترمیم و تنسیخ کردی جاوے۔ چنانچہ حسب الحکم جناب قاضی صاحب رحمۃ للعالمین حصہ اول ترمیم و تنسیخ کر کے چوتھا ایڈیشن چھپوایا گیا ہے۔ امید ہے شائقین بعد ملاحظہ میری حوصلہ افزائی کریں گے ۔

خلیفہ شیخ ہدایت اللہ

مینجر دفتر رحمۃ للعلمین ریاست پٹیالہ

(پنجاب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للّٰہ ربّ العلمین، وسلام علی المرسلین، والصلوٰۃ والسلام
علی عبدہ ورسولہ محمّد المصطفیٰ امام الانبیاء وخاتم النبیّین و
علیٰ اٰلہٖ واصحٰبہ الطیّبین
الطّاھرین رضوان اللّٰہ
علیھم اجمعین ؕ

اَمَّا بَعۡدُ۔ سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سیّد وُلد آدم محمّد النبی الاُمّی صلّے اللّٰہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر تین کتابیں لکھ سکوں،
مختصر،
متوسط،
مطوّل،
سنہ ۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھکر شائع کرچکا ہوں، اُس کا نام مُہرِ نبوۃ[۱] ہے،
متوسط کتاب کا نام رحمۃٌ للعٰلمین تجویز کیا گیا ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوگی، یہ پہلی جلد ہے۔ جسے ناظرین مطالعہ فرمارہے ہیں۔ دوسری جلد سنہ ۱۹۲۱ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی انشاء اللّٰہ جلد شائع ہوگی۔ اُنکے بعد پھر سیرتِ نبوی پر ایک کتاب پورے شرح وبسط سے لکھی جائیگی، (انشاء اللّٰہ تعالیٰ)

[۱] قیمت ۴ر

مَیں جانتا ہُوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا اظہار اُسی قدر کرسکتی ہے؛ جس قدر کہ ذرّۂ بے مقدار آفتاب عالمتاب کے انوار کو آشکارا کرسکتا ہے؛ تاہم مَیں اِس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اسلئے کرتا ہُوں کہ شائد کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پُہنچ سکے۔ مضامین کتاب کی نسبت اِس قدر عرض کردینا ضروری ہے؛ کہ مَیں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش وسعی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بتضرّع والتجا یہ دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت وعمل کو قبول فرماکر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی ۲۸ محرّم سنہ ۱۳۲۸ ہجری) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے؛

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

المذنب

راجئ شفاعت وغفران

قاضی محمّد سلیمان عفی اللہ عنہ

سپیشل مجسٹریٹ درجہ اوّل۔ متوطن منصور پور۔

علاقہ ریاست پٹیالہ

(جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۰ھ)

(طبع رابع) رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم
یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ فللہ الحمد رب السمٰوات و
رب الارض رب العلمین۔ ولہ الکبریاء فی السمٰوات والارض و
ھو العزیز الحکیم۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
کلمۃً قامت بھا الارض والسمٰوات وخلقت لاجلھا جمیع الموجودات
وبھا ارسل اللہ رسلہ وانزل کتبہ وشرع شرائعہ ولاجلھا نصبت
الموازین ووضعت الدواوین واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ
الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف
وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع
عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم ارسلہ اللہ بالھدٰی ودین
الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ شاھداً علی الخلائق اجمعین ونذیراً مبیناً
ورحمۃ للعٰلمین۔ ومبشراً للمومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً۔
فصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہٖ امینہ علیٰ وحیہ وخیرہ من خلقہ۔ سید
المرسلین وخاتم النبیین امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ۔ المبعوث بالدین

القویم والمنہج المستقیم و علی السابقین الاوّلین من المہاجرین و الانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ؛

اھدی الیہ الھنا متواترًا دار الصلوٰۃ الزھرا الغراء
والی معاشر صحبہ العالین والآل الکرام السادۃ الکبرا
ماھتزت الارواح من نفس الصبا وتنفس الارواح بالاضواء

امّا بعد۔ کتاب رحمۃ للعٰلمین کی یہ جلد اوّل ہے۔ جو ۱۹۱۲/۱۹۱۶ء کے بعد اب سہ بارہ بعد صحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدثین و مورخین ادباء و فضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا۔ اور جس کثرت سے اسکے مضامین کو کتابوں، رسالوں اور مضامین میں نقل کیا گیا۔ اور جس شغف سے طالبعلموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی۔ اور اقصائے ملک تک جس طرح اسکی اشاعت ہوئی، صلحاء اُمت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ مَیں اس کے لئے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ ونعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکرگذار ہوں۔ جامع اوراق کو اِس امر کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبول کی جاویگی؛ وربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون؛ وربک یعلم ماتکن صدورھم وما یعلنون۔ وھو اللہ لاالٰہ الّا ھو؛ لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون؛

طبع سوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ ربّ العٰلمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونیکی توفیق رفیق فرمائے وماذٰلک علی اللہ بعزیز؛

محمدؐ سلیمان کان اللہ لہٗ

ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمہ

حضرت مسیحؑ سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنتِ بابل نہایت عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر، امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت و غرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے معبدِ اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اُسی کو سجدہ کرے؛ اور اُسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے؛

رب العٰلمین نے اُنکی ہدایت کیلئے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضور کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی۔ کیونکہ اسکے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اسلئے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو پادشاہ رس تھا، اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہوگیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھکر انہوں نے وطن چھوڑ دیا؛ سرہؓ جو بیوی تھی اور لوط بن فاران جو انکا برادر زادہ تھا، دونوں نے مہاجرت میں اُنکا ساتھ دیا؛

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گزران کیلئے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے اُن میں برکت دی اور وہ بڑھ کے بہت سے گلّے بن گئے؛

امساکِ بارش سے وہ سرسبز میدان، جہاں اُنکے گلّے رہتے اور پلتے تھے جب

کہ دست بیابان بن گیا تو حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے؛ مصر پر اس وقت جو بادشاہ تھا اسکا نام رقیونؑ[1] تھا۔ اور وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا؛ (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہموطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو)؛

بادشاہِ مصر نے بی بی سارہؓ کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لئے پسند کیا لیکن اُسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس نے نہایت قدر و منزلت کی، اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہؓ[2] بھی ساتھ کر دی تاکہ آپ کی نیک خاندان میں اسکی تربیت ہو، اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئند آرزو کے پورا کرنیکی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؓ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا۔ اُسکا نام اسمٰعیل علیہ السّلام رکھا گیا؛

بی بی سارہؓ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اُسکا نام اسحاق (علیہ السّلام) رکھا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیمؑ کو بتلا دیا تھا۔ کہ یہ دونوں[3] بیٹے بڑے بابرکت ہونگے اور بڑی بڑی قوموں کے جدّ اعلیٰ ہونگے اور انکی اولاد کثرت سے گنی

ف[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹۔ دکتور فی الآداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ عمرو بن العاص مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۲۔ میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا۔ اور اسکے دارالخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ صفحہ ۱۸۳ پر طوطس کو سلاطس لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اسکا اصلی نام اور طوطیس اسکا شاہی نام تھا۔ اس مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ تک مصر کا غلہ پہونچانے کیلئے دریائے نیل سے بحر احمر تک نہر نکالی تھی۔ جسکی بعد میں اوربان قیصر نیخوس۔ دارا نے بھی تجدید کرائی اور بالآخر عمر فاروقؓ نے اسے از سر نو نکلوایا تھا؛

ف[2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی انکا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۷/۱۶ تا ۱۱ و ۱۷/۲۱ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اُسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱ سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیمؑ کی معرفت دی تھی۔ ف[3] حضرت اسمٰعیل اور حضرت

نہ جائیگی۔ اسلئے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر انکے لئے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیئے تھے۔

شام کا ملک اسحٰق کو دیا۔ کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا۔ اور اسحاق کو اپنے ننھیال سے قرب کا موقعہ ملا۔

عرب کا ملک اسمٰعیل کو دیا۔ کیونکہ مصر اسکے مغرب میں تھا۔ اور اسمٰعیل کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقعہ ملگیا اور بایںہمہ دونوں بھائی اسطرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کر سکے[1]

اسمٰعیل کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا۔ اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرمانروا تھا[2]۔ اور اسحٰق کی شادی اپنے ننھیال میں ہوئی تھی۔ اسطرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا۔ لیکن رب العلمین وقتاً فوقتاً اِس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دُور فرماتا رہا۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ اور پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسحٰق کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ثابت ہے:

		باب	آیت	
(الف) خدا نے درد و غم کو سُنا۔	ہاجرہ کے - - -	۱۶	۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ کے - - -	۱۸	۱۴	"
(ب) خدا نے نام رکھا۔	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا۔	۱۶	۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کا۔	۱۷	۱۹	"
(ج) خدا نے برکت دی۔ -	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو	۱۷	۲۰	کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کو۔	۱۷	۱۹	"
(د) خدا ساتھ تھا۔ - -	اسمٰعیل کے - - -	۲۱	۲۰	کتاب پیدائش
	اسحٰق کے - - -	۲۶	۲۴	"
(ھ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا	اسمٰعیل - - -	۲۵	۱۶	کتاب پیدائش
	اسحٰق - - -	۱۷	۶	"

[1] پیدائش باب ۲۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو اُس کے بیٹے اسحٰق اور اسمٰعیل نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دُکھ سُکھ میں شریک رہتے تھے۔

[2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۲۳۔

جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دیکر لائے۔ تب بیابانِ عرب ہی میں انہوں نے چالیس[۴] سال پورے کئے تھے؛

حضرت داؤد بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے؛ تو عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے؛

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا؛

حضرت اسحٰق ؑ کی اولاد میں پیدا ہونیوالے انبیاء نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیل کی بابت بہت کچھ اشارے کئے ہیں؛

اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے؛

حضرت ابراہیم ؑ نے انکو اور انکی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انہیں کھانے کیلئے عمدہ عمدہ میوے ترکاریاں ملتی رہیں[۱]۔ اور انکی ہدایت اور رہنمائی کیلئے ایک عظیم الشان رسول بھی اسی مقام پر پیدا ہو؛ اسمٰعیل ؑ کی اولاد میں بارہ[۱۲] بیٹے ہوئے[۲]۔ انہوں نے عرب کو آپسمیں تقسیم کرلیا۔ اور وہ

---

[۱] جو لوگ مکہ جاتے ہیں انکو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں؛ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی؛ (۲) مکہ کے بازاروں میں سبز و تر میوے ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم ؑ کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسمٰعیل ؑ کی نسل سے پیدا ہونا توراۃ کی کتاب استثناء $\frac{۱۷-۱۸-۱۹}{۱۸ باب}$ سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثناء $\frac{۲}{۳۳}$ سے ثابت ہے۔

[۲] حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے بھی بارہ بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ[۶]۔ روبن۔ شمعون۔ لاوی۔ یہودہ۔ اشکار۔ زبلون؛ بی بی راحل کے بطن سے دو[۲] (یوسف۔ بن یامین) زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی، دو[۲] (جد۔ آشر) بلہہ کے بطن سے جو بی بی راحل کی لونڈی تھی، دو[۲] (دان نفتالی) پیدائش $\frac{۲۹ ب}{۳}$؛ یہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں۔ جنہیں حضرت یعقوب ؑ۔ موسیٰ ؑ۔ داؤد ؑ۔ مسیح ؑ۔ یوحنا ؑ نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ

بہت جلد اسقدر پھیل گئے۔ کہ مغرب کیطرف مصر سے جو اُنکا ننھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف اُنکے خیمے یمن تک پہنچگئے۔ جہاں باپنے اُنکے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا اور شمال کیطرف انکی بستیاں شام سے جا ملیں۔ جہاں اُنکے بھائی بنو اسحٰق آباد تھے؛

اسطرح پر ایک ہی باپکے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہوگئے اور بحر ہند و بحیرۂ احمر کے ایسے بندرگاہوں پر انکا قبضہ ہوگیا۔ جہاں سے اُسوقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصہ بھی انکے پاس آگیا۔ جو غیر اقوام سے بچاؤ کیلئے ہمیشہ ناقابلِ تسخیر حصار ثابت ہوا ہے؛

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں اُنکا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کیطرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درسگاہ تھی؛

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کرلی تھی؛

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا۔ اگرچہ وہ انکے ماموں ہی تھے۔ تاہم بنو جرھم نے انکو ۲۰۷ء میں مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسمٰعیلؑ نے ابتک بنو جرہم کا بُت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا؛

لیکن قصیٰ نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے۔ پھر مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھکر مندرجہ ذیل عہدے قائم کئے:۔

(۱) رفادہ؛ (۲) سقایہ؛ (۳) حجابۃ (۴) قیادہ؛

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی لونڈی تھیں جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا۔ تب بھی بنی اسمٰعیل پر وہ کوئی اعتراض نہ کر سکتے۔ جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی یادرانکی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں؛

(۵) نیز قومی نشان بنایا جسے لواء کہتے تھے؛

(۶) نیز قومی مجلس قائم کی جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے؛

قُصَیّ کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[1]۔ پھر اسکا فرزند ہاشم[2]۔ اسکا فرزند عبد المطلب[3] (المولود ۴۹۷ء) اسکا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنکی سیرۃ پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے۔ عبد المطلب کے پوتے تھے؛

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور انکا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جسکے مغرب میں بحیرہ احمر اور جنوب میں بحر ہند۔ مشرق میں خلیج فارس۔ اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلۂ کوہ جدا کرتا ہے جو اُس کے شمال میں چلا گیا ہے اور مصر سے آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی، الگ کرتی ہے؛ ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرہ عرب ہے۔

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی

---

[1] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدائش کے بعد اکو مناف بت کے مندر میں لیگئے تھے۔ اس لئے عبد مناف مشہور ہو گئے تھے؛

[2] ہاشم کا نام عمر تھا۔ یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اسلئے ہاشم نام پڑ گیا

[3] انکا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو سر کے چند بال سفید تھے اسلئے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا۔ مطلب اسکا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس تشکر گذاری میں تمام عمر عبد المطلب

زمین اور وسطِ عرب کا وسیع ریگستان اسقدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کھاتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنیوالے ہیں۔ انکی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا؛

عرب کی سیاسی حالت

کہ اسکے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا[۵]۔ اندرونی ملک بزعمِ خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی؛

عرب کی اخلاقی حالت

اندرونی ملک کے باشندوں پر خودمختاری نے بہت بُرا اثر ڈالا تھا۔ انہیں خودمختاری سے خودسری پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت و جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جُوا اور شراب کی عادت پیدا کردی اور طبیعتِ ثانی بنادی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے انکی زبان اور نسل بیشک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کیلئے زبان کی ساری طاقت خرچ کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مُصاہرت کی بُرائی اُن کے ذہن میں قائم کردی تھی۔ اور مدعیانِ شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے؛

جہالت نے اُن میں بُت پرستی رائج کردی تھی۔ اور بُت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہوکر انکو تو[illegible] بنادیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز پتھر۔ درخت۔ چاند۔ سور[illegible]یرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور اسطرح پر وہ خدا کی عظ[illegible]ائے فراموش کردینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے [illegible]ی حقوق کیلئے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کیلئے

(۵) تاریخ العرب پروفیسر سیدیو صفحہ ۴۰

کوئی قانون تھا۔ قتل انسان، رہزنی، حبس بیجا، تصرف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لیجانا۔ بیٹیوں کو زندہ پیوندِ خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے انکی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔

برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے انکے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ اُنکی حالت سے بہتر کوئی حالت اور اُن کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور انکی تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی[۱]۔ عیسائی[۲]۔ صابی ایسے مذاہب ہیں جنکے نام سنکر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہونگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپکو مذہب سے درست کرنیکی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو انکے دیکھنے کا موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں لیکن عرب کے عیسائی مریم کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے۔ اور بت پرست لات و عزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے اللہ کا۔ اور عزیٰ مؤنث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے۔

---

[۱] یہودیوں کو جب یونانیوں اور رومیوں نے اپنے ملک سے نکالا تو وہ عرب کیطرف چلے آئے اور بنو اسمٰعیل نے (اپنے ان چچازاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا۔ اور انکے مذہب نے حجاز اور نواحِ خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصۃ تاریخ العرب صفحہ ۱۳۸)۔

[۲] عیسائیت کو ۳۳ء میں بنو غسان نے قبول کیا اور پھر عراق عرب۔ بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں بھی مذہب پھیل گیا۔ اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم ملکر کوشش کی یہ ۳۹۵ء و ۴۰۳ء میں اسکی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا۔ اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۱)

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عُزیرؑ کو توریت کے از بر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں۔ مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے۔ بیٹی۔ پیارے پیاری کہا کرتے تھے؛

آتش پرست غالبًا بیٹی۔ بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر عرب کے مُلحد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروؤں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے؛

عرب کی جُملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بیخبر۔ علوم سے بے بہرہ۔ فنون سے عاری۔ تمدن سے ناواقف۔ مصالحت اور رحمدلی سے ناآشنا تھے۔

مُلحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دورِ زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے؛

خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مترتب ہونا اُن کے نزدیک قابلِ تمسخر خیال تھا؛

عرب کا محلِ وقوع

ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی بُرائیوں کا مجموعہ تھا

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اسکے محلّ وقوع[ا] سے یہی معلوم ہوتا ہے

[ا] کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد۔ اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ - اور نصف ۶۰ ہوا جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تو ۲۰ رہجاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کردیں۔ تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہجاتے ہیں اور مکہ معظمہ ½۲۱ درجے پر آباد ہے اسلئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریبًا وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ میں وسطِ حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اسلئے ہے کہ مکہ نافِ زمین ثابت ہو؛

(ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامٹ (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اسکا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالبًا اسلئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ (ترجمہ) ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ فقط؛

کہ خدا نے اسے ایشیا و یورپ و افریقہ کے برِاعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اسلئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومتِ اعلیٰ کے زیرِ اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کیلئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کیلئے موزون ہے۔ خصوصًا اُس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان برِاعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے؛

ربُّ العٰلمین نے (جہانتک مَیں سمجھتا ہوں) اسی لئے سیدنا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور اُنکو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدائت کا کام سُپرد فرمایا؛

ناظرین اس کتاب کو پڑھکر معلوم کر سکیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کِس قدر مشکل تھا۔ اور اُنہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی۔ صبر و حلم۔ استقامت اور تحمّل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب اور تمدّن اور علم و اخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کِسطرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت و کبریائی ربانی کا نقش قائم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء و اسباب کا خادمِ انسان ہونا ثابت کر دیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ کام

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کِسطرح پر نسل اور قومیّت کی خصوصیتوں اور ملک و مقام کی حالتوں اور امیری و غریبی کے امتیازوں اور فاتح و مفتوح کی تفاوتوں مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی

وحدتِ عظیم

سے سب کو دینِ واحد کے رشتہ سے متحد و متفق۔ یکسان و مساوی۔ ہم سطح و ہمخیال ہم اعتقاد و ہم آواز بنایا۔

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھلا چکے۔ ظلمت اور جہالت کو نکال کر ان کے دل و دماغ پر نورِ صداقت و علم کو متمکن کر چکے۔ تب کیسی فارغ البالی۔ کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کیلئے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا۔ جو اس کا نیک پھل لائے تھے؛

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل؛

نجد کے وحشی۔ تہامہ کے بدو۔ اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں؛

عبد اللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں؛

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی۔ منّا اہلُ البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جنکی سطوت و ہیبت سے قیصر و کسرے کے اندام پر لرزہ تھا۔ سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف۔ زبانوں کا تباین۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملتِ واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی آوازہ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے؛

اسلام و مختلف طبقات

اسلامی وحدت و مساوات

مساوات و اخوت کی عملی مثالیں

دشمن دوست بن گئے ہیں۔ اور جان ستان۔ جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بنکر گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعیٔ اسلام بنکر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہوجانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے!

وہی خالدؓ بن ولید جو جنگ اُحد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے لات وعزےٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا۔ اور اسلامی فتوحات میں گرینڈ جنرل کا درجہ پاتا ہے: وہی عروہ بن مسعودؓ جو حدیبیہ میں آنحضرتؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے قریش کا سفیر بنکر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اور اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کرکے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کردیتا ہے۔ وہی سہیل بن عمرو جو معاہدۂ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا۔ اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبویؐ کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہوکر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔ وُہی عمرؓ جو تلوار لیکر گھر سے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کیلئے نکلا تھا۔ وفات نبویؐ کے دن شمشیر برہنہ لیکر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اُس کا سر قلم کردیا جاویگا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ کو مارا۔ کلیجہ نکالا اعضاء کاٹے۔ جنازہ بیحرمت کیا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہوجاتا، شرم وخجالت سے مُنہ سامنے نہیں کرتا، اور بالآخر مُسیلمہ جیسے کذّاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے:

دشمنوں کا دوست بنجانا

وہی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہوکر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبۂ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگِ حُنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبویؐ تھامے نظر آتا ہے؛

وُہی ابوسفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتشِ فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بناکر بھیجا جاتا ہے وہ طفیلؓ دوسی۔ جو مکہ میں رُوئی کی ڈاٹ کانوں میں لگاکر پھرتا تھا کہ محمدؐ کی آواز کان میں نہ پہونچے۔ بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا۔ اور محمدؐ کی آواز کو پہنچاتا تھا۔ وہ عبد یالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں بچّوں کو پتھراؤ کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہُوا۔ اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان و ایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سو شتر سُرخ کے انعام کا وعدہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ستر سواروں کی دوش لے گیا تھا۔ چند گھنٹہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عَلمبردار بن گیا۔

الغرض ایسی مثالوں کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

یہ سب کرشمے اُس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دِلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دِکھلائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی و اُمّی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھلایا کہ دلوں کو بدل دیا اور رُوح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان اور سانپ۔ انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے؛

اور یہی وہ چیز ہے جو آجتک اُن سب دماغوں کی حیرت و محویت کا مُوجب ثابت ہوئی ہے۔جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (با وجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے!

کاش مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوّں، اپنے باپ، پیر بزرگوں کی حیات وبقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!

ناظرین! نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ دنیا کی ہوائیں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔اس لئے مسکینی وغربت ایسے اوصاف ہیں: جو حضورؐ کے توأم ہیں۔

سیرت نبوی کی خصوصیات اور زندگی کے گوناگوں حالات

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔اسلئے سادگی و بے تکلفی نے حضورؐ کے ساتھ ساتھ نشو ونما پائی تھی۔لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا۔جبکہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی۔اسلئے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضورؐ کے خاطر نشین تھی!

۲۵ سال کی عمر تک حضورؐ نے شادی نہیں کی۔تجرّد کا یہ زمانہ جو عین عنفوانِ شباب کا عالم تھا۔کمال عفت وعصمت شرم وحیا سے بسر ہوُا۔دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے۔کہ حضوؐر پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھکر باشرم وباحیا تھے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاش کے لئے تجارت کو پسند فرمایا تھا۔اور اس طرح اُن بلند حوصلہ لوگوں کیلئے جو ثبات واستقلال۔معاملہ فہمی وضرورت شناسی۔حلم اور بُردباری سے متصف ہوں، ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور

کوئی معاش نہیں؛

مردانہ جمال میں کمال حسین حسب ونسب میں عالی خاندان ہونے پربھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضورؐ سے پندرہ سال زیادہ تھی، پہلا نکاح کیا۔ اور اس سے عقدِ بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ نیز واضح کردیا۔ کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں؛

یہ بیوی نہایت متموّل تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپکو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا۔ اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنیوالوں کی سرراہ ایک مشعل روشن فرمائی؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ وہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لئے عزت ومحبت کیساتھ جگہ بنالی تھی۔ اور اس طرح پر راستبازوں کے لئے ایک درخشندہ مثال قایم فرمادی کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت ظلم اور جہالت کو مغلوب کرسکتی ہے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون وتمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا۔ اور حِلف الفضول کے قایم کرنے سے قیامِ امن اور حفاظت نوعِ انسانی کی جدید سڑک تیار کردی اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اُسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کرلینے کے زریں اصول کا سبق دیا؛

حجرِاسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا۔ کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہوجائیں۔ توانکو کیونکر مرکزِ واحد پر لاسکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمادیا کہ خدشہ جنگ کے ٹلادینے اور امن کو مستحکم رکھنے کیلئے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیّت کی ضرورت ہے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے:
آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے، پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے:

آپ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہنچایا:
آپ نے عیسیٰ رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا:
آپ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی:
آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ۔ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں اور راہوں پر۔ پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے افعالِ بد سے نفرت دلائی۔
آپ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے:
آپ شبِ ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے:
اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہکر پھر نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہکر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا:
آپ نے موسےٰ علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر کی

غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہِ حبش کے طوقِ بندگی سے نجات دلائی؛

آپ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کیلئے ایک گھر بنایا۔ جو ہمیشہ کیلئے خدا کی یاد کرنیوالوں سے معمور اور ضیاءِ توحید سے پُرنور رہا ہے۔ جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کرسکا؛

آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں وستم پیشہ برادرانِ مکہ کیلئے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا۔ اور بالآخر فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا مژدہ سُنا کر انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابندِ منّت و احسان بنایا؛

وقتِ واحد میں آپ موسیٰ کی طرح صاحب حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی؛

ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی۔ یوسف علیہ السلام کی سی درگزر۔ داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات۔ یعقوب علیہ السلام کا سا صبر۔ سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری یحییٰ علیہ السلام کا سا زُہد۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی؛

اے کہ بر تختِ سیادت زازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشیدِ رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمینی کا وہ نور تھا۔ کہ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ

(بیضا ونقیہ) روشنی سے منوّر کر دیا ہے؛

ذرۂ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لئے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ خداوند کریم میری حسنِ نیّت پر نظر فرما کر میرے زلّات کو عفو فرمائے، اور برادرانِ اسلام میری کم بضاعتی کو ملحوظ رکھکر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں ؂

خاکسار

محمد سلیمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

و

اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدنا محمد[1] بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرتؐ کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت[3] پاکر احمدؐ[2] رکھا تھا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم[4] (خلیل الرحمٰن و ابو الانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر "ریقون" کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں انکا ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے اُن کے سامنے آیا کرتے اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے[5]؛

---

[1] لفظ محمدؐ۔ حَمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کیلئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمدؐ سے حمد کی کثرت وکمیت۔ اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے ؎ وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ (خدا نے اُسکی عظمت ظاہر کرنے کیلئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت محمدؐ ہیں) واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضورؐ کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضورؐ کے مقامِ شفاعت کا نام محمود ہے۔ اُمتِ محمدیہ کا نام حمّادون ہے۔ اور آنحضرتؐ کی لوا کا نام لواءِ محمدؐ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا؛

[2] حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ ہے۔ توریت میں اسم مبارک محمدؐ اور انجیل میں احمدؐ ہے؛

[3] سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسمٰعیل کا نام (پیدائش ۱۶/۱۱) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا ۱ باب ۳۱ درس) رکھا تھا؛

[4] حضرت ابراہیمؑ کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا۔ اسکا معنے "قوموں کا باپ" ہے (پیدائش ۱۷ باب ۵ درس)۔ بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو و بنی قیطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زباں پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ اُنکے قول کے مطابق حضرت ابراہیم قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے

[5] کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷؛

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹے بیٹے ہیں باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا[۵۱]؛

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ اُن میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے[۵۲]؛

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیٰ بہت مشہور ہیں۔ جو چار واسطے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے دادا ہیں؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ماں کا نام آمنہ ہے۔ جو وہب کی بیٹی ہیں وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کیساتھ جا ملتا ہے اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں؛

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم موسم بہار[۵۳] میں دوشنبہ[۵۴] کے دن ۹ ربیع الاوّل[۵۵] عام الفیل[۵۶] مطابق ۲۲۔اپریل [۵۷]۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ[۵۸] سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد

---

[۵۱] زبور ۸۴ باب ۴۔۵۔۶ درس وکتاب صحیح بخاری بروایت ابن عباسؓ، وپیدائش $\frac{19}{21}$؛

[۵۲] یسعیاہ $\frac{16}{11}$ زبور $\frac{5}{120}$ یسعیاہ $\frac{7}{60}$ یرمیاہ $\frac{28}{49}$ وغیرہ وغیرہ؛

[۵۳] حضرت یحییٰ وحضرت داؤد علیہما السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی سے فوحھی والزمان وشهر وضعی۔ ربیع فی ربیع فی ربیع۔

[۵۴] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے؛

[۵۵] تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری وابن خلدون نے ۱۲۔ تاریخ اور ابو الفداء نے ۱۰۔ لکھی ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن تھا۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اسلئے ۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ [۵۶] واقعہ عام الفیل سے ۵۵ یوم بعد؛

[۵۷] ۲۲۔ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے جسپر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے۔ لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹۔ ربیع مطابق ۱۹۔ اپریل ۵۷۱ء جولین کے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹۔ کو ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ فقط۔

[۵۸] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سکنڈ ہے مگر سمت پر دشٹہ کے جاری

از صبح صادق[51] قبل از طلوع نیرِ عالمتاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے[52] بچے تھے۔

والد بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

عبد المطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوبیس سالہ نوجوان پیارے فرزند عبد اللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لیگئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبد المطلب نے کہا "محمدؐ" لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستایش اور تعریف کا شایاں قرار پائے[53]۔

نام رکھا گیا۔ قوم نے اس نام پر تعجب کیا!

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیجدیا کرتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۶) کرنیوالوں نے ۲۳ منٹ ۲۲ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹہ سنہ عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۲ سکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے سمت پروشٹہ ۱ سنہ کا آغاز یوم یکشنبہ (مطابق ۱۴ مارچ ۵۷ق م جولین) ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا آغاز ۲۲ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت پروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہیگا یعنی ۶۱ ½ سال کے بعد سمت کا شروع ایکدن موخر ہوتا رہیگا۔ غرض سمت پروشٹہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء تھا اور سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۱۵ء کے ہے!

[51] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) یا ۹ بجکر ۷ منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے!

[52] یسعیاہ ۹/۶ میں ہے "ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا" یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو حضرت مسیح کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے!

[53] ابو الفدا صفحہ ۱۱۔ نیز یسعیاہ ۹/۶ "وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب"

ایامِ رضاعت اِسی دستور کے موافق آنحضرتؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لاکر اُن کی والدہ اور دیگر اقرباء کو دِکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپکا دُودھ چھڑایا گیا۔ مائی حلیمہ آپکو لیکر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب وہوا حضورؐ کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا؛

والدہ مکرمہ کا انتقال جب آنحضرتؐ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ مکرمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپکی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی[1]۔

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی۔ تو آپکے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی؛

ابوطالب کی تربیت ابُوطالب آنحضرتؐ کے چچا تھے اور آپکے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے[2]؛

بحیرہ راہب کی ملاقات اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ جب بارہ[1] سال کے ہوئے تو اپنے چچا ابُوطالب کے ساتھ جبکہ وہ تجارتِ شام کو جاتے تھے سفر میں گئے۔ بُصریٰ میں بحیرہ راہب نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ چچا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے مُلک میں نہ لیجاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق چچا نے آنحضرتؐ کو بصری ہی سے واپس کر دیا[3]؛

(۱) اس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اسمیں یہ بھی ہے کہ چچا نے

---

[1] ماخوذ از خطبات احمدیہ (مصنفہ سر سیّد احمد خان المتوفی ۱۳۱۵ سنہ ہجری) و زادالمعاد۔ [2] زادالمعاد۔
[3] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی مُلا تھا۔ یہ شاخ و برگ اور بھی لگا دیئے کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرتؐ نے ظاہر کی تھی وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرتؐ نے تثلیث اور کفارہ کا رد مسیح کے صلیب پر جان دینے کا بطلان۔ اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا۔ تو اب عیسائی اپنے اُس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے؛ (محمد سلیمان)

واپس کرتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیم رحؒ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے۔ اول تو اُس وقت بلالؓ نہ ابو طالب کے پاس تھا، نہ ابو بکرؓ کے پاس۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اُن دنوں موجود ہی نہ ہو[۱]؛

(۲) قرآن مجید کی آیت وَکَانُوا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ[۲] سے ثابت ہے۔ کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اُس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح و نصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد اُن کا اُس وقت تک رہا جبتک کہ حضورؐ کی بعثت نہ ہوئی۔ اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرتؐ کو پہچان لیتے۔ تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضورؐ کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمتگزاری کرتے نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان ناقابلِ اعتبار ہے؛

تجارت کا خیال جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپکا خیال پہلے تجارت کی طرف ہُوا۔ مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی؛ اُس نے آنحضرتؐ کی خوبیاں اور اوصاف سُنکر اور آپکی سچائی، دیانتداری، سلیقہ شعاری کا حال معلوم کرکے خود درخواست کردی کہ اُس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرتؐ اُس کا مال لیکر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہُوا۔

اُس سفر میں خد...

آنحضرتؐ...

[۱] ز...
[۲] یہ...
نبی ظا...

ان اوصاف کو سُن کر خدیجہ رضنے درخواست کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ خدیجہ رضؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو ردّ کر چکی تھی؛

نکاح

جب یہ نکاح ہوا۔ تو آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہؓ بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرتؐ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ اُن کے مرجانے کے بعد بھی اکثر اُن کا محبّت سے ذکر کیا کرتے۔ اور اُنکی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے؛

اس شادی کے بعد آنحضرتؐ کا تمام وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی بہبودی و خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا؛

قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

انہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی۔ راستوں کا خطرناک ہونا مسافروں کا لُٹنا۔ غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہوگئی جس میں بنو ہاشم۔ بنو المطلب۔ بنو اسد۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم شامل تھے؛

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے۔

(۱) ہم مُلک سے بے امنی دُور کریں گے؛

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے؛

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے؛

اپنے نبوّت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے۔ کہ اگر آج بھی کوئی اُس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے۔ تو میں سب سے پہلے اُسکی امداد کو تیار پایا جاؤنگا ۔

ملک کی طرف سے صادق و امین کا نام آنحضرتؐ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرتؐ کو نام لیکر نہیں بلاتے تھے۔ بلکہ الصادق۔ یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ جب قریش نے کعبہ کی عمارت[ا] کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سر نو تیار کیا۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے مگر جب حجر اسود[۲] کے قائم کرنے کا موقعہ آیا۔ تو سخت اختلاف ہُوا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اُسی کے ہاتھ سے سر انجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا یہ رائے دی کہ کسی

آنحضرتؐ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

کو حَکَم بنا کر اُسکے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا اور قرار

[ا] کعبہ کی اوّل تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم۔ بنو عمالقہ قصی اور قریش نے اسکی مرمت کی تھی۔ تجدید بہ سبب ضرورت درپیش زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوجاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کرکے گرا دینے سے منہدم کرنیکا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ با تجربہ ہزار سال سے نہیں ہوا تھا۔ جیسے کہ ہیکل یروشلم کیساتھ متعدد بار ہوتے رہے اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں ہے

[۲] حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادتگاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا سا کھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں جسے سترہ کہتے ہیں۔ اسکا ثبوت کتاب پیدایش باب ۱۲ درس ۷ و ۸ باب ۱۳۔ درس ۱۸ و باب ۲۶ درس ۲۵ و باب ۲۸ درس ۱۸ و ۲۲ و کتاب خروج باب ۲۵ و باب ۲۴۔ درس ۴ سے بخوبی ملتا ہے۔

حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعبہ بنائے ابراہیمیؑ ہے اب کونے میں لگا دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اسی جگہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس پتھر کا ہے وہ اسکے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے لوگوں کے سنانے کے لئے حجر اسود کو مخاطب کرکے کہا تھا۔ تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ۔ باب ما ذکر فی الحجر الاسود)

دیا گیا۔ کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئیگا۔ وُہی سب کا حَکَم سمجھا جائے گا۔
اتفاقاً آنحضرتؐ تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ کو دیکھنا تھا کہ ھٰذا الامین رضینا ہ
کے نعرے لگ گئے (امین آگیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر سب رضامند ہیں)

لہ ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی اُنہوں نے الامین ہی حضور کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے "یسوع مسیح کا مکاشفہ، جو خدا نے اُسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وے وہ باتیں جنکا جلد ہونا ضرور ہے دکھادے"۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونیوالی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیحؑ کا حواری ہے جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیحؑ کے دنیا پر سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ ۱۱ "پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اسکا سوار (ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا (د) اور لڑتا ہے۔ ۱۲ (ہ) اور اسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اُس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اُسکا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اسکے سوا کسی نے نہ جانا۔ ۱۳ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ (ط) اور اُسکا نام کلام خدا ہے ۱۴۔ (ی) اور دے فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید اور کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اُسکے پیچھے ہولیں۔ ۱۵۔ (ک) اور اُسکے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے۔ (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکمرانی کریگا۔ (م) اور وہ خود قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کی مے کے کولھو میں روندتا ہے ۱۶ (ن) اور اُسکے لباس اور اُسکی ران پر یہ نام لکھا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" مکاشفہ ۱۹ باب۔

اب میں نہایت اختصار سے اسکی شرح کردینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکاشفہ ۶-۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے۔ ۲ دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اُس پر سوار تھا کمان لئے ہے اور ایک تاج اُسے دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتحمند ہونے کو نکلا۔ مکاشفہ ۱۹-۱۱ میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ ۶-۲ میں اسکے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کیگئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرتؐ ہی پر صادق آتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جسکا نام تجر تھا (دیکھو کتاب سفر السعادت)

(۲) آنحضرتؐ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے۔ ارموا۔ فان اباکم کان رامیًا۔ (تیر چلایا کرو تمہارے باپ اسمٰعیلؑ تیر انداز تھے)

(۳) آنحضرتؐ کیلئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی اُمت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہوگئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام وکمال کا اعلان دیکر یہاں سے رخصت ہوئے۔ تو حضورؐ کی فتح مبین میں اور فتحمند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا۔

(ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانتدار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے کہلاتا ہے کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳ پر)

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔
آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا پھر ہر ایک قبیلے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۲) معنے یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے بلایا کریں گے اور یہی معاملہ آنحضرتؐ کیساتھ ہوتا رہا۔
(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ یسعیاہ ۱۱ باب میں بھی ہے۔ ۴۔ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کیلئے انفصال کریگا۔ یوحنا نے اُسی کو دُہرا کر بتلا دیا کہ اسکا تعلق زمانہ مابعد مسیحؑ سے ہے قرآنمجید میں ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔
(د) اور لڑتا ہے" راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی۔ تاکہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے۔ کیونکہ اُس سوار کے لئے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے!
(ہ) اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند" نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سُرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا کہ مردمک انور کے گردا گرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔
(و) اُسکے سر پر بہت سے تاج" انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی مبشر ہے (عیسیٰؑ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی منجی ہے (موسیٰؑ) کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ) کوئی مجاہد ہے (داود)۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیّت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے۔
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔
اے نبیؐ ہم نے تمکو شاہدؐ مبشرؐ نذیرؐ داعی الی اللہ اور روشن کر دینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنے یہی ہیں کہ وہ جامع صفات انبیاء ہیں۔
(ز) اُس کا ایک نام لکھا ہے جسے اُسکے سوا کسی نے نہ جانا" آنحضرتؐ کا اسم پاک احمدؐ و محمدؐ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسےٰؑ سے پہلے بیسیوں ہوئے۔
(ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گذرا۔ کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہو لہان ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کیلئے جوتا اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اس سفر میں آنحضرتؐ تنہا تھے اسلیے یسعیاہ $\frac{63}{1+2+3}$ بھی آنحضرتؐ پر ہی صادق آتا ہے!
(ط) کلام خدا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ علامت حضرت موسیٰؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب ۵۔ باب $\frac{18}{21}$) اور حضرت عیسےٰؑ نے اپنی آخری وعظ (یوحنا $\frac{13}{16}$) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی ہے جسکی بابت خدا خود فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ نبیؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو وہ کلام خدا ہے جو اسپر نازل کیا گیا ہے!
(ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرتؐ کیساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ یعنے فرشتے بھی اُسکے مددگار ہیں۔ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی صلعم کے اتباع میں ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس ہی محبوب تھا۔ آپکے نشان (عَلَم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ، و قیام صلح کیلئے بھی سفید پھریرا ہی اُڑایا کرتے ہیں۔
(ک) اُس کے مُنہ سے تیز تلوار نکلتی ہے" یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا اُنکا مذکور بھی اسی مکاشفہ ۱۹ باب کے ۷ا سے ۲۱ تک میں بیان کر دیا گیا ہے!
(ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کریگا" زبور ۲۔ ۹ میں بھی اسکا مذکور ہے۔ مکاشفہ میں زبور کے الفاظ

کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرتؐ نے پھر اُسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا؛

آنحضرتؐ نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا۔ ورنہ اسوقت کے اہل عرب میں، ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دَوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذراسی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی۔ کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی؛

قُرب زمانۂ بعثت

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی[۱]۔ اور آنحضرتؐ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہُوا کرتے تھے[۲]۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرت صلعم کے

غارِ حرا میں عبادتیں کرنا

مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرتؐ اکثر پانی اور ستو لیکر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا[۳] کی ایک غار میں جسکا طول ۴ گز عرض پونے دو گز تھا۔ جا بیٹھتے۔ عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۳) دُہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنیوالا ہے۔ پس وہ یقیناً محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ کیونکہ پھر کوئی بھی حضورؐ کے سوا وحی، نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا؛

(مَ) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں رَوندتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا، قیصر و کسریٰ کو نافرمانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ملنا خدا کے قہر ہی سے تھا؛

(نَ) اسکے لباس و ران پر پادشاہوں کا پادشاہ، خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء، سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے۔ (محمد سلیمان)

[۱] صحیحین عن ابن عباس؛ [۲] سفر السعادت مشرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چھاپ سنہ ۱۲۵۲ صفحہ ۳۱

[۳] اب اسے جبل نور کہتے ہیں، مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے ۱۲

میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ اور قدرتِ آلہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔[۱] جبتک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے، شہر میں نہ آیا کرتے؛[۲]

اب آنحضرتؐ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آجاتا؛[۳]

بعثت و نبوت

جب آنحضرتؐ کی عمر کے چالیس سال[۴] قمری پر ایکدن اوپر ہُوا۔ تو ۹ ربیع الاول[۵] ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرتؐ غار حرا میں تھے۔ روح نے کہا۔ محمدؐ۔ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں جبرئیل[۶] ہوں۔

اس واقعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہُوا۔ تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔[۷]

خدیجۃ الکبرٰے کی شہادت آنحضرتؐ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبرٰےؓ نے کہا۔ نہیں آپکو ڈر کا ہے کا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے۔ سچ بولتے۔ رانڈوں یتیموں بے کسوں کی دستگیری کرتے۔ مہمان نوازی فرماتے۔ اصل مصیبت زدوں سے

۱؎ سفر السعادت جمعاً للاقوال ۲؎ صحیحین عن عائشہ رضؓ ۳؎ صحیحین عن عائشہ رضؓ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳

۴؎ صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت موسٰی کو بھی ۴۰ سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل؛

۵؎ زاد المعاد صفحہ ۱۰ میں ۸ ربیع لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ کو پڑتا ہے۔ اسلئے وہی صحیح ہے؛ ۶؎ سفر السعادت مشرح صفحہ ۳۵؛

۷؎ اس فقرے سے حضورؐ کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا؛

ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائیگا[51]؛

اب خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کو خود بھی اپنے اطمینانِ قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں؛

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لئے بعثتِ محمدی کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے۔ اور دینِ جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے۔ کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمرؓ اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور رہیں[52]۔

زید بن عمرو جو عمر فاروق رضؓ کے چچا تھے، وُہ بزرگوار ہیں جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دُور دُور کے سفر کئے تھے۔ اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکّہ میں پیدا ہونگے۔ اسی مبارک انتظار میں رہکر انتقال کر چکے تھے؛

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوّت پر

الغرض حضرت خدیجہ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اُٹھا: یہی ہے وُہ ناموس جو موسےٰ علیہ السلام پر اُترا تھا۔ کاش مَیں جوان ہوتا۔ کاش مَیں اُس وقت تک زندہ رہتا، جب قوم آپ کو نکال دیگی؛

---

[51] صحیحین عن عائشہ رضؓ مشکوۃ صفحہ ۵۱۴؛

[52] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا قوم مجھے نکال دیگی؟ ورقہ بولا، ہاں۔ اِس دُنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اُس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں۔ اور حضورؐ کی نمایاں خدمت کروں[۱]۔

کچھ دنوں[۲] کے بعد پھر فرشتہ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے ابتک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ خدا کا وُہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ رُوح الامین نے اِن آیات کو پڑھا تھا:

قرآن مجید کا نزول شروع ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ	پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ	جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ	تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی
بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ	(جس نے) انسان کو وُہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا[۳]

[۱] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ ص ۵۱۲ ورقہ مرحوم اِس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مرگیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہوگیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر یسعیاہ ۴۲ باب میں پڑھا ہوگا!

[۲] علماء کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت بماہ ربیع الاوّل ہوئی۔ نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی ۴۱ ویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ابتدا وحی بھی بماہ ربیع الاوّل ہوئی مگر قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا پس نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائے نزول قرآن بماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے۔ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (۲۳ سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ = ۶ ماہ) تھے۔ امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸ رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوت کو یوم جمعہ تھا (مطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء) اسلئے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا!

[۳] اِس خوبی کو دیکھئے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کیلئے اُترا۔ انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کے لئے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ مالم یعلم سے آنحضرتؐ کا اَن پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۱۲/۲۹ میں ہے:۔
"اَن پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھئے۔ قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام الٰہی ہونے کیلئے دیکھو استثناء ۱۸ تا ۲۰ درس

نماز کا آغاز اس کے بعد رُوح الامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی صلعم کے سامنے خود وضو کیا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مِلکر نماز پڑھی۔ رُوح الامین نے پڑھائی؛

تبلیغ کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچکر تبلیغ شروع کردی۔ خدیجہؓ (بیوی) علیؓ (بھائی عمر آٹھ سال) ابوبکرؓ (دوست) زید بن حارث (مولےٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔[1]

اُن اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرتؐ کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے؛

بلال۔ عمرو بن عنبسہ و خالد بن سعد بن عاص بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے؛

سابقین الاولین کے مختصر نام

ابُوبکر بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں اُنکی دُکان بزازی کی تھی لوگوں سے اُنکا بہت میل ملاپ تھا۔ انکی تبلیغ سے عثمانؓ غنی، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے؛ پھر ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح۔ جنکا لقب بعد میں امین الاُمّتہ ہوا) عبدالاسد بن ہلال عثمان بن مظعون۔ عامر بن فہیرہ ازدی۔ ابوحذیفہ بن عتبہ۔ سائب بن عثمان مظعون اور ارقم مسلمان ہوئے؛

عورتوں میں خدیجہ اُمّ المومنین کے بعد نبی صلعم کے چچا عباس کی بیوی اُمّ الفضل۔ اسماء بنت عمیس۔ اسماء بنت ابو بکر اور فاطمہ خواہر عمرؓ فاروق نے

[1] علماء میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضیٰؓ پہلے اسلام لائے یا ابوبکرؓ صدیق۔ مَیں نے اِس بحث کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بحث ابوبکر صدیق یا علی مرتضےٰ کی سیرت میں ہونی چاہیئے؛

اسلام قبول کیا؛

اُن دِنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چُپکے چُپکے سمجھایا کرتے تھے اور پتھروں، درختوں، چاند اور سورج کی پُوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھلایا کرتے تھے؛

اب خدا کا حکم پہونچا:۔

علانیہ تبلیغ کا حکم

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ [1] قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے درست کرنیوالے (عالم کے) اُٹھو، (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ۔ اور پاکدامنی اختیار کرو (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اِس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لئے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف میں) استقلال رکھو؛

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ نبی صلعم کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد

(۱) نافرمانوں کو اُنکی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا؛

(۲) اللہ کی ربُوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا؛

(۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے

[1] از دثر الطائر تدثیرا درست ساخت طائر آشیانہ خود را منتہی الارب۔ باب د۔ث۔ر۔ علامہ ابو السعود اپنی تفسیر جلد ہشتم ص۲۸۶ پر لکھتے ہیں۔ مدثر۔ اے الذی دثر هذا الامر العظیم

پاک رہنے کی تعلیم دینا۔

(۴) پاکیزگی۔ صفائی اور پاکدامنی سکھلانا۔

(۵) اپنی تعلیم مفت دینا۔ نہ اُن پر احسان جتانا، نہ اُن سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا؛

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں۔ سب کی برداشت کرنا؛

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کریگا اُسے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرت صلعم نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اوّل۔ قریب کے رشتہ دار، اور خاص خاص احباب؛

دوم۔ قوم اور شہر کے سب لوگ؛

سوم۔ مکہ کے اطراف وجوانب کے قبیلے؛

چہارم۔ عرب کے جملہ حصص اور قبائل؛

پنجم۔ دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب؛

حضور صلعم نے اس تبلیغ کے لئے نہایت استحکام۔ کمال استقلال اور کشادہ پیشانی ونزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابتقدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا؛

ناظرین اس کتاب میں تبلیغ کی ان پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے؛

بعثت کے وقت عالم کی حالت | یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم کے لئے مبعوث ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھارہی تھی۔ وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، تہذیب اخلاق کے نام شاید اُن کتابوں میں نظر آسکتے تھے جن کا دِلوں پر کوئی اثر نہ رہا تھا۔

(الف) بنی اسرائیل تو مسیحؑ سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھیر چکے تھے۔ اب مسیحؑ کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا اُن میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا۔ اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے اُن میں بُت پرستی قائم ہوچکی تھی۔

(ب) یورپ میں جہالت و وحشت کا دَور دَورہ تھا۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔

نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کون ٹیز۔ نارفوک۔ سوفوک۔ ساسیکس (اضلاع انگلستان) میں وڑڈن بُت کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فرے دی گوٹن دی۔ مل ہے رک۔ نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا۔ جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۷۸۲ء کے بعد تک جاری رہی۔ جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر وڑڈون میں ہلاک کئے گئے۔ ہنگری اِن دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔[1]

---

[1] سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ ایڈیٹوریل نوٹ۔

(ج) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔ جنہوں نے زن۔ زر۔ زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کو ملیا میٹ کر دیا۔

(د) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[1]۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگانِ خدا کی رہبری کرتے تھے مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تماثیلیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیئے۔

(ھ) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا۔ کوئی اولاد کا۔ کوئی جنگ کا۔ کوئی امن کا۔ اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہی کے اختیار میں تھا۔

کانفیوشش کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے لیکن اس وقت تک اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا!

(و) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السّلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف و تحدید، توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا!

یہ مختصر حالت اُن ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے۔ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے!

[1] اردو تہذیب قدیم ہندوستان۔ مسٹر آر۔ سی۔ دت صفحہ ۳۰!

(تمام) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ یہ ایسا ملک تھا۔ جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہُوا تھا۔ نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا۔ نہ کوئی ہادی ان کی ہدایت کے لئے پہنچا تھا۔ اس حیوانی[1] آزادی پر بے علمی۔ جہالت اور اقوام متمدّنہ سے علیحدگی اور اجنبیّت نے ان کی حالت کو اَور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا؛

اِس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور ربُّ العلمین نے اصلاحِ عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے حکمِ ربّانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرمادیا

اپنے کنبہ میں تبلیغ قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیّت سے تھا۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لئے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کیگئی جب سب لوگ کھانا کھا کے، دُودھ پی کے فارغ ہو گئے۔ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرتؐ کی تقریر اے حاضرین! مَیں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لیکر آیا ہُوں اور مَیں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اِس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مَیں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دُوں۔ بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دیگا؟

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو ۱۲

یہ سُن کے سب کے سب چُپ رہ گئے۔ حضرت علی رضؓ نے اُٹھ کر کہا۔ یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کہا۔ تم اس کی بات مانا کرو۔ اور جو کہا کرے سُنا کرو۔ یہ فقرہ سُن کر مجمع خوب کِھل کِھلا کر ہنسا؛ اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔[1]

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پُکارنا شروع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو نبیؐ نے فرمایا۔ تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟

سب نے ایک آواز سے کہا۔ ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے مُنہ سے نہیں سُنی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔[2]

نبیؐ نے فرمایا۔ دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں۔ اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دُور سے نظر آرہا ہے جو مکہ پر حملہ آور ہوگا کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟

لوگوں نے کہا۔ بیشک! کیونکہ ہمارے پاس تیرے جیسے راستباز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونو طرف دیکھ رہا ہے۔

نبیؐ نے فرمایا۔ یہ سب کچھ سمجھانے کیلئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر آرہی ہے۔ اور تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالمِ آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے۔

[1] ابوالفداء صفحہ ۱۱۷ [2] دیکھو مکاشفہ ۱۱/۱۹ ۱۲

نبوت کے ... [illegible]

اس دلنشین وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ تھا۔ کہ نبوت کیلئے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالمِ آخرت کو دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے؛

تبلیغ میں آنحضرتؐ کی کوششیں

اب نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک میلے میں۔ ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بُتوں۔ پتھروں۔ درختوں کی پُوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کے مار ڈالنے سے ہٹاتے۔ زنا سے منع کرتے۔ جُوئے کھیلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔

آپ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے کپڑوں کو مَیل کچیل سے زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھُوٹے اعتقادوں سے پاک و صاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے، عیب سے، آلودگی سے پاک سمجھیں؛ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مُرادیں پوری کرنا، اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے؛

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرتؐ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ، مجنّہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے، دُور دُور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی صلعم ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے؛

قریش کی مخالفت

مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔

جیسے سمندر میں ویل مچھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اسکی چند وجوہات تھیں:۔

(۱) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے۔ کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان، انسانوں کے سمجھانے کے لئے آئے؛

(۲) وہ جزا و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لئے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابلِ تمسخر تھی؛

(۳) وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے۔ اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی؛

(۴) ان میں اکثر قبائل بنوہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا۔

(۵) وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا؛

(۶) وہ زنا۔ جوا۔ رہزنی۔ قتل۔ عہد شکنی۔ آوارگی۔ ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے رہنے۔ بیشمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔

اسلئے انہوں نے آنحضرت کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا؛

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل۔ تدبیر یہ اختیار کی گئی۔ کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے۔ تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ واپس آجائیں۔ اور نئے لوگ اُسے اختیار نہ کریں؛

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کئے۔ انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ اُن کا مفصّل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر اُن کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم

(۱) بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُمیّہ نے سنا کہ بلال رض مسلمان ہو گئے ہیں؛ گوناگون عذاب اُن کے لئے ایجاد کئے گئے۔ (۱) گردن میں رسّی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی؛ اور وہ مکّہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسّی کا نشان گردن پر نمایاں ہوجاتا؛ (۲) وادی مکّہ کے گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر انکی چھاتی پر رکھ دیا جاتا؛ (۳) مُشکیں باندھکر لکڑیوں سے پیٹا جاتا؛ (۴) دھوپ میں بٹھلایا جاتا؛ (۵) بھوکا رکھا جاتا؛ حضرت بلال رض ان سب حالتوں میں اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابوبکر صدیق رض نے حضرت بلال رض کو خریدا اور خدا کے لئے آزاد کر دیا[۱]

(۲) عمار[۲] اور اُن کے والد یاسر رض انکی والدہ سُمیّہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے انہیں گوناگوں عذاب پہنچائے۔ ایکدن نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے انہیں مار کھاتے، عذاب سہتے دیکھا، فرمایا اِصۡبِرُوۡا یَاآلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوۡعِدَکُمُ الۡجَنَّۃُ (یاسر والو صبر کرو تمہارا مقام جنّت ہے) کمبخت ابوجہل نے بی بی سُمیّہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا۔ اور اُسے جان سے مار ڈالا[۳]

(۳) ابو فکیہ جنکا نام افلح تھا، کے پاؤں میں رسّی باندھکر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا[۴]

---

[۱] دمشق میں ۲۰ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ [۲] جنگ صفین میں بعمر ۹۱-۹۲ سال شہید ہوئے۔ [۳] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۔
[۴] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔

(۴) خباب بن ارت کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا[۱]۔

(۵) یعینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور ام عبیس بیچاری لونڈیاں تھیں۔ اور اُن کے سنگدل آقا اُن کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا، اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے[۲]۔

(۶) عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر اُن کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دُھواں دیا کرتا۔

(۷) مصعب بن عمیرؓ[۳] کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

(۸) بعض صحابہؓ کو قریش گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے۔ کہ صرف اسلام کی صداقت ہی اُنکا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی اُمتوں نے تو کھوٹے روپے لیکر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا[۴]۔

آنحضرت صلعم کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کی اندھیاری میں آپکے پاؤں زخمی ہوں

[۱] مدینہ میں بعمر ۶۳ سال ۱۹ ؁ھ کو وفات پائی۔
[۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳ - [۳] جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔
[۴] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۷/۴۴

گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت وجمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو![1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر فرما دیا کرتے۔ کہ فرزندان عبد مناف! حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشمدید بیان ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسی جیسا بنایا۔ اور جب نبی صلعم سجدہ میں گئے تو چادر کو حضورؐ کی گردن میں ڈال دیا۔ اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلعم اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضؓ آئے۔ انہوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی:۔

کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار	اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ[2] ۵

کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شریر ابوبکر صدیق رضؓ کو لپٹ گئے اور ان کو بہت زدوکوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اوجھڑی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اٹھا لائے۔ اور اس (نبی صلعم) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب نبی صلعم سجدہ میں گئے۔ تو پشت مبارک پر رکھدی۔ آنحضرتؐ تو رب العزت کی جانب متوجہ

[1] تاریخ طبری [2] صحیح بخاری عن ابن عمرو بن العاص باب ما لقی النبی من المشرکین ۱۲

تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے؛

ابن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھکر انکا توحوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہراؓ آگئیں۔ انہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا[۵۱]۔ اور ان سنگدلوں کو سخت سست بھی کہا۔

ایذارسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں قریش مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور وستم ہو رہے تھے۔ اسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اسلئے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں؛

مستہزئین کی جماعت ایک کمیٹی قائم ہوئی جسکا میر مجلس ابولہب تھا۔ اور مکہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے؛

اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں۔ انہیں محمدؐ کی نسبت کیا کہا جائے۔ تاکہ وہ لوگ اسکی باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

ایک نے کہا ہم بتلایا کرینگے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید بن مغیرہ (جو ایک جہاندیدہ بڈھا تھا) بولا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تُک بندیاں اور کجا محمدؐ کا کلام۔ ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیئے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

ایک نے کہا ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔

ولید بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟

ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے۔ وہ شاعر ہے۔

---

[۵۱] صحیح بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم ۱۲

ولید نے کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہمکو بخوبی معلوم ہیں۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔

ایک بولا۔ ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے؛

ولید نے کہا۔ جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے۔ وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔

تعلیم نبوی پر کفار کی شہادت

دشمنوں کا عجز آنحضرتؐ کے توصیف سے؛

اب سب نے عاجز ہو کر کہا۔ چچا تم ہی بتلاؤ کہ پھر کیا کہا جائے۔ ولید نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے۔ اسکی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اسکا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے۔ بھائی بھائی۔ شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے[1]۔ اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا:-

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرتؐ کے خلاف

"محمدؐ کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اسکی ہنسی اُڑائی جائے۔ تمسخر اور ایذا سے اُسے سخت تکلیف دیجائے۔ محمدؐ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کو چلا جائے؛

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۹۰ و شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۲۵؛

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا۔ اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا[۵۱]۔

حضرت عثمانؓ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے سیدہ رقیہ (بنت النبی صلعم) اُنکے ساتھ تھیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے[۵۲]۔

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا

ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے۔ ان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیار بھی تھے۔ قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھکر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لیکر گئے۔ اور جاکر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمان دربار میں بُلائے گئے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی:۔

دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام پر

اے پادشاہ، ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب و نسب سچائی، دیانتداری، تقوےٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہمکو پتھروں

[۵۱] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۴۲۔ [۵۲] رواہ حاکم ۱۲

کی پوجا سے روکا۔ اُس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پُورا کیا کریں۔ رحم کریں۔ گناہوں سے دُور رہیں۔ بُرائیوں سے بچیں۔ اُس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہانتک ہو سکا، ہم کو ستایا۔ تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مُورتوں کی پُوجا کرنے لگ جاویں۔ ہم نے انکے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور جب مجبُور ہو گئے۔ تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔[۱]

پادشاہ نے یہ تقریر سُنکر کہا مجھے قرآن سُناؤ۔ جعفر طیارؓ نے اسے سُورۂ مریم سنائی۔ پادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ وہ رونے لگ گیا اور اُس نے کہا کہ محمدؐ تو وہی رسول ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔" پھر پادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکّہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا تو انہوں نے کہا آؤ محمدؐ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دہمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائیگا یہ مشورہ کر کے مکّہ کا مشہُور مالدار سردار جسکا نام عتبہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اُس نے یُوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تُو مالا مال ہو جائے اگر تم عزت کے بھُوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہِ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو

[۱] سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۶ ؁

سو کرنے کو حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے۔ تو بتلا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ حٰمٓ۔ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ۔ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ۔ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ الخ

(یہ فرمان خدا کی حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لئے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں۔ اُن کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں اُنکو خدا کے عذاب سے ڈرانا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اِس فرمان سے مُنہ موڑ لیا ہے۔ وہ اسے سُنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی (تدبیر) کرو۔ ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ مَیں بھی تم ہی جیسا بشر ہُوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلادیا ہے کہ سب لوگوں کا معبُود صرف ایک ہے۔ اُسی کی طرف متوجہ ہونا اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے۔ اُن کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے"۔

کلام پاک کے سُننے سے عتبہ پر ایک محوّیت کا عالم طاری ہوگیا۔ وہ ہاتھوں پر

سہارا دیئے گردن پُشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چُپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔
قریش جو نتیجۂ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے۔ سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا۔ کیا دیکھا۔ کیا کہا۔ کیا سُنا!

عتبہ بولا۔ معشر قریش! مَیں ایسا کلام سُنکر آیا ہُوں۔ جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے نہ جادُو ہے نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سُنکر کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادُو چل گیا۔[۱]

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی۔ تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی صلعم کے چچا ابُو طالب کے پاس آکر یُوں تقریر کی:۔

"ہم نے آپکا بہت ادب کیا۔ آپکا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بُتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پُوجتے آئے۔ اتنا سخت سُست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چُپ رہنے کی ہدایت کر دیں ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے"۔

سارے ملک کی عداوت کو دیکھکر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اُس نے نبی صلعم کو بُلایا اور سمجھایا کہ "بُت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ مَیں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکُونگا"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا۔ اگر یہ لوگ سُورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی مَیں اپنے کام سے نہ ہٹُونگا اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کرُونگا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے"۔[۲]

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشورت کی کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بُلا کر

---

[۱] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۰۰۔ [۲] سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۰ جلد اوّل۔

سمجھانا چاہیئے۔ اس مشورت کے بعد اُنہوں نے نبی صلعم کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضورؐ کو اُن کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرتؐ وہاں جا بیٹھے تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:-

اے محمدؐ! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کیلئے بُلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو۔ جس قدر تُو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تیرے لئے مال جمع کردیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف وعزت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیں۔ اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کرلیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو غالب آگیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لئے مال صرف کردیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ"

رسول اللہ نے فرمایا:" تم نے جو کچھ کہا۔ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں۔ جو تعلیم مَیں لیکر آیا ہُوں۔ وہ نہ طلب اموال کے لئے ہے نہ جلب شرف یا حصُولِ سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر کتاب اُتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے۔ مَیں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرلو گے تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کروگے تب مَیں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور

تمہارے لئے کیا حکم بھیجا ہے۔"

قریش نے کہا: "اچھا محمدؐ! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک اور بات سنو۔ آپکو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں[1] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے، تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کردے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کردے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصیٰ[2] بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا۔ اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اگر اُس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تُو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کردیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے۔ اور مان لیں گے کہ ہاں۔ خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے۔ اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تُو کہہ رہا ہے۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "مَیں ان کاموں کیلئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مَیں تو اس تعلیم کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور مَیں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دیئے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کرلو گے تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کیلئے سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کرو گے تو مَیں خدا کے حکم کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اُس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا۔"

قریش نے کہا: "اچھا۔ اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے ہی لئے خدا سے

---

[1] منکرانِ مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کیلئے جبرالٹر سے لیکر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہیں سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا

[2] آنحضرتؐ کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے جس نے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا اور رفادہ۔ دیت۔ سقایہ لواء سفارت۔ حجابہ۔ ازلام کی خدمات کو تقسیم کردیا دیکھو ج ۲ رحمۃ للعالمین۔

سوال کرو۔ (۱) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے"

(۲) ہاں تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں خزانہ میں سونا۔ چاندی جمع ہو جائے۔ جبکی تجھے ضرورت بھی ہے۔ ابتک تو خود ہی بازار میں جاتا اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے۔ ایسا ہو جانے کے بعد ہی ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تجھے خدا کا رسول سمجھ سکیں گے[۱]"

رسول اللہ نے فرمایا "میں ایسا نہ کرونگا اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کرونگا۔ اور ان باتوں کے لئے میں مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کرونگا اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہونگا"

قریش نے کہا "اچھا۔ تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جبتک تم ایسا نہ کرو گے ہم ایمان نہیں لائیں گے[۲]"

رسول اللہ نے فرمایا "یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے"

قریش نے کہا "محمدؐ! یہ تو بتاؤ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا کہ ہم تجھے بلائیں گے۔ ایسے ایسے سوال کرینگے۔ یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور خدا کا منشاء ایسا ایسا کرنے کا ہے"

[۱] دنیوی ثروت و امارت۔ محل دلبستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھیرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پورے کئے اور معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لئے بھی سرمایہ ہے۔ جیسا کہ آخرت کے لئے وہ بالضرور ذخیرہ ہے"

[۲] جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ ان پر آترا۔ اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا"

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اُس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن[۱] پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ محمدؐ! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عُذرات سنا دیئے ہیں۔ اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے۔ حتیٰ کہ ہم مرجائیں یا تُو مرجائے"

یہانتک بات چیت ہوئی تھی۔ کہ ایک اُن میں سے بولا کہ "ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں" دوسرا بولا "محمدؐ ہم تیری بات کا یقین نہیں کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں"

نبی صلّے اللہ علیہ وسلم آخری بات سُن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبیؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپکا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا "محمدؐ! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا۔ وہ بھی تُو نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا کہ تو خود اپنے ہی لئے ایسی علامات کا اظہار کرے جس سے تیری قدرو منزلت کا ثبوت ہوسکتا ہو۔ اُسے بھی تُو نے قبول نہ کیا۔ پھر اُنہوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے۔ تو نے اس کا بھی اظہار نہ کیا۔ بس۔ اب مَیں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں۔ اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے اور میرے سامنے اس زینے سے اُترے اور تیرے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تیری شہادت بھی دیں تب ایمان لاسکتا ہوں۔ اور اگر ایسا بھی ہوگیا۔ مَیں تو تب بھی تجھ پر ایمان

---

[۱] خدا کے جو اسماءِ حُسنے اسلام نے بتائے ہیں۔ اُن میں رحمٰن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اسلئے وہ خدا کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی کمال رحمت والا"

نہیں لاؤں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اِس ردّ و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے۔ جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا۔ اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے۔ اُنہیں اُس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے۔ جن کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اِس موقعہ پر انجیل کا وُہ مقام یاد آتا ہے جس میں مسیحؑ کی آزمائش کیلئے شیطان نے کئی سوال کئے اور مسیحؑ نے اُن سب کا جواب انکار میں دیا[۵۲]۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسولؑ اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرقِ عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لئے اُن سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

حمزہؓ کا اسلام

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبیؐ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابُوجہل وہاں پُہنچ گیا۔ اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے تو گالیاں دیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالیاں سُن کے چُپ رہے تو اُس نے ایک پتھر حضورؐ کے سر پر پھینک مارا۔ جس سے خون چلنے لگا۔ نبی صلعم کے چچا حمزہؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اُسکے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی

---

۵۱ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۰۱۔ ناظرین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے لیکن چند سال نہ گذرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبۂ توفیق ربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدۂ اسلام ہو جانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کے چڑھ جانے۔ نوشتہ لانے۔ فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھکر ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

۵۲ انجیل متی ۴۔ باب از ۱ تا ۱۱ درس۔

ہوگیا۔ حمزہ رض پھر نبی صلعم کے پاس گئے اور کہا "بھتیجے! تم یہ سُنکر خوش ہوگے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا!" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہوجاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو!" حمزہ اسی وقت مسلمان ہوگئے!

عمر فاروق کا اسلام

امیر حمزہ رض سے تین دن پیچھے عمرؓ بن خطاب مسلمان ہوئے یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا۔ ایک دن عمرؓ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبیؐ کے قتل کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے۔ بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ سُنکر بہن کے گھر گئے اور ان دونوں کو خوب مارا۔ اُن کی بہن فاطمہ[۵] نے کہا "عمر! تم پہلے وہ کتاب سُن لو۔ جسے سُن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالنا" عمر نے کہا "اچھا" اُس وقت اُن کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک صحابی بھی تھا۔ جو عمرؓ کے آجانے سے چھُپ گیا تھا۔ اس نے قرآن مجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمر قرآن سُن رہا تھا۔ اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر اسی وقت سے نبیؐ اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا۔ وہ جان نثار بن گیا۔ آگے چل کر اُن کا لقب "فاروق" ہُوا!

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھُپ کر پڑھا کرتے تھے اب کعبہ میں جاکر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے۔ اور مسلمانوں کو بیحد تکلیف دینے لگے اور نبی صلعم کے ساتھ بھی گُستاخی سے پیش آتے تھے!

[۵] فاطمہ بنت الخطاب خواہر عمر فاروق اور زوجہ سعید بن زید ہیں۔ سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زوجین سابقین الاوّلین میں سے ہیں۔ سعید کے والد زید وہ ہیں جنہوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بات پاکر کہ نبی آخرالزمان مکہ میں ہونگے مکہ

نبیؐ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر قائم ہے۔ اور بے نظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کئے جاتا ہے۔ تو بماہ محرم ۷ نبوت انہوں نے کہا کہ "بنو ہاشم جو نبیؐ کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ آؤ۔ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو"[1]۔

اس بات کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا۔

نبی صلے اللہ وسلم اور انکا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھربار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ انکی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی![2]

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سنو۔ جو کوئی اس کی بات سنے گا اور مانے گا وہ تباہ ہو جائے گا!

تین برس تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لئے اور دیمک

[1] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹ جلد ا! [2] زاد المعاد صفحہ ۲۹۹ جلد ا!

کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوادوں۔ اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو" دوسرا بولا
"کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے چڑھنے کی سواری بھی
میسّر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا"

تیسرا بولا "کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول
ہے جیسا کہ تُو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رَدّ
کروں۔ اور اگر تُو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں"

نبیؐ اللہ نے فرمایا۔ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے
ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بنجائیں"

نبیؐ اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے
لڑکوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلّم پر اتنے پتھر
پھینکتے کہ حضور لہُو میں تر بتر ہو جاتے۔ خُون بہ بہ کر جُوتے میں جم جاتا اور وضو کے
لئے پاؤں سے جُوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اسقدر گالیاں
دیں۔ تالیاں بجائیں چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم ایک مکان
کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی۔ انہوں
نے دُور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ترس کھا کر اپنے غلام
عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور
نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے
انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے
شروع کئے۔

عداس نے حیرت سے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ یہ

ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے "

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم کہاں کے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟"

عداس نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں "

نبیؐ نے فرمایا "کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو "

عداس نے کہا "آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا۔ اور میں بھی نبی ہوں "

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا۔ اور اس نے نبیؐ کا سر۔ ہاتھ۔ قدم چوم لئے "

عقبہ و شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا۔ تو انہوں نے کہا کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا

عداس نے کہا "حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اس نے مجھے ایسی بات بتلائی جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے "

اُنہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا تیرا دین تو اُس کے دین سے بہتر ہے [۱] "

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسول کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضورؐ بیہوش ہو کر گر پڑے! زید نے اُن کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اسوقت جو دعا حضورؐ نے مانگی۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

[۱] طبری۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین۔ انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید[۵۱] یتجھمنی او الی عدو ملکتہ امری۔ ان لم یکن علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمٰت وصلح علیہ امر الدنیا والآخرۃ من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک ٭	الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر

اُترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے"!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔

"میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانیوالی ہونگی"![۵۲]

مختلف مقامات پر نبی صلعم کا تبلیغ کیلئے جانا

مکہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لیجاتے یا

---

[۵۱] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ عدو روایت کیا ہے۔ جس کے معنے دوست کے ہو سکتے ہیں؛ [۵۲] صحیح مسلم عن عائشہ ؓ ام المومنین؛

مکہ سے باہر چلے جاتے۔ اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا۔ اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لیگئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہونچے۔ اُنہیں فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمّٰے ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لیگئے۔ انہوں نے سارے عرب بھر میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بیحرہ بن فراس تھا۔ اُس نے دعوتِ اسلام سُن کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آجائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہو گا؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہیگا میرے بعد اُسے مقرر کریگا۔ بیحرہ بولا" خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تمہارا کام بنجائے تو مزے کوئی اور اُڑائے۔ جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضورؐ کے رفیقِ طریق ابو بکر صدیقؓ تھے۔

سوید بن صامت کا ایمان لانا انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے دعوتِ اسلام فرمائی۔ وہ بولا" شاید آپکے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے" نبی صلعم نے پوچھا" تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ بولا" حکمتِ لقمان" نبیؐ نے فرمایا" بیان کرو" اُس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سُنائے۔ نبیؐ نے فرمایا" یہ اچھا کلام ہے۔ لیکن میرے پاس قرآن ہے جو اس سے افضل تر ہے۔ اور ہدایت و نور ہے۔ اسکے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن سنایا۔ اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اُسے قتل کر ڈالا[۱]۔

---

[۱] طبری صد ۲۳۲

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا
ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انھی ایام میں ابو الحیسر انس بن رافع مکہ آیا۔ اسکے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس گئے اور جا کر فرمایا۔

"میرے پاس ایسی چیز ہے جسمیں تم سب کی بہبودی ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے" وہ بولے "ایسی کیا چیز ہے" فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں مخلوق کیطرف مبعوث ہوں۔ بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں۔ اور شرک نہ کریں۔ مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے" پھر اُنکے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھکر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا سُنتے ہی بولا "اے میری قوم! بخدا یہ تمہارے لئے اس مقصد سے بہتر ہے جس کے لئے تم یہاں آئے ہو"

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری۔ اور کہا بس چپ رہ۔ ہم اس کام کیلئے تو نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھکر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے جو اوس و خزرج میں ہوئی۔ پہلے کا ہے ایاس واپس جاکر چند روز کے بعد مرگیا۔ مرتے وقت اسکی زبان پر تسبیح و تحمید۔ تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا[1]۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

انھی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا۔ اور عرب کا مشہور افسوں گر تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ محمدؐ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اُس نے قریش سے کہا کہ میں محمدؐ کا علاج اپنے منتر سے کرسکتا ہوں۔ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا "محمدؐ! آؤ تمہیں منتر سُناؤں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] طبری صفحہ ۲۳۴۔

فرمایا کہ پہلے مجھ سے سُن لو۔ پھر آنحضرتؐ نے اُسے سنایا :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ۔

سب تعریف اللہ کے واسطے ہے ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اُسی کی اعانت چاہتے ہیں جسے خدا راہ دکھاتا ہے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھلائے اُسکی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اُسکا کوئی شریک نہیں۔ مَیں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسولؐ ہے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے "

ضماد نے اسی قدر سُنا تھا بول اٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سُنا دیجئے۔ دو تین دفعہ اُس نے انہی کلمات کو سُنا اور پھر بے اختیار بول اٹھا مَیں نے بہتیرے کاہن دیکھے۔ اور ساحر دیکھے۔ شاعر سُنے۔ لیکن ایسا کلام تو مَیں نے کسی سے بھی نہ سنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ مَیں اسلام کی بیعت کرلوں[1]

معراج

۲۷۔ رجب سنہ ۱۰ نبوت کو معراج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السمٰوات والارض کی سیر کرائی۔

اوّل مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لیگئے۔ وہاں امام بنکر جماعت انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے اور انبیاء سے اُنکے مقامات پر ملتے ہوئے سِدرۃ المنتہےٰ اور بیت معمور تک پہنچے۔ اور وہاں سے قرب حضوری خاص

[1] صحیح مسلم۔

حاصل ہوا اور گوناگوں وحی سے مشرف ہوئے۔[۵۱]

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں[۵۲]:۔

واسری بہ الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرۃ المنتہیٰ والیٰ ماشاء اللہ وکل ذلک بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ ولکن ذلک فی موطن ھو برزخ بین المثال والشہادۃ جامع لاحکامھا۔ فظھر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیۃ اجسادًا ولذلک بان لکل واقعۃ من تلک الوقائع تعبیر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصےٰ تک پھر سدرۃ المنتہےٰ تک اور جہانتک کہ خدا نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کیساتھ بیداری میں تھا۔ لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کرکے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے:

اما شق الصدر وملاہ ایمانا فحقیقتہ غلبۃ انوار الملکیۃ

(۱) صدر کا چاک کرنا۔ اُسے ایمان سے بھر دیا جانا: اسکی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا

---

۵۱ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ و معاویہ و امام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسریٰ روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراء روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراء روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم و اکمل، اشرف و اعلیٰ ہے۔ علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن و روح کیساتھ تھا۔ زاد المعاد صفحہ ۳۰۔ انتہیٰ۔ ہو کر عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آجکل ہیڈروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہاز کے اندر آدمی اڑ رہے ہیں۔ اسلئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کر رہی ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ (محمد سلیمان)

۵۲ حجۃ اللہ البالغہ ص ۳

والطفاء لهب الطبيعة وخضوعها
لما يفيض عليها من خطيرة القدس

واما ركوبه على البراق فحقيقته
استواء نفسه النطقية على نسمته
التي هي الكمال الحيواني ۔ فاستوى
راكبًا على البراق كما غلبت احكام
نفسه النطقية على البهيمية و
تسلط عليها ۔

واما سرائه الى المسجد الاقصى
فلانه محل ظهور شعائر الله و
متعلق همم الملاء الاعلى ومطمح
انظار الانبياء عليهم السلام فكانه
كوة الى الملكوت ۔

واما ملاقاته مع الانبياء
صلوات الله عليهم ومفاخرته
معهم فحقيقتها اجتماعهم من
حيث ارتباطهم بحظيرة القدس
وظهور ما اختص به من بينهم
من وجوه الكمال ۔

واما رقية الى السموات سماءً
بعد سماءٍ فحقيقته الانسلاخ

اور شعلہ طبیعت کا بجھ جانا۔ اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے
طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اس کیلئے مطیع بنجانا

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے
کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب
آجائے۔ پس آنحضرتؐ براق پر ایسی ہی خوبی
سے سوار ہوئے۔ جیسا کہ حضورؐ کے نفس انسانی
کے احکام قوتِ بہیمیہ پر غالب اور متسلط
تھے؛

(۳) مسجد اقصےٰ تک سیر اسلئے ہے کہ وہ شعائر
الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں
اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام
کے نگاہوں کی نظرگاہ ہے گویا وہ ملکوت کی
جانب ایک روزن ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات
اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس
سے انکو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہے اور
پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہائت
کاملیت اور خصوصیت کیساتھ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے ظہور ہوا ہے؛

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے
کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر

الی مستوی الرحمٰن منزلة
بعد منزلة۔ و معرفته حال
الملئکة الموکلة بها ومن لحق
بهم من افاضل البشر والتدبیر
الذی اوحاه الله فیها والاختصام
الذی یحصل فی ملاءها۔

مستویٔ رحمٰن کیطرف جانا ہے۔ نیز احوالِ ملائکہ کی معرفت
جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نیز ملائکہ اور نسل
انسانی کے اُن بزرگوں کے احوال کی شناخت جو
ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں نیز اُس تدبیرِ کلیہ کی معرفت جو
مقام مذکور میں وحی ربّانی سے بتائی گئی نیز اُن امُور کی
شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔

واما بکاء موسی فلیس بحسد
ولکن مثال لفقدہ عموم الدعوة
وبقاء کمال لم یحصله مما هو
فی وجهه۔

(۶) واضح ہو کہ گریہ موسیٰ سے حسد کا اظہار
مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ اُن کی
رسالت تمام دنیا کیلئے عام نہ تھی۔ اور اس
طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا

واما السدرة المنتهی فشجرة الکون
وترتب بعضها علی بعض واجتماعها
فی تدبیر واحد کاجتماع الشجر
فی الغاذیة والنامیة
ونحوهما ولم تتمثل
حیوانا لان التدبیر
المجمل الاجمالی الشبیهة
للسیاسة الکلی افراده و
انما اشبه الاشیاء به
الشجرة دون الحیوان
فان الحیوان فیه

(۷) سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک
وجود دوسرے وجود پر مترتب۔ اور پھر سب کے
سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں۔ جیسا کہ درخت
کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے
کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دیگئی کیونکہ
وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت
رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اور اسی لئے بہترین
مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ
ایک ہی تنہ پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں
اور پتّے ہوتے ہیں۔ اور غذا و نمو میں برابر سب
مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت پائی

قوی تفصیلیۃ و الارادۃ فیہ اصرح من سنن الطبیعۃ۔

واما الانهار فی اصلها رحمۃ فائضۃ فی الملکوت حذو الشهادۃ وحیوۃ وانما فلذالك تعین هنالك بعض الامور النافعۃ فی الشهادۃ کالنیل والفرات

واما الانوار التی عشیتها تدلیات الٰهیۃ وتدبیرات رحمانیۃ تلعلعت فی الشهادۃ حیث ما استعدت لها۔

واما البیت المعمور فحقیقتہ التجلی الالٰهی الذی یتوجہ الیہ سجدات البشر و تضرعاتها یتمثل بیتا علی حذو ما عندهم من الکعبۃ و بیت المقدس۔

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمر فاختار اللبن

نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوۃ ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں؛

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالمِ شہادت کے محاذی عالمِ ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔ اسی لئے ظاہراً چند اسبابِ نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے؛

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اُسے ڈھانپ لیا تھا۔ یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیراتِ الٰہیہ ہیں۔ جو عالمِ ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں۔ جہانتک اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے؛

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس کیطرف بندگانِ خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رُخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیساکہ لوگوں کا اِن ہردو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے؛

(۱۱) شبِ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن دُودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرتؐ نے

فقال جبریل ھدیت للفطرۃ ولو اخذت الخمر لغوت امتک فکان ھو صلے اللہ علیہ وسلم جامع امتہ ومنشاء ظھورھم وکان اللبن اختیارھم الفطرۃ والخمر اختیارھم لذات الدنیاء

وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانھا خمسون باعتبار الثواب۔ ثم اوضح اللہ مرادہ تدریجًا۔ لیعلم ان الحرج مدفوع وان النعمۃ کاملۃ وتمثل ھذا المعنی مستندًا الی موسی علیہ السلام فانہ اکثر الانبیاء معالجۃ للامۃ ومعرفتہ بسیاستھا۔

دُودھ کو پسند فرمایا۔ اور جبریلؑ نے بتلادیا۔ کہ آپنے فطرۃ اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپکی اُمت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی صلعم اپنی اُمت کو فطرت پر جمع کرنیوالے تھے۔ اور دُودھ سے مراد یہی ہے کہ اُمت فطرت کو پسند کرے۔ اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذاتِ دنیا کو پسند کرے۔[۵]

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے اور ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیونکہ جناب ممدوح اُمت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست اُمت کی شناخت میں اکثر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں ؂

[۵] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے مگر امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الملل والامم" میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ انکی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم تب معراج میں ہوا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانان اُس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکہ متاخر رہ سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۱ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص۳) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں اور شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کوئی اشکال نہیں رہ جاتی ؂

طفیل بن عمر دوسی کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ اور نواحی یمن میں انکے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر و دانشمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اُسکا استقبال کیا۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر اُسکی خدمت اور تواضع کی۔ طفیل کا اپنا بیان ہے کہ "مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ زن شوہر۔ بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دیئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سُننا۔ اور نہ خود بات چیت کرنا"

"یہ باتیں اُنہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روئی (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے چونکہ خدا کی مشیّت یہ تھی کہ اُن کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لئے میں نے سُنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپکو ملامت کرنے لگا۔ کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کونسی روک ہے کہ میں اسکی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہو گی تو مانوں گا، ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھیر گیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے۔ تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہُوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ کہ میں آنے

لوگوں کے بہکانے۔ پنبہ در گوش رہتے اور آج حضورؐ کی زبان سے کچھ سن پڑنے کا کلمہ سُنایا ۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سُنائیے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا ۔ بخدا ! مَیں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سُنا ہی نہ تھا ۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔"

الغرض طفیل اُسی وقت مسلمان ہو گیا ۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے ۔ وہ بات کی بات میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بنگیا ۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق اور ناگوار گذرا۔[۱]

ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر تیرب ہی میں تھے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی ۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا تم جاؤ ۔ مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ ۔ اور پھر مجھے بتلاؤ

انیس برادر ابُوذر ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا ۔ وہ مکہ میں آیا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ۔ پھر بھائی کو جا بتلایا کہ مَیں نے محمدؐ کو ایک ایسا شخص پایا ۔ جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے ۔

ابُوذر بولے ۔ اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی ۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے ۔ حضرت ابُوذر کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی ۔ اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے ۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے علی مرتضےٰ آئے ۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے ۔ ابُوذر بولے ہاں علی مرتضےٰ نے کہا ۔ اچھا میرے ہاں چلو ۔ یہ رات کو وہیں رہے ۔ نہ علی مرتضےٰ

[۱] مختصر زاد المعاد صفحہ ۹۳۳ و ۹۳۴ جلد اوّل ؟

نے کچھ پوچھا، نہ ابوذر نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی ابوذر پھر کعبہ میں آگئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضٰیؓ پھر آپہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔ شائد تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر بولے۔ ہاں۔ علی مرتضٰیؓ پھر ساتھ لے گئے اب اُنہوں نے پُوچھا۔ تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو۔ ابوذر نے کہا راز رکھو تو مَیں بتلا دیتا ہُوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

اُبوذر نے کہا۔ مَیں نے سُنا تھا کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپکو نبی اللہ بتلاتا ہے۔ مَیں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لیکر نہ گیا۔ اس لئے خود آیا ہُوں۔

علی مرتضٰیؓ نے کہا۔ تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو مَیں اُنہی کی خدمت میں جا رہا ہُوں۔ میرے ساتھ چلو۔ مَیں پہلے اندر جا کر دیکھ لُونگا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو مَیں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤنگا۔ گویا جُوتا کو درست کر رہا ہُوں۔

الغرض اُبوذر علی مرتضٰیؓ کے ساتھ خدمت نبویؐ میں پہنچے اور عرض کیا کہ مجھے بتلایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ اور ابُوذر اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُبوذر۔ تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے۔ تب آجانا

اُبوذر بولے۔ بخدا۔ مَیں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤنگا۔ اب ابوذر کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انہوں نے سب کو سُنا کر باآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا۔ اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کیلئے مجھے

مارنا شروع کیا۔ عباسؓ آ گئے۔ انہوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا۔ کمبختو۔ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے اگلے دن انہوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا۔ اور عباسؓ نے اُن کو چھڑا دیا۔ اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے[1]

اسباب ہجرت

سنہ ۱۱ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ[2] پر لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ اس آواز پر خدا کا نبی ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی[3] تھے اور یثرب سے آئے تھے۔ اُنکے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ انکی محبت کو خدا کیساتھ گرمایا۔ بتوں سے اُنکو نفرت دلائی۔ نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دیکر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماکر اُن کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بُت پرست تھے لیکن اُنہوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سُنا تھا کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے[4]۔ اس تعلیم سے وہ اُسی وقت ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دینِ حق کے سچے منّاد بن گئے۔

"وہ نبی" وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سناتے تھے۔ کہ وہ[5] نبی جس کا تمام عالم کو انتظار تھا

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المناقب مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی؟

[2] یہ مقام الحرا اور منیٰ کے درمیان واقع ہے؟

[3] ابوامامہ اسعد بن زرارہ۔ عوف بن الحارث۔ رافع بن مالک۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر بن نابی۔ سعد بن ربیع (استیعاب)

[4] زاد المعاد صفحہ ۳۰۳ جلد ۱؟ [5] (صفحہ ۸۰ کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو)؟

آگیا۔ ہمارے کانوں نے اُس کا کلام سُنا۔ ہماری آنکھوں نے اُس کا دیدار دیکھا اور اُس نے ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے؛

بیعتِ عقبۂ اولیٰ

اِن لوگوں کی بشارت لیجانے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال ۱۲ سنہ نبوت کو یثرب کے بارہ[۵] باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی:

اِن لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:-

بیعت کی شرطیں (۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے۔ اور کسی کو اسکا شریک نہیں بنائینگے؛

(۲) ہم چوری اور زناکاری نہیں کریں گے؛

(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے؛

---

۱ بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۹) ناظرین۔ لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کیلئے انجیل یوحنا باب اول کو ۱۹ سے ۲۸ درس تک پڑھیں۔ یوحنا (یحیٰی) نے اقرار کیا کہ مَیں مسیح نہیں ہُوں ۲۱۔ انہوں نے پوچھا کیا تو ایلیاس ہے۔ اُس نے کہا مَیں نہیں ہوں۔ پس کیا تُو "وہ نبی" ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا کہ علمائے یہود اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد وظہور کے منتظر تھے۔ (۱) ایلیاس (۲) مسیح (۳) وہ نبیؐ۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتلایا۔ اور مسیح نے یوحنا کو ایلیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں "وہ نبی" اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرت" کے خطاب سے یاد کئے گئے ہیں۔ اگر آنحضرتؐ "وہ نبی" نہیں تو پادری بتلائیں کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہُوا؟؛

۵ (۱) ابو امامہ۔ (۲) عوف بن الحارث۔ (۳) رافع بن مالک۔ (۴) قطبہ بن عامر۔ (۵) عقبہ بن عامر۔ (۶) معاذ بن حرث۔ (۷) ذکوان بن عبد قیس۔ (۸) خالد بن مخلد۔ (۹) عبادہ بن صامت۔ (۱۰) عباس بن عبادہ۔ (۱۱) ابو الہیثم۔ (۱۲) عویم بن ساعدہ؛

(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائینگے اور نہ کسی کی چغلی کیا کرینگے؛

(۵) ہم نبیؐ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کرینگے :

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرتؐ نے اُن کی تعلیم کیلئے مصعب بن عمیرؓ کو

مصعب بن عمیرؓ

ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب اُن کو اسلام کی طفیل رُوحانی عیش حاصل ہُوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو اُنہوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں اُنکے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے؛

بیعتِ عقبۂ ثانیہ

مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زرارہ کے گھر جا کر اُترے تھے۔ اور اُن کو مدینے والے اَلْمقری[۱] (پڑھانے والا۔ اُستاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعبؓ و اسعدؓ اور چند مسلمان بیر مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کیلئے کہ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے؛

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے۔ اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہیں بھی خبر ہوئی۔ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا۔

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آکر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ انہیں جھڑک دو اور کہہ دو کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۵؛

آئیں ۔ میں خود ایسا کرتا ۔ مگر اس لئے خاموش ہوں کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے "

اُسید بن حصیر اپنا ہتھیار لیکر روانہ ہوا ۔ اسعد نے مصعبؓ کو کہا ۔ دیکھو یہ قبیلے کا سردار آرہا ہے ۔ خدا کرے کہ وہ تیری بات مان جائے ۔ مصعب نے کہا کہ اگر وہ آکر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کرونگا ۔ اتنے میں اُسید آپہنچا ۔ اور کھڑا کھڑا گالیاں دینا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو ۔

مصعبؓ کے وعظ پر اُسید کا ایمان لانا

مصعبؓ نے کہا ۔ کاش ۔ آپ بیٹھ کر کچھ سُن لیں ۔ اگر پسند آئے ۔ قبول فرمائیں ۔ ناپسند ہو تو اُسے چھوڑ جائیں ۔ اُسید نے کہا ۔ خیر ۔ کیا مضائقہ ہے ۔ مصعبؓ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اُسے قرآن مجید بھی پڑھکر سنایا ۔ اُسید نے سب کچھ چپ چاپ سُنا ۔ بالآخر کہا ۔ ہاں یہ تو بتلاؤ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے ۔ تو تم کیا کرتے ہو ۔

اُنہوں نے کہا ۔ نہلا کر ۔ پاک کپڑے پہنا کر ۔ کلمہ شہادت پڑھا دیتے ۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں ۔ اُسید اُٹھا ۔ کپڑے دھوئے ۔ کلمہ شہادت پڑھا ۔ اور نفل ادا کئے پھر کہا ۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے ۔ اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا ۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہیگا ۔ اور میں جاکر ابھی تمہارے پاس اُسے بھیج دیتا ہوں ۔ اُسید یہ کہکر چلا گیا ۔ اُدھر سعد بن معاذ اُس کے انتظار میں تھا ۔ دُور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا ۔ دیکھو ۔ اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا ۔ جب اُسید آبیٹھا ۔ تو سعد نے پوچھا ۔ کہ کیا ہوئی ؟ اُسید بولا میں نے انہیں سمجھا دیا ہے ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری منشاء کے خلاف کچھ نہ کرینگے ۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا ۔ بنو حارثہ وہاں آگئے تھے اور وہ اسعد بن زرارہ کو اسلئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے ۔ یہ سُنکر سعد بن معاذ غصہ

مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا

میں بھر گیا ۔ اور اپنا حربہ سنبھال کے کھڑا ہو گیا ۔ اُسے ڈر تھا ۔ کہ بنو حارثہ اُس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں ۔ اس لئے چلتے وقت یہ

بھی کہا۔ کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے۔ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعبؓ و اسعد دونوں باطمینان بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد سمجھا کہ اسید نے مجھے ان کی باتیں سُننے کیلئے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہیں گالیاں دینے لگا۔ اور اسعد کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمہاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلّے میں چلے آتے۔ اسعد نے مصعبؓ سے کہا۔ دیکھو یہ بڑے سردار ہیں۔ اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائینگے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا۔ آئیے۔ بیٹھ جائیے۔ کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے۔ تو قبول فرمائیے۔ ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھکر بیٹھ گیا۔ مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ اور قرآن مجید بھی سنایا۔ آخر سعد نے بھی وُہی سوال کیا۔ جو اُسید نے کیا تھا۔ الغرض سعد اٹھا۔ نہایا۔ کپڑے دہوئے۔ کلمہ پڑھا۔ نفل ادا کئے۔ اور ہتھیار لیکر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا۔

اے بنی عبدالاشہل۔ تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب نے کہا۔ تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے۔ تمہاری تلاش بہتر او اعلیٰ ہوتی ہے۔

سعد بولا سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ مَیں اُس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہُوں۔ جبتک کہ وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہُوا اس کے کہنے کا اثر یہ ہُوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا۔ اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔

مصعبؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اگلے سال ۱۳ سنہ نبوّت کو ۷۳ مرد۔ ۲ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ اُن کو یثرب کے اہل ایمان نے اسلئے بھی بھیجا تھا کہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور نبیؐ سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راستبازوں کا گروہ اُسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پُہنچ گیا۔ اور خدا کا برگزیدہ رسولؐ بھی اپنے چچا عباس کو ساتھ لئے ہوئے وہاں جا پُہنچا[۵۱]۔

حضرت عباس نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ اُنہوں نے کہا لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو۔ تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا۔ سُرخ و سیاہ لڑائیوں[۵۲] کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔

ان راستبازوں نے عباس کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضورؐ کچھ ارشاد فرمائیں۔

عقبہ ثانیہ پر آنحضرتؐ کا وعظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خدا کا کلام جو خدا کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھکر سُنایا۔ جس کے سُننے سے وہ ایمان و ایقان کے نُور سے بھرپُور ہو گئے۔

اب سب لوگوں نے عرض کی۔ کہ خدا کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بسے۔ تاکہ ہمیں پُورا پُورا فیض حاصل ہو سکے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

(۱) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پُوری پُوری مدد کرو گے؟۔

(۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسُوں۔ کیا تم میری اور میرے ساتھیوں

---

۵۱ طبری صفحہ ۱۲۲۴

۵۲ سُرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے

کی حمایت اپنے اہل وعیال کی، کیا کرو گے۔

ایمان والوں نے پوچھا۔ ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملیگا[۵۱]؟

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے)۔

ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسول۔ یہ تو ہماری تسلی فرمادیجئے کہ حضورؐ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں میرا جینا میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اِس آخری فقرے کا سُننا تھا کہ عاشقانِ صداقت عجب سرور ونشاط کیسا تھ جان نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے[۵۲]۔ براء بن معرورہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا۔ اور چیخ کر اہلِ مکہ کو پکار کر کہا۔ لوگو! آؤ۔ دیکھو کہ محمدؐ اور اُسکے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ نے کہا۔ اگر حضور کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوھر دکھا دیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں[۵۳]۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ نقیب

اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ۱۲ شخصوں کا انتخاب کیا۔ اور اُن کا نام نقیب رکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسےٰ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چُن لیا تھا۔ اِسی طرح مَیں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ تم اہل یثرب میں جاکر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں مَیں خود یہ

---

۵۱ دیکھو پطرس کا سوال مسیح سے۔ متی ۱۹۔ ۲۷۔

۵۲ وہ نوشتہ پورا ہوا کہ "نور تاریکی میں چمکتا ہے"۔ انجیل یوحنا ۵ باب ۱۔

۵۳ زاد المعاد جلد ۱۔ صفحہ ۳۰۴۔

کام کروں گا۔

ان کے نام یہ ہیں ۔

قبیلہ خزرج کے ۹۔ اسعد بن زرارہ ۔ رافع بن مالک ۔ عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن ربیع ۔ منذر بن عمرو ۔ عبداللہ بن رواحہ ۔ براء بن معرور ۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام ۔ سعد بن عبادہ ۔

قبیلہ اوس کے تین ۔ اسید بن حضیر ۔ سعد بن خثیمہ ۔ ابو الہیثم بن تیہان ۔

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی ۔ وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہوچکا تھا ۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو وہاں پایا ۔ منذر تو بھاگ گیا

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

اور ان کے ہاتھ نہ آیا ۔ مگر سعد بن عبادہ کو انہوں نے پکڑ لیا ۔ اس کی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں ۔ مکہ میں لاکر اسے مارتے اور اسکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے ۔ یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں ۔ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ۱۲ ۔ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھیرایا تھا ۔ انکا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انہیں زدوکوب کررہے تھے ۔ تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا ۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہوسکتی ہے ۔ تو وہ یہی ہوگا ۔ جب وہ میرے پاس آگیا ۔ تو اس نے نہایت زور سے منہ پر طمانچہ لگایا ۔ اس وقت مجھے یقین آگیا ۔ کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ۔ جس سے امید خیر کی جاسکے ۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا ۔ اس نے میرے حال پر ترس کھایا ۔ اور کہا ۔ کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائگیت حاصل نہیں ۔ اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں؟ میں نے کہا ۔ ہاں ۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں

وہ تجارت کے لئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں۔ اور میں نے بارہا اُن کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا کہ پھر اُنہی دونوں کے نام کی دُہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیئے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وُہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا۔ اور اُنہیں بتلایا۔ کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے۔ اور وہ تمہارا نام لے کر تمہیں پکار رہا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔ اس نے بتلایا۔ سعد بن عبادہ؛ وہ بولے ہاں۔ اس کا ہم پر احسان بھی ہے۔ اُنہوں نے آکر سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیا۔

مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنے کی اجازت ملگئی

عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلّے اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو ابھی مکّہ سے باہر نہ گئے تھے لیکن جن پر اب اتنے ظلم وستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن اُن کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش واقارب۔ باپ بھائی۔ زن وفرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پُوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت کرنے والوں۔ اور گھر چھوڑ کر جانے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

ہجرت میں دشواریاں

(۱) صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے۔ تو کفار نے انہیں آگھیرا۔ کہا۔ صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا۔ تو مفلس وقلاش تھا۔ یہاں ٹھیر کر

فٹ سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اسلام کیسا تھا ہی خدا کیطرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمایش۔ قوم وملک کی عداوت کی آزمائش۔ ضرر جسمانی نقصان مالی کی آزمایش وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کوئی شخص ان آزمایشوں پر پُورا اُترتا ہے تب وہ خدا کے اُس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ جو قرآن، ورانجیل وتوراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی۔ کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمایشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمر ثابت ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ بزورِ شمشیر مسلمان کئے گئے تھے؟ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزورِ شمشیر

تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لیکر چلا جائے یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیبؓ نے کہا۔ اچھا۔ اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں۔ تب مجھے تم جانے دوگے؟

قریش بولے۔ ہاں۔

حضرت صہیبؓ نے سارا مال اُنہیں دیدیا۔ اور یثرب کو روانہ ہوگئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنکر فرمایا کہ اس سودے میں صہیبؓ نے نفع کمایا۔[1]

(۲) حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں۔ میرے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے۔ تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہ کو گھیر لیا۔ کہا تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبدالاسد بھی آگئے۔ انہوں نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے تو نہیں لیجا سکتا۔ غرض انہوں نے ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لیکر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبدالاسد تو گود کے بچّہ کو ماں سے چھین کر لیگئے۔ اور بنو مغیرہ ام سلمہ کو لے آئے۔ ابو سلمہ جو دین کے لئے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا۔ زن و بچّہ کے بغیر روانہ ہوگیا۔

اُم سلمہ روز شام کو اُسی جگہ جہاں بچّہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی، پُہنچ جاتی گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتی۔ ایک سال ہی طرح روتے چلّاتے گذر گیا۔ آخر انکے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا۔ اور ہر دو قبائل سے کہہ سُنکر اُم سلمہ کو اجازت دلادی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچّہ بھی اُن کو واپس دیدیا گیا۔ اُم سلمہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تن تنہا چل دیں۔[2]

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۸۔ صہیبؓ نے شوال ۳۸ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ میں وفات پائی۔ [2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۹

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضہ کا بیان ہے کہ عیاش اور ہشام صحابی بھی انکے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے مگر ہشام بن عاصی کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ اُن کو قریش نے قید کر دیا!

عیاش مدینہ جا پہنچے تھے۔ کہ ابوجہل معہ اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش اُنکے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینوں کی ایک ماں تھی۔

ابوجہل و حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اُس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کرونگی' نہ سایہ میں بیٹھونگی اسلئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دیکر آجانا۔

عمر فاروق رضہ نے کہا۔ عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر میں کوئی جُوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کریگی۔ اور مکہ کی دُھوپ نے ذرا خبر لی' تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیئے۔

عیاش بولے۔ نہیں میں والدہ کی قسم پوری کرکے واپس آجاؤنگا۔

عمر فاروق رضہ۔ اچھا۔ اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لئے میری ناقہ لیجاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گذرے تو تم اس ناقہ پر باآسانی انکی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔

عیاش نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابوجہل نے کہا۔ بھائی۔ ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرالو۔ عیاش بولا۔ بہتر۔ جب عیاش نے ناقہ بٹھلائی۔ تو دونو بھائیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ مُشکیں کس لیں۔ اور مکہ میں اسی طرح لیکر داخل ہوئے۔ یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو۔ بیوقوفوں احمقوں کو یُوں سزا

دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضورؐ کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شبا شب نکال کر لے گئے۔[۱]

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلا و امتحان کے آسان نہ تھا۔

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے۔ اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابوبکرؓ و علیؓ ہی باقی رہے۔ تو قریشِ مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ کے قتل کر دینے کا اچھا موقعہ ہے۔

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کیلئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس ہوا

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لئے دار الندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ دار الندوہ کو قصئی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوانِ پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آ کر شامل ہوا تھا۔ اور قریش کے مشہور مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور مشہور سردار موجود تھے۔

(۱) بنو عبد شمس میں سے۔ شیبہ و عتبہ۔ فرزندان ربیعہ۔ اور ابوسفیان بن حرب۔

(۲) بنو نوفل میں سے۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر۔

(۳) بنو عبد الدار میں سے۔ نضر بن حارث بن کلدہ۔

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۴۷۔ جلد اوّل۔

(۴) بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے۔ ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام؛

(۵) بنو مخزوم میں سے ابو جہل بن ہشام۔

(۶) بنو سہم میں سے۔ نبیہ و منبہ فرزندان حجاج۔

(۷) بنو جمح میں سے۔ امیہ بن خلف[1]۔

ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ تیغہ کر دو۔ تاکہ یہ بھی زہیر و نابغہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے۔

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہیگی۔ مسلمان اسے بھی چھڑا لیجائینگے۔ اور طاقت پاکر تمہیں بھی فنا کر دینگے۔

دوسرا بولا۔ ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے۔ کہیں رہے۔ جئے خواہ مرے۔

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمدؐ کی دلآویز باتوں کو بھول گئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ وہ جس سے بات کرتا ہے۔ اسی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائیگا۔ وہیں کے باشندے اس کے ساتھ لگ جائیں گے۔ اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی کے قتل کی تدبیر قاتلان کے انتخاب کا طریق آخر ابو جہل نے ایسی تدبیر بتلائی۔ جسے

---

[1] قرآن مجید میں ہے یکیدون کیداً و اکید کیداً۔ فمھل الکافرین امھلھم رویداً۔ وہ تدبیریں کرتے ہیں اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبیؐ آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجئے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھئے۔ کہ گیارہ سردار۔ ایک دن (جنگ بدر) قتل ہوئے تھے اور تین ابو سفیان بن حرب (جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام جو قتل سے بچے۔ وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی :-

(۱) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے۔

(۲) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں۔

(۳) جب محمدؐ صبح کی نماز کے لئے باہر نکلے۔ اُس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اُس پر وار کریں۔ اور اس کی بوٹی بوٹی کر دیں۔

اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا گیا۔ کہ جب قتل میں تمام قبیلے شامل ہونگے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکیگا۔ اور نہ محمدؐ کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اٹھا سکیں گے؛

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھئے۔ کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آگھیرا۔ اُس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا " تم میرے بستر پہ میری چادر لیکر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تیرا بال بیکا نہ کر سکیگا " حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے۔ اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا۔ اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہُوا اور سورہ یٰسٓ پڑھتا ہُوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا[ف]۔ یہ واقعہ ۲۷۔ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲۔ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔

خدا کا نبی پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اُنہوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں

ف خدا کے برگزیدہ داؤد سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشابہت۔ داؤد کھڑکی سے بھاگ کے بچ رہا۔ میکل نے ایک پتلا پلنگ پر لٹا رکھا۔ اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ۔ اور اوپر سے چادر اوڑھادی اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤد کے پکڑنے کو بھیجے تو یہ بولی کہ وہ بیمار ہے الخ کتاب سموئیل ۱۹ باب ۱۲-۱۳-۱۴ درس؛

کے تھیلے کا منہ باندھا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا نکیلے پتھر نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے۔ اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکرؓ نے نبی صلعم کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے۔ ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے۔ اور پھر عرض کیا کہ حضورؐ بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی۔ حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انہیں پہچانا۔ پوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے؟ علیؓ نے جواب دیا' مجھے کیا خبر۔ کیا میرا پہرہ تھا' تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر تک حبس بے جا میں رکھا آخر چھوڑ دیا۔[1]

اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابوبکرؓ باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔ وہ بولی۔ بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بدزبان و درشت خو۔ ابوجہل نے ایسا تپانچہ کھینچ کر مارا۔ کہ اسماءؓ کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔[2]

ایک لڑکی کی ایمانی قوت ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا لیگئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے۔ والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ[3] نے

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۵۔ [2] طبری صفحہ ۲۴۷۔
[3] ابوقحافہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں۔

کہا۔ بیٹی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ابوبکرؓ نے تم کو دوہری تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا۔ اور نقد مال بھی ساتھ لے گیا۔

اسماء بولیں۔ نہیں دادا جان۔ وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔

اسماء نے یک پتھر لیا۔ اسپر کپڑا لپیٹا۔ اور جس گڑھے میں روپیہ ہؤا کرتا تھا۔ وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر پہنچی۔ ابوقحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے اُسے ٹٹولا۔ اور پھر کہا۔

خیر۔ جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے۔ تو اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے کافی انتظام کر گیا ہے۔

اسماء کہتی ہیں کہ یہ تدبیر مَیں نے بوڑھے دادا صاحب کے اطمینانِ قلب کے لئے کی تھی۔ ورنہ والدِ بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے) ساتھ لے گئے تھے[۵۱]

یہ چاند اور سورج دونوں تین[۵۲] روز تک اُسی غار میں رہے۔ رات کی تاریکی میں اسماء بنت ابوبکرؓ گھر سے روٹی دے جاتی۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ اہل مکہ کی باتیں سنا[۵۳] جاتا۔ عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہؓ کے بھائی کا غلام تھا۔ اور جسکے

غار کا قیام

پاس ابوبکرؓ کا ریوڑ تھا۔ وہاں بکریاں لے آتا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دودھ بقدرِ ضرورت لے لیتے۔ اور وہ پھر ریوڑ سے آنیوالوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا[۵۴]۔

خدا نے ابوبکرؓ کے اِس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیّتِ الٰہی میں نبی واصل تھے۔ اُسی میں ابوبکرؓ کو بھی شامل کر دیا۔

---

[۵۱] ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۳۔ [۵۲] یوحنا نبی نے داؤد کو کہا۔ جب تیری غیر حاضری پر تین دن گذر جائیں تو تو وہاں جا بیٹھو اسموئیل باب ۲۰ درس ۱۹۔ [۵۳] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۷۰۔
[۵۴] بخاری عن عائشہ۔ کتاب المغازی صفحہ ۱۷ و باب ہجرت۔

غار سے روانگی چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آگئیں جن کو اسی سفر کے لئے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ۔ دوسری پر عامرؓ بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاوّل روز دوشنبہ (۹۔ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔

ہجرت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائیبل میں موجود ہیں۔ نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الٰہی کی معیت کا ظہور ہوا جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیل راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا جب حضورؐ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحل سمندر کے درمیانی میدان سے گذر رہے تھے۔ تب سراقہ بن جعشم نے حضورؐ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی جو سراقہ کا برادر زادہ ہے' بیان کرتا ہے۔

سراقہ خود سر پر لگائے۔ نیزہ تانے۔ بدن پر ہتھیار سجائے' اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا۔ کہ اُسکی نظر حضورؐ پر پڑ گئی۔ اُس نے سمجھا کہ یہ کامیاب ہوگیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اُٹھا۔ گھوڑی کو اُٹھایا۔ سوار ہوا۔ پھر چلا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لَو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے۔ کہ حضورؐ کو دشمن کے قریب پہنچنے کی اطلاع عرض کی گئی۔ فرمایا "الٰہی ہمیں اسکے شر سے بچا"۔ اِدھر جب الفاظِ مبارکہ زبان سے نکلے' اُدھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھس گئے۔ سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظتِ الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اُس نے عاجزانہ الفاظ میں اپنی جان کی امان مانگی۔ امان دیگئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ اب میں ہر ایک

حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہونگا۔ پھر اُس کی درخواست اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے اُسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا۔[۵۱]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گذر خیمہ ام معبد پر ہُوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ سیر راہ پانی پلایا کرتی تھی۔ اور مسافر وہاں ٹھیر کر سستایا کرتے تھے۔

یہاں پہنچکر بوڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی۔ تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

خیمہ ام معبد پر آنحضرتؐ کا آرام لینا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ پوچھا۔ یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا "کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اجازت ہے کہ ہم اِسے دوھ لیں"؟

ام معبد نے کہا "اگر حضورؐ کو دُودھ معلوم ہوتا ہے تو دوھ لیجئے"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، برتن مانگا۔ وہ ایسا بھر گیا کہ دُودھ اُچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دُودھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا برتن بھر گیا۔ یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری دفعہ پھر برتن بھرا گیا۔ اور وہ ام معبد

[۵۱] صحیح بخاری۔ سراقہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کنانی ہے۔ ملاقہ رابغ پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سراقہ اُسوقت تیری کیا شان ہوگی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائینگے۔ سراقہ واقعہ اُحد کے بعد مسلمان ہُوا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہُوا۔ اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات فاروق کے سامنے پیش ہوئے۔ تو امیر المومنینؓ نے سراقہ کو بلایا۔ اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسریٰ پہنا دیئے اور زبان سے فرمایا "اللہ اکبر۔ اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں

کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا۔ اور یہ دودھ اُن کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وُہی صاحب قریشی معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا ذرا تم اس کی توصیف تو کرو۔

ام معبد بولی :-

حُلیہ مُبارک آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم

ام معبد نے آنحضرت کا حلیہ بیان کیا

ظاهر الوضاءة۔ ابلج الوجه حسن الخلق۔ لم تعبه ثجلة و لم تزربه صعلة وسيمٌ۔ قسيمٌ فی عينيه دعج۔ وفی اشعاره وطف و فی صوته صحل۔ وفی عنقه سطع احور۔ اكحل۔ ازج۔ اقرن۔ شديد سواد الشعار۔ اذا صمت علاه الوقار۔ وان تكلم علاه البها اجمل الناس وابهاهم من بعيد۔ واحسنه۔ و احلاه من قريب حلو المنطق۔ فصل۔ لا نزر۔ ولا هذر۔ كان منطقه خرزات۔ نظم يتحدرن ربعة لا يقتحمه عين من قصر۔ ولا

پاکیزہ رو۔ کشادہ چہرہ۔ پسندیدہ خو۔ نہ توند نکلی ہوئی۔ نہ چندیا کے بال گرے ہوئے۔ زیبا صاحب جمال۔ آنکھیں سیاہ و فراخ۔ بال لمبے اور گھنے۔

آواز میں بھاری پن۔ بلند گردن۔ روشن مردمک۔ سرمگیں چشم۔ باریک و پیوستہ ابرو۔ سیاہ گھنگریالے بال۔ خاموش وقار کے ساتھ۔ گویا دل بستگی لئے ہوئے۔ دُور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب۔ قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ کلام کمی و بیشی الفاظ سے مبرا۔ تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی۔ میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ

يشناء من طول غصن بين غصنين	آنکھ اُس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی
فهو انضر الثلثة منظراً واحسنهم	تازہ شاخ۔ زیبندہ منظر۔ والا قدر۔ رفیق ایسے
قدراً له رفقاء يحفون به اذا	کہ ہر وقت اُس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔
قال استمعوا لقوله واذا امر	جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سُنتے ہیں
تبادروا الى امره۔ محفود محشود	جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کیلئے جھپٹتے ہیں مخدوم
لا عابس ولا متغد۔	مطاع۔ نہ کوتہ سخن۔ نہ فضول گو۔"

یہ صفت سُن کر وہ بولا۔ کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے۔ اور مَیں اُسے ضرور جا کر ملوں گا۔[1]

نبوّت کے تیرہ سال مکّہ میں

سابقین واوّلین کی شان جس طرح گزرے۔ اُن کا مختصر حال یہ تھا۔ جو لکھا گیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں :۔

(۱) علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ عمرؓ کی شان کے بزرگوا تھے۔ جنکی علمی فضیلت عملی کشش وطاقت۔ روشنضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چار دانگ عالم کی رہنمائی کی

(۲) یا مصعب بن عمیر جعفر طیار۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے۔ جنہوں نے یثرب وحبش ونجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

(۳) یا عبداللہ بن مسعود وعبدالرحمن بن عوف کے منصب کے تھے جنکی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

(۴) یا زبیر وطلحہ وعمار یاسر کے درجے کے۔ جن کی جان نثاری وحق پسندی

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۰ جلد اول۔ مکہ سے باہر کی غیر مسلم قبائل میں آنحضرتؐ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے

کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

(۵) یا بلال۔ سمیہ۔ یاسر اور کعب۔ خباب کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا۔

(۶) یا سکران۔ شموس۔ ام حبیبہ و خنیس کے حوصلے کے۔ جنہوں نے دین حقہ کے خویش و اقارب۔ وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔

(۷) یا لبید اور سوید بن صامت الملقب کامل و اُنیس برادر ابوذر جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو کر لیتے تھے۔ اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان۔ معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔

اِنہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا۔ جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہُوا تھا۔ اور اس طفیل کے طفیل اُس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔

(۲) ابُوذر غفاری۔ اُن کا بھائی اُنیس۔ اُن کی ماں۔ اور نصف قبیلہ غفار۔

(۳) عیسائیان نجران میں سے ۲۰ کس۔

(۴) ضماد الازدی یمن کا مشہور کاہن۔

(۵) قبیلہ بنی الاشہل۔

(۶) تمیم و نعیم اور کچھ باشندگانِ ملک شام۔

(۷) حبش کے بہت لوگ۔ وغیرہ وغیرہ۔

اثناء راہ میں بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم یثرب کو جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے

آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا۔ اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ اور حضورؐ سے ہمکلام ہونے کا موقعہ بھی ملا۔ تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی۔ جسکا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ۔ صلح کا حامی۔ دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوام ملے۔ یہ شام سے آ رہے تھے۔ اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی اُن کے ساتھ تھا۔ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچات پیش کئے[1]۔

قبا میں پہنچنا ۸۔ ربیع الاول[2] ۱۳ سنہ نبوت روز دوشنبہ[3] (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) مطابق ۱۰۔ تشری ۳۸۳۴ یہود تھی کہ خدا کا نبیؐ قبا میں پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سُنا تھا کہ آنحضرتؐ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سرِراہ ہمہ چشم بنکر بیٹھ جاتے۔ اور جبتک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے۔ کہ حضورؐ پہنچ گئے۔ اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہوگئے۔ اور خیر مقدم، اللہ اکبر کے ترانے لگاتے ہوئے، آفتاب رسالت کے گرداگرد نوخیز شعاعوں کی طرح جمع ہوگئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے، جنہوں نے ہنوز دیدارِ پُرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں نبی اللہ اور حضورؐ کے رفیق ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہوجاتا تھا۔ حضرت صدیقؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے۔ اور سر مبارک پر سایہ کرکے کھڑے ہو گئے۔

خدا کا رسولؐ پنجشنبہ تک یہاں ٹھیرا۔ اور اس سہ روزہ قیام ہی میں سب

[1] بخاری عن عروۃ ھجرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ [2] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ۔ [3] صحیح بخاری باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

سے پہلا کام یہاں[1] یہ کیا۔ کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

اسی جگہ شیرِ خدا علی مرتضٰے بھی مکہ سے پا پیادہ سفر کرتے ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضؓ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی صلعم اس لئے ٹھیر گئے تھے۔ کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے گھر میں موجود تھیں، وہ مالکوں کو واپس کردی جائیں۔

۱۲۔ ربیع الاول سنہ ہجرت[2] کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

خطبہ

خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اوّل جمعۃ جمعہا بالمدینۃ فی بنی سالم بن عوف۔

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہ و او من بہ ولا اکفرہٗ واعادی من یکفرہٗ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر کے بنی سالم بن عوف میں حضورؐ نے پڑھا تھا۔

حمد و ستائش خدا کے لئے ہے میں اُسکی حمد کرتا ہوں۔ مدد، بخشش اور ہدایت اُسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اُسی پر ہے۔ میں اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔

---

[1] تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۱۵۲ جلد ۸۔ مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

[2] مطابق ۲۷۔ دسمبر ۶۲۲ء زاد المعاد صفحہ ۲۵ میں ۱۲ ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔

لا شریک لہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ارسلہ بالھدیٰ والنور والموعظۃ علیٰ فترۃ من الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنوٍّ من الساعۃ وقرب من الاجل۔ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فقد غویٰ وفرط وضل ضلالاً بعیداً۔ واوصیکم بتقوی اللہ فانہ خیر ما اوصی بہ مسلم المسلم ان یحضہ علی الاخرۃ وان یامرہ بتقوی اللہ۔ فاحذروا ما حذرکم اللہ من نفسہ ولا افضل من ذلک نصیحۃ ولا افضل من ذلک ذکرا۔ وان تقوی اللہ لمن عمل علی وجل ومخافۃ من ربہ عون صدق علی ما تبغون

وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔
اُسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا تھا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اُسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وُہی راہ یاب ہے اور جس نے اُنکا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا۔ اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! مَیں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ "بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے' یہ ہے کہ اُسے آخرت کیلئے آمادہ کرے۔ اور اللہ سے تقوے کیلئے کہے"۔ لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے اُن سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھکر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھکر کوئی ذکر ہے۔
یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کرتا ہے۔ تقویٰ[1] بہترین مددثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کر لیگا

[1] تقوٰے۔ اس انسانی ملکہ کا نام ہے جو انسان کو منہیات و منکرات سے روک دیتا ہے (از محیط المحیط)

من الامر الآخرة ومن یصلح الذی بینہ وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ۔ لا ینوی بذلک الا وجہ اللہ یکن لہ ذکرا فی عاجل امرہ وذخرا فی ما بعد الموت۔ حین یفتقر المرء الی ما قدم۔ وما کان سوی ذلک۔ یود لو ان بینہ وبینہا امدا بعیدا۔ ویحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد والذی صدق قولہ وانجز وعدہ لاخلف لذلک فانہ۔ یقول عزوجل۔ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ فاتقوا اللہ فی عاجل امرکم واجلہ فی السر والعلانیۃ فانہ من یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا ومن یتق اللہ فقد فاز فوزا عظیما وان تقوی اللہ توقی مقتہ ویوقی عقوبتہ ویوقی سخطہ وان تقوی اللہ یبیض الوجوہ ویرضی الرب ویرفع الدرجۃ۔

اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہو گی تو ایسا کرنا اُس کے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جبکہ انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) "انسان پسند کریگا کہ اُس کے اعمال اُس سے دُور ہی رکھے جائیں۔ خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے"۔ اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا۔ اور اس کے وعدوں کو پُورا کیا۔ تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے"۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر و خفیہ کاموں میں اللہ سے تقوی کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقوی والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقوی والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائینگے۔ یہ تقوی ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقوی ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

حذ واحظكم ولا تفرطوا في
جنب الله - قد علمكم الله كتابه
ونهج لكم سبيله ليعلم الذين
صدقوا ويعلم الكاذبين فاحسنوا
كما احسن الله اليكم وعادوا اعداء
الله وجاهدوا في الله حق جهاده
هو اجتباكم وسماكم المسلمين۔
ليهلك من هلك عن بينة
ويحيى من حي عن بينة و
لا قوة الا بالله فاكثروا ذكر
الله واعملوا لما بعد اليوم فانه
من يصلح ما بينه وبين الله
يكفه الله ما بينه وبين
الناس ذلك بان الله يقضي
على الناس ولا يقضون عليه
ويملك من الناس ولا يملكون
منه - الله اكبر ولا قوة
الا بالله العظيم۔

مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت
نہ کرو۔ خدا نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب سکھلائی اور
اپنا رستہ دکھلایا ہے کہ راستبازوں اور کاذبوں کو
الگ الگ کردیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ
عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو
اور جو خدا کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے
رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔
اسی لئے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا
ہے۔ تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو
اور زندگی پانیوالا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے
اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا
ذکر کرو اور آئندہ زندگی کیلئے عمل کرو۔ کیونکہ جو شخص
اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کرلیتا ہے
اللہ تعالیٰ اسکے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ
کو درست کردیتا ہے۔ ہاں خدا بندوں پر حکم چلاتا
ہے اور اسپر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا
مالک ہے، اور بندوں کو اسپر کچھ اختیار نہیں۔ خدا سب سے
بڑا ہے، اور ہمکو نیکی کرنے کی، طاقت اسی عظمت والے
سے ملتی ہے؎

مدینہ کا داخلہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یثرب کے جنوبی جانب سے
شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہوگیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔

؎ تاریخ الملل والامم طبری رح

داخلہ عجیب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے نورِ خدا کا جلوہ دیکھنے کیلئے سراپا چشم بن گئے تھے۔ تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھکر اہلِ کتاب کے عالم سمجھ گئے۔ کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھُلا۔

"اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران[۱] سے آیا۔ اُس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی"

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اُس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں:-

اشرق البدر علینا	اُن پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[۳] الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعیٰ للہ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

۱ مجموعہ بائیبل میں جتنی کتابیں ہیں پہلے انبیا کی ہیں۔ اُن میں مکہ کا نام فاران ہے کیونکہ اس جگہ پر فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدایش ۲۱ باب ۲۱ درس میں ہے "اسمٰعیل فاران کے بیابان میں رہا" قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ "فاران مکہ کا نام ہے" فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد ۱۰ باب ۱۲ درس اور کتاب استثنائے ۳۳ باب ۲ درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالجات سے بصراحت ثابت ہے کہ "فاران مکہ کا نام ہے"

۲ کتاب یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ درس میں ہے کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے۔ مدینہ کا نام انبیاء سابق کی کتابوں میں سلع ہے۔ مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جسکا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے

۳ ثنیات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ ابو ثنیۃ الجابر۔ ثنیۃ مروان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیۃ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہانتک چھوڑنے آیا کرتے تھے اسلئے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ ۵-۴۲-۱۱ میں ہے

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے وہی ہیں جنہوں نے سنہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ نبوت میں مکہ معظمہ پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں۔ جو مصعب بن عمیر یا ابن مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہوگئے تھے۔

بزرگ انصار[1] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی۔ اسلام کے ایسے فدائی مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجر ننگی تلواروں[2] کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچاکر

---

[1] انصار کے معنے مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنیوالے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

[2] یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے۔

"۱۳۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹوگے۔ اے ددانیوں کے قافلو"

"۱۴۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو"

"۱۵۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے۔ ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے۔ اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"

"۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو فرمایا۔ ہنوز ایک برس۔ ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی"

"۱۷۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچاکر بھاگے تھے۔ اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں ددانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ انکا استقبال کریں اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیم ؑ کے پوتے یقسان کے بیٹے۔ سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مؤرخ ابن خلدون نے اُسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی پیشگوئی ہے کہ انکے مددگار نسل ددان سے ہونگے جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیل ؑ کے آٹھویں فرزند کا جنکی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے۔ یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار والے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسمٰعیل ؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایکسال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائینگے اور انکی شوکت کم ہوجائیگی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا۔ جسمیں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے۔ اور انکے رعب داب حشمت عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں

بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اُسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لیجاتا۔ مکان۔ اسباب۔ روپیہ۔ زمین۔ مویشی۔ غرض جو کچھ اسکی ملک میں ہوتا۔ اُس کا آدھا حصہ اُسی دن تقسیم کر کے دیدیتا۔ اور پھر رات دن اُسکی خدمت کیلئے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ خدا نے دین کے ایک بھائی کو اُس کا حصہ دار بنایا۔

مکّہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ

مکّہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی۔ اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بُت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بُت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنونضیر۔ بنوقینقاع۔ بنوقریظہ تھے۔ جو اپنے جُداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تجارت اور سُودخواری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔

یہودِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

جب سے خدا کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت[لے] سنائی تھی۔ کہ خدا موسیٰ کے بھائیوں میں سے موسیٰ جیسا

[لے] کتاب استثناء ۱۸ باب کا ۱۵ درس یہ ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" اسی باب کے ۱۸ و ۱۹ درس زیادہ صاف ہیں وہ یہ ہیں "۱۸۔ میں اُن کیلئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہے گا" ۱۹" اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سُنیگا۔ تو میں اس کا حساب اُس سے لونگا" ان آیات کے تمسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے

(الف) کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶-۱۲ و باب ۲۵-۱۸)

(ب) بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہؤا (دیکھو کتاب استثناء باب ۳۴-۱۰)

اسلئے یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلعم کیلئے صاف ہے آنحضرتؐ کا پتہ یہ دیا گیا ہے کہ "اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا" یہ پتہ آنحضرتؐ کا ہی خاص ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جسمیں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں۔ یا جسکی وحی لفظاً و معناً پہنچی ہو۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

نبی پیدا کریگا۔ اُس وقت سے یہود امید کئے ہوئے اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ کہ بنی اسماعیلؑ میں پیدا ہونیوالا نبی۔ یہود کے ادبار قومی کو دُور کرنیوالا۔ انکی گذشتہ شان و شوکت، حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنیوالا ہوگا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اُسوقت سے نبی موعود کے ظہور پر انکی آنکھیں اَور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔

اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سُنکر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھہراتا اُسکی تعلیم کو سچا بتلاتا اور مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لا ینفک جزو قرار دیتا۔ اور اُسکی بزرگی کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھیراتا ہے تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبیؐ کے دشمن ہو گئے۔ جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسٰے مسیح نے سب سے آخری وعظ

عیسائیاں مدینہ نبیؐ موعود کے منتظر تھے

میں دوسرے تسلی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کیساتھ ہمیشہ رہیگا اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائیگا اور عیسائیوں کو اسکے حکم پر چلنے کی[۱]

(بقیہ از صفحہ ۱۰۷) یہودیوں و عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسٰیؑ کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبادت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں۔ اور موسٰیؑ کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصًا انجیل میں آسمانی وحی سے اُترے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیا میں صرف حضرت موسٰیؑ ہی بچ جاتے ہیں جنکو کلام کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبیؐ اور حضرت موسٰیؑ میں باہمی مماثلت و مشابہت بہت امور میں ہے مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت۔ صاحب شریعت۔ صاحب جہاد ہونا۔ دونوں کو اکتالیسویں سال کے شروع میں نبوت ملنا اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسٰیؑ کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے مگر ہمارے نبیؐ میں پائے جاتے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور و تدبر کرنا چاہیئے جسے کتاب استثنا نے خود بیان کیا ہے قرآن مجید اسکی تصدیق یوں کرتا ہے وما ینطق عن الھوٰی ۔ ان ھو الا وحیٌ یوحٰی۔ محمدؐ اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اُس کے پاس بھیجا اور اسکی ناطقہ پر جاری کیا۔

آپ جدید و قدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیشگوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا۔ اور دلیل نہیں پکڑی۔ بیشک یہ صفت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت ہی خاص ہے ۱۲۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ درس ۱۵ میں لفظ "تیرے ہی درمیان سے" الحاقی ہیں۔ اس کیلئے تین روشن دلائل ہیں (۱) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں" (۲) اسی باب کے درس ۱۸ و ۱۹ میں کل پیشگوئی کو دُہرایا گیا ہے اسمیں یہ لفظ موجود نہیں (۳) لوقا نے اسی آیت کو اعمال ۳ باب ۲۲ و ۲۳ میں درج کیا ہے اور اسمیں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں لکھے۔

[۱] وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائیگا۔ وہ میری بزرگی کرے گا تمہیں ساری سچائی کی راہ بتلادیگا۔ ۱۳ و ۱۴ باب ۱۶۔ انجیل یوحنا۔

تاکید کی تھی۔

تب سے عیسائی بھی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے۔ جو یہود سے اُنکے ظلموں کا بدلہ لینے والا۔ عیسائیوں کو جلال بخشنے والا۔ مسیح کی صداقت ظاہر کرنیوالا ہو۔" لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل[1] - ابنیت تثلیث کفارہ - رہبانیت اور پوپ کے الہٰی اقتدارات کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبیؐ کے دشمن ہو گئے۔

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے سوا مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اَوس و خزرج کے قبیلوں پر اس کا پُورا رعب تھا۔ اور اس کو توقع بھی کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤنگا جب اُس نے دیکھا کہ اَوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں۔ تو خود بھی (بعد از جنگِ بدر)

---

[1] ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب "سوسئہ مذہب و سائنس" میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا۔ حق اللہ یعنی انسان کو چاہیئے۔ کہ خدا کے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ ان ترمیمات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آجتک قائم ہیں۔ اوّل ٹریلین کی تحریر مرقومہ ۲۰۰ء دیکھنی چاہیئے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام روما قلمبند کی تھی۔ اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے۔ اور کفارہ کا تو رد بایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں "خدا نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہونگے۔ انہیں لذت جاودانی عطا فرمائیگا اور جو بد ہونگے اُنہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا۔" ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے کہ "قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بُت پرستی شامل ہوئی۔ اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے ۳۲۵ء میں قائم ہوئی پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہبی اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات اور اصلاحات عمل میں لانے لگی۔" اس لئے ہم نے جو متن میں لفظ "عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل" درج کیا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزواً جزواً مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگرچہ وہ اتک اپنے اس سچے محسن محمدؐ رسول اللہ کے شکر گذار نہیں ہیں۔ مثلاً یونیٹرین کو دیکھئے کہ وہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ پراٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا۔ جو رہبانیت اور پوپ کے الہٰی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

بظاہر حال مسلمانوں سے بن گیا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ یہود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تو اُس نے چاہا۔ کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اسلئے اُس نے یہ روِیّہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھکر اُن سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا۔ اور دیگر اقوام کے سامنے اُن کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعوےٰ کیا کرتا۔

اور چونکہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اسلئے جب موقعہ ملتا۔ تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا۔

مدینے کی یہ حالت تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کیلئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنیوالی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعتِ اسلام میں جو کامیابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی۔ اُس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ پچھلا تیرے لئے پہلے سے بہتر ہو گا:۔
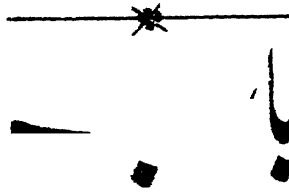
استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ۔ قریش کی شرارتیں۔ سازشیں اور حملے۔ یہود کی عہد شکنی۔ سازشیں اور حملے۔ مسلمانوں کی کامیابی۔ منادانِ اسلام کو وعظ و انذار میں آزادی ملنا۔ اسلام کی وسعت۔ امن بسیط کا قیام۔

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب

بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے [illegible]
جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچکر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔

اس معاہدہ[۱] کے جستہ جستہ فقرات درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ھذا کتاب من محمد النبی صلعم بین المؤمنین والمسلمین من قریش و یثرب و من تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم۔	یہ تحریر ہے محمد النبی کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کیساتھ جو مسلمانوں کیساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں انکے ساتھ شامل ہیں:
(۲) انھم امۃ واحدۃ۔	کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائینگے۔
(۳) وان یھود بنی عوف امۃ مع المؤمنین۔	بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔
(۴) وان بینھم النصر علی من حارب اھل ھذہ الصحیفہ	اور جو کوئی اس معاہدہ کرنیوالی قوموں کیساتھ جنگ کریگا تو اسکے برخلاف سب کے سب ملکر کام کرینگے۔ مسلمان اسکی نصرت کرینگے۔
(۵) وان بینھم النصح والنصیحۃ والبر دون الاثم۔	معاہدہ اقوام کی باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے ضرر اور گناہ کے نہ ہونگے
(۶) وان الیھود ینفقون مع المومنین ما داموا محاربین۔	جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصاف میں شامل رہیں گے۔

[۱] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ مطبع بولاق مصریہ۔

(۷) وان بطانۃ یھود کانفسہم	یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائینگے۔
(۸) وانہ لم یاثم امرء بحلیفہ	کوئی شخص اپنے معاہد کیساتھ مخالفانہ کاروائی نکریگا
(۹) وان النصر للمظلوم۔	مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔
(۱۰) وان یثرب حرام جوفہا لاھل ھذہ الصحیفۃ۔	مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنیوالی سب قوموں پر حرام ہوگا۔
(۱۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم	زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائینگے
(۱۲) وانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردہ الی اللہ عز وجل والی محمد رسول اللہ۔	اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جسمیں فساد کا خوف ہو تو اُسکا فیصلہ خدا اور اُسکے رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائیگا۔

گرد ونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا۔ کہ گرد ونواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے۔

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین رنگین رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائیگا۔

(۲) قریش مکہ اُن لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائیگا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

(الف) اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال وَدّان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہدنامہ پر عمرو بن

مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے۔[۱]

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول ۲ سنہ ہجرت خدا کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم رضوی کی طرف گیا۔ اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کرلیا۔

(ج) اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لیگئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ اور بنو مدلج سے معاہدہ لیکر مدینے تشریف لائے۔[۲]

اس مبارک ارادے کی تکمیل کیلئے اگر کافی وقت مل جاتا۔ تو دنیا کو آشکار ہوجاتا کہ رحمۃ للعلمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کیلئے آیا ہے۔[۳]

قریش نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اُن کے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے جانے کے بعد بھی اُن کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان حبش جارہے تھے۔ اُسوقت قریش نے حبش پہنچکر اُنکے گرفتار کرلانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا۔ اور سمندر درمیان حائل تھا۔ اس لئے وہاں کچھ اور زیادہ کاروائی نہ کرسکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جارہے ہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرلیا قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اُسکے رفقاء کو جو اوس و خزرج میں سے ہنوز بُت پرست تھے لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھیرالیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کردینگے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کردینگے۔ اور

[۱] زادالمعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ۱۔ [۲] زادالمعاد صفحہ ۳۳۴۔ جلد ۱
[۳] مسیح کا قول ہے ۔ مت سمجھو کہ مَیں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں ۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ متی باب ۱۰ درس ۳۴۔

تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔"

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو بھی اسکی اطلاع مل گئی۔ آپؐ نے اس حملہ کرنیوالے مجمع میں خود جاکر گفتگو فرمائی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم انکی دہمکی میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم انکی بات سے انکار کردو گے۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑوگے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر اُن کے ایسی دلنشین ہوئی۔ کہ تمام مجمع منتشر ہوگیا[1]

دوسری سازش اسکے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کردی۔ اور جب خفیہ طور پر اُن کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی

قریش مکہ کی دہمکی کامیابی کا پورا بھروسہ کرکے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔ "تم مغرور نہ ہوجانا۔ کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچکر تمہارا ستیاناس کردیتے ہیں"

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ اس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کردی۔ ربیع الاول ۲ھ کا ذکر ہے کہ سردارانِ قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری

کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ یثرب پہنچا۔ اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے۔ لوٹ کرلے گیا۔ اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کرکے تمہارے گھروں سے تمہارے

---

[1] سنن ابی داؤد (المتوفی شعبان ۲۷۵ھ ہجری) عن عبدالرحمٰن بن کعب باب فی خبر النضیر۔

مویشی لے جا سکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان ۲ھ ہجری کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے مکے میں مشہور کر دیا کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے اور شام سے آرہا ہے مسلمان اُسے لُوٹیں گے۔ اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا۔ کہ وہ سب لوگ جنکا مال تجارت میں لگا ہُوا ہے اور وہ سب لوگ جنکے اقرباء قافلے میں ہیں اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے آمادہ ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

لشکر قریش کی تعداد۔ اور انکے قطعی ارادے کا یقین

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج بیکر (جنکی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے) ابوجہل مکے سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہُوا تھا۔ وہ مکے سے بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابوجہل اس فوج کو لئے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ یہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا۔ اب انصار سمجھے کہ آنحضورؐ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔ شاید حضورؐ نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضورؐ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے مَیں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی کے معاہدہ کو نا منظور کیجئے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو لیجئے۔ ہم کو جو مرضی مبارک ہو عطا کیجئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لینگے۔ ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اُس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دینگے۔ ہم کو جو حکم حضورؐ دینگے ہم اس کی تعمیل کرینگے۔ اگر حضورؐ عمران کے چشمے تک

چلیں گے ہاتو ہم ساتھ ہونگے۔ اگر حضورؐ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دینگے تو حضورؐ کیساتھ وہاں بھی چلیں گے۔" مقدادؓ نے کہا: "یا رسول اللہ ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون کہدیں۔ ہم تو حضورؐ کے داہنے بائیں آگے پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں[۵]۔

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے انصار و مہاجر مل ملاکر ۳۱۳۔ ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔ ابتک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے جسکے معنے صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لیکر آیا ہو۔ جس مذہب کے پیرو ایمانداروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں جنگ کرتے؟

ابتک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی!

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے چپ چاپ گھروں کو۔ املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے۔ لیکن اب ایسی صورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہگیا اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ بکریوں کیطرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنیوالا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا۔ کہ کپڑوں۔ لتوں۔ اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاویں (لوقا ۲۲) اسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر انکو بھی ۱۴ سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دیدیا۔ چونکہ یہ وہ پہلا حکم ہے جسکی رو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔ اسلئے اصل معہ ترجمہ ذیل میں درج ہے :-

اجازت جہاد کا پہلا حکم

اُذِنَ لِلَّذِینَ یُقَاتَلُونَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیرُ الَّذِینَ	جنگ کرنیوالوں کو اجازت دیجاتی ہے کیونکہ اُنپر ظلم ہوا اور خدا انکی مدد پر بیشک قادر ہے یہ لوگ

[۵] زاد المعاد صفحہ ۳۴۳۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ جا۔ تو اور ترا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں۔

اُخْرِجُوا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا۔

(حج۔ع ۶)

اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اسلئے نکالے گئے کہ اُنہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔ اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں سے) اللہ پاک دفع نہ کرتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجا یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دی جاتیں "

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں۔ جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ جنگ کو جا جانا ہے یا مدافعانہ۔

پہلی وجہ: مدافعت کرنیوالوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے۔ اور وہ یہ وجہ ہے جسے آجکل کا مروّجہ قانون "تعزیرات ہند" بھی "حفاظتِ خود اختیاری" کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ: ان کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بیدخل کیا جانا اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔"

آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ مندکے جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا۔ اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے ـــ اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا ـــ یہ بھی درج کیا تھا۔ کہ "اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلافِ عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دیگئی"۔ لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جنکو ہر قسم کی ایذائیں اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دیگئی تھی۔

تیسری وجہ ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو جنگ کی

اجازت صرف انہی کے ذاتی۔ قومی۔ مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی۔

بلکہ اسلئے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں۔ عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کیساتھ ابھی حال ہی میں کئے تھے۔ اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دینگے۔ تو سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہو جائیگی۔ اور سب کے مندر، سب کے گرجا تہ خاک ہو جائینگے کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنیوالی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کیلئے ضروری ٹھہرادیا کہ وہ باوجود بے سر و سامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں[1]

جنگ بدر

رمضان ۲ ہجری کو خدا کا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے ۳۱۳ ساتھ مسلمانوں کو لیکر[2] مدینہ سے چلا۔ اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی۔ جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا[3]۔

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی صلے اللہ علیہ سلم نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا اور بتلایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہونگے۔

---

[1] اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تلوار ہمیشہ انکے خلاف اٹھائی گئی اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا ذکر مختصر نقشوں میں کیا جائیگا۔

[2] مہاجر زاید از ۶۶۔ انصار زاید از ۲۴۰ [3] بخاری عن براء کتاب المغازی۔

۱۷۔ رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور میں دعا کی۔ اور یہ بھی عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا پر توحید کی منادی کرنیوالا کوئی بھی نہ رہیگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرتِ الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ اُنکے ستر مشہور آدمی اسیر اور ستر بہادر مارے گئے۔ ابوجہل بھی اسی جگہ مارا گیا۔ یہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ ۱۴ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرتؐ کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے۔ انہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الف) اس زمانے کا قانونِ جنگ (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام (ج) دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمتؐ نے تاوان لیکر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اس واقعہ سے اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہوا۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب $\frac{21}{16-17}$ میں ان الفاظ سے درج ہے " فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر یفنی کل مجد قیدار۔ وبقیۃ عدد قسی ابطال بنی قیدار تقل۔ (ترجمہ) ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہیگی۔ اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائیگی"

اور اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہوا۔ جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ ہے " ان اللہ علی نصرھم لقدیر " خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے "۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہلِ کتاب اور اہلِ اسلام کو ان پیشگوئیوں کی وجہ سے اسلام کی

کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل ملگئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآنمجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون[1] (آل عمران ع ۱۳)

قریش کی تیسری سازش۔ اور نبی صلی اللہ علیہ سلم کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن امیہ جسکا باپ بدر میں قتل ہُوا تھا) اور عمیر بن وہب (جسکا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا۔ جسے میں ادا نہیں کرسکتا۔ اور اگر مجھے اپنے کُنبہ کے بیکس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں خود مدینہ جاتا۔ اور محمدؐ کو قتل ہی کرکے آتا۔

صفوان بولا۔ تیرا قرض میں چکا دونگا اور تیرے کنبے کا خرچ جبتک میں زندہ رہوں۔ میرے ذمہ ہوگا۔

عمیر بولا" بہتر یہ راز کسی پر نہ کھُلے" پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا اور زہر میں اُسے بجھوایا۔ اور مکہ سے روانہ ہوگیا۔

عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبویؐ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا کہ اونٹ بولنے[؟] عمر فاروقؓ نے اُسے دیکھا اور پہچانا۔ اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسدانہ ارادہ سے آیا ہے۔ اسلئے آگے بڑھکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آرہا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُسے میرے پاس آنے دو عمر فاروقؓ نے اُسکی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کرلیا۔ اسکی گردن پکڑ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیگئے۔ نبیؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا۔ عمرؓ اسے چھوڑدو۔ عمیر تم میرے پاس آجاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھکر سلام کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہو کس طرح آئے۔ کہا۔ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے۔ عمیر بولا۔ یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپکا پہلے بھی کیا

[1] خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ جبکہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو تاکہ اُس کے شکر گزار ہو۔

کر لیا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سچ سچ بتلاؤ۔ عمیر نے پھر اسی جواب کو دُہرایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ۔ تو اور صفوان مکّہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا۔ اور اِسی ارادہ سے تُو یہاں آیا ہے۔ عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے۔ عمیر یہ سنکر حیران ہوگیا۔ بولا۔ اب میرا دل مان گیا۔ کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپکو جُھٹلاتے رہے۔ لیکن اب مَیں اِس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں جسکی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنادیا۔

عمیر کا اسلام لانا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کراؤ۔ اور اسکے فرزند کو آزاد کردو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسولِ خدا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ مَیں مکّہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دُوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ اب مَیں بُت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں۔

عمیر کے مدینے جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا۔ کہ سردارانِ قریش سے کہا کرتا تھا۔ کہ دیکھو۔ چند روز میں کیا گُل کھلنے والا ہے کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی۔ کہ عمیر مسلمان ہوگیا تو اُسے سخت صدمہ ہُوا۔ اور اُس نے قسم کھائی۔ کہ جبتک زندہ ہوں عمیر سے بات نہ کرونگا۔ نہ اُسے کوئی فائدہ پہنچنے دُونگا۔

عمیر مکّہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا۔ اور اکثر لوگ اُسکے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تھے۔

قریش کا تیسرا حملہ۔ غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پڑنے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جبتک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

چنانچہ وہ دوسَو سواروں کو لیکر مکّہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا۔ تو رسالہ کو

[1] ۵۱ شمسہ ہجری کے بعد یہ صفوان بھی جو نبی صلعم کا سخت دشمن تھا۔ اور مکّہ کا مشہور سردار تھا۔ مسلمان ہوگیا تھا (طبری)

باہر چھوڑ کر خود تاریکئ شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات
بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں
اسلئے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا۔ مسلمانوں کے پھلدار درختوں۔ کھجوروں کو
آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اُس کے حلیف کو قتل کرکے واپس چلا گیا۔

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اسلئے اُسکا نام غزوہ قرقرۃ الکدر
کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے
اُٹھا لیا تھا۔ اس لئے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوا۔

قریش کا جوتھا حملہ۔ یا جنگ اُحد ۷ شوال۔ یوم السبت ۳ ہجری

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ
اُنھوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابوعزہ شاعر نے
تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا ۵۰ ہزار
مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے
الغرض پانچہزار[ط۵] بہادروں کا لشکر جسمیں تین ہزار شتر سوار۔ دو سو اسپ سوار اور سات سو
زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی۔ کہ مدینہ
کے اندر رہکر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے اُحد کے سرخ
پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا۔ باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر میں ایکہزار مرد تھے۔ عین وقت پر ابی بن سلول نے دغا دی۔ اور اپنے
۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر کر لیگیا۔ اسلئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچہزار حملہ آوروں کی مدافعت
کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں
دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور اُن کے ۱۲ مشہور علمبردار (جن میں ۸ علی مرتضیٰ رض کے ہاتھ سے
مقتول ہوئے) مارے جا چکے تھے۔ لیکن مسلمان تیراندازوں نے اُس درہ کو چھوڑ دیا۔
جہاں اُنہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا۔

ط۵ ناسخ التواریخ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے۔

اور چکر کاٹ کر۔ عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا۔ اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ صحابی[1]۔ ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن وقاص۔ طلحہ بن عبداللہ۔ زبیر بن عوام۔ ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلعم کی پیشانی ابن شہاب کے پتھر سے نبی صلعم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اڑ گئی کہ حضور شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آ کر فاطمہ بتول نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون نہ تھمتا تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضےٰ رضہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رضہ اور ام سلیم رضہ نے مشکیزے اٹھائے۔ اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں[2]۔ میدانِ جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے[3]۔

فاطمہ زہرا و عائشہ طیبہ کی خدمات میدانِ جنگ میں

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا۔ کہ مصعب رضہ بن عمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جنکے وعظ سے اوس وخزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ شہید[4] ہوئے۔ ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اناللہ پڑھا۔ اور بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی[5]۔

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

---

[1] بخاری عن براء بن عازب باب والرسول یدعوکم کتاب التفسیر۔ [2] مسلم عن انس صفحہ ۱۹۵۳۔
[3] بخاری عن سہل بن سعد۔ [4] حضرت مصعب پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا۔ (بخاری عن خباب)
[5] تاریخ طبری۔

اسی جنگ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے انکے اعضاء کاٹ کر انکی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ اور زبیر اپنے بھائی حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا " مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤنگی نہ چلاؤنگی۔ صرف دعا پڑھکر لوٹ جاؤنگی"[1]

ماں صفیہ کا استقلال

انس بن نضر کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر نے جامِ شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں پوچھا۔ کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہوگیا۔ انس نے نہایت جوش سے کہا۔ موتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ۔ آؤ جہاں رسولؐ نے جان دی ہے۔ ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کردیں۔ اب زندہ رہکر کیا کرینگے۔ یہ جان نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ۸۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہوگیا[2]۔

اسی جنگ میں سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہوجانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ سعد نے کہا۔ تم مجھے اب مردہ ہی سمجھو۔ لیکن مہربانی سے رسولؐ اللہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کردینا۔ اور میری طرف سے یہ بھی گذارش کرنا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپکو وہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی اُمت کی ہدایت پر نہ دیگئی ہو۔ قوم کو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جبتک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے۔ اُسوقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کرسکوگے[3]۔

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہلِ اسلام

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابوبکرؓ سے ملنے گیا۔ انکی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی

[1] تاریخ طبری۔ [2] تاریخ طبری [3] تاریخ طبری۔

تھی۔ جسے وہ باربار چومتے اور پیار کرتے تھے۔ مَیں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ سعدؓ بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی برتر تھا۔ اور قیامت کے دن وہ نقیبانِ محمدی میں شمار کیا جائے گا۔[۱]

عمارۃ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارۃ بن زیاد شہید ہوئے تھے جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔[۲]

اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے۔ ؎

سر بوقتِ ذبح اپنا اُس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب۔ اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے۔

ابودجانہ۔ حنظلہ۔ علی مرتضٰے طلحہ کی شجاعت و مردانگی

ابودجانہ۔ حنظلہ (غسیل الملائکہ) طلحہ۔ علی مرتضٰی کی بے نظیر شجاعت کمالِ استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرتؐ کی جانب آنیوالے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا تھا۔[۳]

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی جس کا باپ۔ بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسولؐ اللہ کی بابت بتلاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بفضلِ خدا صحیح و سالم ہیں۔ کہا۔ مجھے دکھلا دو۔ جب دُور سے چہرۂ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی۔ کل مصیبۃ بعدك جلل۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔[۴]

رحمۃ للعالمین کی درگزر۔ معافی اور ظالموں کے لئے دعا۔

اسی جنگ میں بعض صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضورؐ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا۔ کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لم ابعث لعّانًا ولکن بُعِثتُ داعیًا ورحمۃً[۵] اللّٰھُمَّ اھد قومی فانھم لا یَعلمُوْنَ[۶]۔ مَیں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی

[۱] زاد المعاد۔ [۲] تاریخ طبری۔ [۳] تاریخ طبری۔ [۴] تاریخ طبری۔ [۵] صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ۔
[۶] شفاء قاضی عیاض۔ (المتوفی جمعہ ۵۴۴ھ) مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۲ھ صفحہ ۴۷۔

طرف بلانیوالا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔

قریش کی چوتھی سازش اور دس واعظانِ اسلام کا مارا جانا

جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے۔ پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ ۴ھ ہجری میں۔

(۱) قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے رسول اللہ نے دس[1] بزرگ صحابہ کو جنکے سردار عاصم بن ثابتؓ تھے[2]۔ ان کے ساتھ کر دیا جب یہ صحابہؓ انکی زد میں پہنچ گئے۔ تو انکے دو سو جوان آئے کہ انہیں زندہ گرفتار کرلیں۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور دو بزرگوار خبیب بن عدی و زید بن دثنہ گرفتار کرلئے گئے۔

خبیبؓ و زیدؓ صحابہ قید میں

سفیان ہذلی انہیں مکہ لے گیا۔ اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔ قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا اور چھری لیکر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکایک دیکھا کہ اسکا بچہ چھری لیکر اس قیدی کے پاس ہے۔ جسے چند روز سے انہوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا۔ تو اس نے بے اختیار چیخ ماری خبیبؓ نے کہا۔ یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے لیجا کر کھڑا کر دیا اور کہا "اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے"۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ "جب اسلام نہ باقی رہا تو جان کو رکھ کر کیا کرینگے"۔

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیبؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دی جائے۔ مہلت دیگئی۔ انہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا میں نماز

[1] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ [2] یہ عاصم بن عمر فاروق کے نانا تھے۔

یں زیادہ وقت صَرف کرتا۔ لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے[۱]۔ بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی اَنی سے اُن کے جسموں کے ایک ایک حصّہ پر چرکے لگائیں۔

اللہ اکبر! اُن کا دل اِسلام پر کتنا قائم تھا۔ اُن کو دینِ حق پر کتنی استقامت تھی۔ اُنکو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا۔ کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اُف تک نہیں کی۔

جان اور محبت رسُول کا موازنہ ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا۔ کہو۔ اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمدؐ پھنس جائے اور مَیں چھوٹ جاؤں۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔ خدا جانتا ہے کہ مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے[۲]۔

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمرد ترین جوانمردان) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں۔ ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے

لَقَدْ جمع الاحزاب حولی والبوٴا[۳]	انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرد اگرد کھڑے ہو رہے ہیں اور
قبائلھم واستجمعوا کل مجمع	اُنہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بُلا لیا ہے۔
وکلّھم مبدی العداوۃ جاھد	یہ سب کے سب عداوت نکال رہے اور میرے برخلاف جوش
علیّ لانی فی وثاق بمضیع	دکھلا رہے ہیں اور مَیں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہُوا ہوں
وقد جمعوا ابناء ھم ونساء ھم	قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بُلا رکھا ہے اور
وقربت من جزع طویل ممنّع	مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔
وقد خیرونی الکفر والموتُ دونہ	اُنہوں نے کہدیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی
وقد ھملت عیناي من غیر مجزع	مِل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے

[۱] بخاری عن عبد اللہ بن عباس۔ [۲] طبری و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ [۳] کا حاشیہ صفحہ ۱۲۸ پر ملاحظہ ہو۔

میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں

فلست بمبد للعدو تخشعا
میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کرونگا اور نہ روؤں اور

ولا جزعا انی الی الله مرجعی
چلاؤنگا میں جانتا ہوں کہ میں خدا کیطرف جا رہا ہوں۔

وما بی حذار الموت انی لمیت
موت سے مجھے اسلئے ڈر نہیں کہ میں مرجاؤنگا لیکن میں

ولکن حذاری جحم نار ملفع
تو لپیٹ والی آگ کے شعلوں سے ڈرتا ہوں۔

فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی
اُس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی

فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی
چاہی اور مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے۔ اب اُنہوں نے

زدوکوب سے میرا تمام گوشت کوٹ کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔

الی الله اشکو غربتی ثم کربتی
میں اپنی درماندگی اور بیوطنی و بیکسی کی فریاد اور ان ارادوں کی

وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
(جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) خدا سے کرتا ہوں

فوالله ما ارجو اذا مت مسلما
بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ

علی ای جنب کان فی الله مصرعی
نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیونکر جان دیتا ہوں

وذلک فی ذات الاله وان یشأ
خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے یہ بالکل اُمید ہے کہ وہ پارہائے

یبارک علی اوصال شلو ممزع
گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے؛

سب سے آخر میں یہ دعا تھی۔ اَللّٰھُمَّ بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بنا۔ اے خدا ہم نے تیرے رسُول کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسُول کو ہمارے حال کی اور اُن کی کرتوتوں کی خبر فرما دے؛

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عمال میں سے تھے) انکا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے۔ عمر فاروقؓ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے۔ مجھے نہ

ؔ ازسیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ صحیحین میں صرف اشعار نمبر ۹ و نمبر ۱۰ مروی ہیں۔ برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ ہمیشہ نظر رکھنا چاہیئے۔ شعر نمبر ۶ سے تواضع و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کا سبق لینا چاہیئے۔ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر ح کی علامت سے الفاظ درج کئے گئے ہیں۔ یہ زاد المعاد صفحہ ۳۵۱ جلد ۱ سے لئے گئے ہیں؛

کوئی مرض ہے۔ نہ کچھ شکایت ہے جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ تو مَیں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیب کی باتیں یاد آجاتی ہیں مَیں کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک اور سازش اور ستر معلّمین اسلام کا قتل کیا جانا

(۲) ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کیلئے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ اُس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنیوالوں کی حفاظت کی جائیگی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو معہ ستر صحابہؓ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے۔ اُسکے ساتھ کردیا۔ جب وہ بئر معونہ پر جا پہنچے۔ جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامۂ نبویؐ دیکر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا۔ جس نے حاکم کے اشارے سے اُنکی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انہوں نے گرتے ہوئے کہا۔ فزت و رب الکعبہ۔ ترجمہ: "قسم ہے کعبہ کے خدا کی مَیں اپنی مراد کو پہنچ گیا"

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپکر بچ رہے تھے۔ اس واقعہ کی خبر آنحضرتؐ کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال (۸ھ ہجری) مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اُسکی ایک دفعہ میں یہ تھا۔

"دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں۔ وہ ادھر مل جاویں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ اُدھر ملجائیں"

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ اور قریش

۱؎ زاد المعاد بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۳۶۰۔ ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے۔

نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) وصفوان بن امیہ (مشہور سردار ان قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے[1]۔

ان بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی مگر اُن کو ہر جگہ بیدریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰھک الٰھک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہکر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم اُنکے جواب میں کہتے تھے۔ لا الٰہ الیوم[2] (آج خدا کوئی چیز نہیں)۔

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچا لی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پُر درد نظم میں تمام واقعات گوش گذار کئے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج کئے جاتے ہیں:

انّ قریشا اخلفوك الموعدا	ونقضوا میثاقك الموکدا
وجعلوالی فی کداء رصدا	وزعموا ان لست ادعو احدا
وھم اذل واقل عددا	ھم بیتونا بالوتیر[3] ھجدا

نقتلونا رکعا و سجدا[4]

(ترجمہ) قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔

اُنہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔

ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا۔

وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا۔

وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں۔

اُنہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جا لیا۔

[1] تاریخ طبری۔ [2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔ [3] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ آباد تھے (معجم البلدان) [4] اس مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے اگرچہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ بنی خزاعہ کی مدد جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (منقول از طبری و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۱۱)

ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔

(۱) معاہدے کی پابندی (۲) فریق مظلوم کی دادرسی (۳) دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہو گئے۔ دس ہزار کی جمعیت[ف] ہمرکاب تھی۔ دو منزل چلے تھے۔ کہ راہ میں ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن ابو امیہ آنحضرتؐ سے ملاقی ہوئے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا۔ اور اپنا رخ پھیر لیا۔ اُم المومنین اُم سلمہؓ نے عرض کی۔

یا رسولؐ اللہ۔ ابو سفیان آپکے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبد اللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے اِن دونوں کو یہ ترکیب بتلائی۔ کہ جن الفاظ میں برادران

[ف] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المغازی ۴۔ اب پڑھیئے غزل الغزلات ۵ باب ۱۰ درس "میرا محبوب سُرخ و سفید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے" ملاحظہ کیجئے اسی باب کا درس ۱۶ جو اُردو بائیبل آجکل متن ملک میں پھیلا رہی ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو۔ یہ میرا پیارا۔ یہ میرا جانی ہے" مگر عبرانی بائیبل کے الفاظ یہ ہیں "خِلّو محمدیم زہ دودی ورہ رعی۔ بنوت یروشلام" اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے۔ میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے' اے دختران یروشلم" پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ لگایا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحبان اسے حضرت مسیحؑ کے متعلق فرماتے ہیں لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمانؑ نے خود ہی نام مبارک "محمدؐ" بھی فرما دیا اور انکا پتہ دے دیا۔ کہ وہ ہیکل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آویگا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ "محمدیم" کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا غلط ہے۔

شاید کوئی کہے کہ اس بیشنگوئی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار فوج کیساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے مکہ کا نام دکھلانے کے لئے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرما دیں۔ کتاب استثنا ۳۳ باب ۱ و ۲ درس ہے "یہ وہ برکت ہے جو موسےٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی" سینا سے آنے سے موسیٰؑ اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰؑ ہیں۔ باقی پیشگوئی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت ہے جو دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ نے آگ میں سے خدا کا کلام سنا تھا۔ ان کی لئے سے مراد یہ تھی۔ کہ اہلِ مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے!

یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں جاکر انہی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہوجاؤگے۔ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر یہ آیت پڑھی:۔

"تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا و ان کنا لخاطئین۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

لا تثریب علیکم الیوم۔ یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرّاحمین۔

اس وقت ابوسفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:۔

لعمرک انی حین احمل رایۃ	قسم ہے کہ جن دنوں میں نشانِ جنگ اسلئے اٹھایا کرتا تھا کہ
لتغلب خیل اللّات خیل محمدؐ	لات (بت کا نام ہے) کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے
لکالمدلج الحیران اظلم لیلۃ	اُن دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو
فھذا اوانی حین اھدی فاھتد	اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے ہوجاؤں
ھدانی ھاد غیر نفسی و دلنی	مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور خدا کا
الی اللہ من طردتہ کل مطرد	رستہ مجھے اُس شخص نے بتلایا ہے جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ اہلِ مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔[2] کہ جب آنحضرتؐ مکہ تک پہنچکر باہر خیمہ زن ہوگئے اور اہلِ مکہ کو باخبر کرنے کیلئے

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۱۳۔

[2] صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی ۱۷ ۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۰۔ ملاحظہ کیجئے ملاکی نبی کی کتاب ۳ باب ۱ درس۔ اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہان آویگا۔ دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ ۲۔ پر اُس کے آنے کے دن کون ٹھیر سکیگا۔ اور جب وہ نمود ہوگا۔ کون ہے جو کھڑا رہیگا"

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود موعود کا انتظار اسکی علامات معلوم کرنیکا شوق سب کو لگا ہوا تھا۔ اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کہ اسکی علامات بیان کردیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہدنامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اسلئے اس پیشگوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیح ہو سکتے ہیں یا ہمارے دعوی کے موافق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ مسیح علیہ السلام بوجوہاتِ ذیل اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ (بر صفحہ ۱۳۳)

لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب اُن کو خبر ہوئی۔

دوسری صبح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے۔

فوج کو ہدایت اور احکام رحم

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونیوالے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالد بن ولید کے ماتحت تھا۔ کچھ مقابلہ ہُوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں

بقیہ از صفحہ ۱۳۲) (۱) منی نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیح کی بابت نہیں بتلایا حالانکہ انہوں نے مسیح کی پیشگوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے۔

(۲) قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح کی بابت نہیں کہا۔

(۳) مسیح کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول۔

(۴) ہیکل میں دشمن اُن کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مغلوب کر لیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے:۔

(۱) "اپنی ہیکل" کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کیطرف آئیگا جسے ہیکل ہونے کا درجہ خود اُسی نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرتؐ نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا۔ اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دیچکے تھے

(۲) "ناگہاں آویگا"۔ خود آنحضرتؐ کی دعا یہ تھی۔ اللھم اضرب علی اذانہم حتی نبغتہم بغتۃ (ملادری)

اور ایسا ہی ہُوا۔

(۳) لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے۔ کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا۔

(۴) اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔

(۵) لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ وہ نبی یوحنا بپتسمہ دینے والے (یحیٰی نبی) نے استعمال کیا ہے اور مسیح نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا ۱ باب ۲۲ درس ؁

داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو مسلمان ۲۸ مقابل کام آئے۔

خدا کا برگزیدہ رسول جس وقت (۲۰ رمضان) شہر میں داخل ہوا۔ اُس وقت سر جھکائے[1] قرآنمجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا۔ اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ[2] کو جا رہا تھا اور اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اُسامہ رضی اللہ عنہما کو سوار کیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچکر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اسوقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے سے (یا چھڑی کی نوک) ہر ایک بُت کو گراتے جاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے۔

(۱) جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (بنی اسرائیل ع ۹)

(۲) جاء الحق و ما یبدی الباطل و ما یعید۔[3] (سبا ع ۶)

اِس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔

ابتدائے ایامِ نبوت میں ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھول دو۔ اُس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا اچھا۔ تم دیکھ لینا کہ ایکدن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور مَیں جسے چاہونگا اُسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا

---

[1] اہلِ حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

[2] بخاری عن عبداللہ بن معقل۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ درس دیکھو جسمیں ایک گدھے کے سوار اور ایک اونٹ کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ گدھے کے سوار حضرت مسیحؑ ہیں اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کے حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیحؑ بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دکانداروں۔ کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھیرایا۔ محمد مصطفےٰ بیت اللہ میں اونٹ پر چڑھ کر گئے۔ اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو سچا ٹھہرایا۔

حضرت مسیحؑ اور جناب محمد رسول اللہ کے کاموں کی مماثلت

[3] بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیت میں بُت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اِس گھر میں بُت نہ رکھے جاوینگے۔ چودھویں صدی گذر رہی ہے اور اس پیشگوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے جو نبیؐ باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اُس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے؟

کہ کیا اُس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہوجائینگے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ اَور بھی زیادہ عزّت و اقبال سے ہونگے۔

اب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کلید لیکر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جاکر ہر ایک گوشے میں اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے ترانے لگائے۔ اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے ربّ العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا۔

اسی عرصہ میں مکّہ کے وُہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ جنہوں نے

(۱) بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ یا کرایا تھا۔

(۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیّت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔

(۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کیلئے حبش۔ شام۔ نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے۔

(۴) جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کرکے مسلمانوں کو (تین سو میل پرے چلے جانیکے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے۔ مال سے۔ زور سے۔ تدبیر سے۔ ہتھیار سے۔ تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے۔ اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

خدا کا رسُول جسے خدا نے تمام مخلوق کیواسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہوکر باہر رونق افروز ہُوا۔ تو حضرت عباسؓ (عم رسولؐ) نے عرض کی۔ کہ کلیدِ بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق بحقدار | نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الیوم یوم البر والوفا۔ (آج کا دن تو سلوک کرنے اور پورے عطیات دینے کا ہے) پھر عثمان کو بلایا۔ اُسی کو کلید مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینیگا۔ وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد نبی صلعم کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃً للعٰلمین اس گردن زدنی وکشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:-

یا معشر قریش - ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء - الناس من آدم وآدم خلق من تراب - (ثم تلا رسول اللہ صلعم) یاایھا الناس اناخلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔	اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوۃ اور آباواجداد پر اترانے کا غرور آج توڑدیا۔ (سچ تو یہ ہے) لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ اور گوت و قبیلے سب پہچان کے لئے بنادیئے ہیں اور خدا کے ہاں تو اُسکی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے۔
اذھبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم[1]؛	پھر فرمایا۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ اور تم پر آج کوئی مواخذ نہیں!!

اسلام لانیوالوں سے بیعت اور اُسکی شرائط

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھکر مسلمان ہونیوالوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقعہ پر عمر فاروقؓ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے[2]۔

بیعت کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

(۱) مَیں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اسکی ذات میں صفات میں۔ اور استحقاق عبادت واستحقاق استعانت میں شریک نہ کرونگا۔

(۲) مَیں چوری نہ کرونگا، زنا نہ کرونگا، خون ناحق نہ کرونگا، لڑکیوں کو جان سے نہ مارونگا، کسی پر بہتان نہ لگاؤنگا۔

(۳) مَیں امورحق میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کرونگا[3]؛

---

[1] طبری۔ [2] طبری؛

[3] طبری۔ اس بیعت کے الفاظ کوجو اقبالمندی اورعروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے بیعت عقبہ اولیٰ کے الفاظ سے (جوکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جاکر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملاکر دیکھو۔ کہ ذرا بھی فرق معلوم نہیں ہوگا۔ یہی کسوٹی آنحضرتؐ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے؛

عورتوں سے مزید اقرار بیعت | عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لئے جاتے تھے۔

کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی۔ تپانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال کھسوٹینگی نہ گریبان چاک کرینگی۔ نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی۔ اور نہ قبر پر سوگواری بین بیٹھیں گی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق | عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا۔ کہ پانی کے باسن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنیوالی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لیکر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے فضالہ بن عمیر نے موقعہ دیکھکر ارادہ کیا کہ آنحضرت کو قتل کر ڈالے جب وہ اِس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا فضالہ آتا ہے"؟

فضالہ بولا" ہاں "۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے"؟

فضالہ نے کہا" کچھ نہیں۔ مَیں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا" اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو"۔ یہ فرماکر اپنا ہاتھ بھی اُس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا۔ اور آنحضرت کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی کہ حضور سے بڑھکر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔ مَیں یہاں سے گھر کو چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی۔ جس کے پاس مَیں بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے کہا۔ فضالہ ایک بات سُنتے جاؤ۔

مَیں نے جواب دیا۔ نہیں نہیں۔ خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں۔[۵]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں۔ ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کردیگئی

[۵] زاد المعاد صفحہ ۱۴ جلد ۱

تھی۔ کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار مرد۔ دو عورتیں[۱] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے۔ اعلان کر دیا گیا کہ اُن کو قتل کر دیا جائے۔

اِن چار مردوں میں سے صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اُس نے اپنے غلام کو اسلئے قتل کر دیا۔ کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابو جہل۔ ہبار بن الاسود۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دیگئی۔

۱۔ عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

۲۔ ہبار نے سیدہ زینب بنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ نیزہ مارا۔ اور نیچا گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بالآخر اسی صدمہ سے اُنہوں نے وفات پائی تھی۔

۳۔ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ اور محمدؐ تو مجھ سے سُن کر لکھوا دیتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتلِ عمد کا ارتکاب کر چکی تھی بسزاءِ قصاص دیگئی تھی۔ معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابو سفیان بھی ہے۔ اِس عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا۔ اُن کی ناک۔ کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی کو بھی معافی دیگئی۔ جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے عسکر نے مکہ فتح نہیں کیا تھا۔[۲] بلکہ خُلقِ محمدی اور عفو و رحمِ مصطفوی نے اہلِ مکہ کے دِلوں کو فتح کر لیا تھا۔

[۱] سنن ابو داؤد عن سعد [۲] علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہُوا۔ یا صلح سے اُس پر قبضہ ہُوا۔

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال وجنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے۔ اُن کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب اِن مسلمانوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکی اِس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا۔[1] گویا حضورؐ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم خدا کے لئے چھوڑ چکے۔ اب اُنکی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

فتح مکہ کا بیان (جسکے ضمن میں انبیاء گزشتہ کے کئی صحیفوں کی پیشگوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اَور زبردست پیشگوئی پر توجہ دلاتا ہوں۔

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے جسکا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اِس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ذٰلك من انباء الغیب نوحیہ الیك۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جسکی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے۔

آب ناظرین حضرت یوسف علیہ وعلی آبائہ السلام (جو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے خطاب سے مخاطب ہیں) کے حالات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وبارک وسلم کے حالات کی مماثلت معلوم کریں۔

(۱) حضرت یوسفؑ پر بوجہ اُنکے روحانی کمالات کے اُن کے بھائیوں نے حسد کیا۔ اِسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی آپؐ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کے اندر رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کئے تھے۔ اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ وجلال ملا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کے کامیابی ہوئی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں اُنکے بھائی اِلتجا لیکے گئے۔ آنحضرتؐ کے سامنے بھی حضورؐ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی صحیح بخاری

[1] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۴۳۲۔

باب الاستسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا تو ابوسفیان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہا۔ یا محمدؐ جئت تامر نا بصلۃ الرحم۔ فادعوا اللہ لنا۔ محمدؐ۔ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔ دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں۔ دعا کیجئے۔ کہ یہ مصیبت ٹلے" اور آنحضرت کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا۔

(۶) حضرت یوسفؑ نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کیلئے غلہ بھجوایا۔ اور آنحضرتؐ نے ثمامہ بن اثال کو حکم دیکر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

(۷) حضرت یوسفؑ کی عظمت کو بالآخر اُنکے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بھی اُنکے بھائیوں کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا تھا۔

(۸) حضرت یوسفؑ نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کیلئے یغفر اللہ لکم کی دعا فرمائی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں حضورؐ کو ستایا تھا۔ اِسی دعا سے شادکام فرمایا تھا۔

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام کی علو مرتبت کا اظہار اُنکے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضورؐ کے چچا عباسؓ (جن کو حدیث میں 'صنو اب' مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے!

(۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف فرمایا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہزارہا اذیتیں دی تھیں اسی کلام طیب سے خورسند فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیدی گئی تھی۔ اور سورۂ یوسف کا اعلان مکہ ہی میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا جنکا ظہور تا تمام فتح مکہ تک ہو گیا اسلئے سورۂ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے۔ اور تمام سورۃ آنحضرتؐ کیلئے پیشگوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج۔ اسلام میں بکثرت داخل ہونیکی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھکر ہے) اسلام لانیوالوں کی تعداد کثیر در کثیر ہوگئی تھی اِس کے چند اسباب ہیں

(۱) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے۔ اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔

(۲) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ مگر اُنکے تعلقات یا رشتہ داری قریش کیساتھ وابستہ تھے۔ اور اُنکا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائینگے۔ اور یہ لوگ قریش کے غیظ وغضب کے مورد بھی بنجائینگے

(۳) بہت سے قبائل کی رائے تھی۔ کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہوجانا ہی صحیح نشان اُنکی صداقت کا اور مقبولِ خدا ہونیکا ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات انہیں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا۔ جسکے ساتھ ربّ العلمین کی نصرت و تائید نہو

فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر علیہم فھو نبی صادق۔

(صحیح بخاری عن عمرو بن سلمہ ؓ)

وہ قبائل کہا کرتے تھے۔ کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا۔ تو ضرور سچا نبی ہے۔"

(۴) ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے۔ جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ہزار[1] لشکرِ جرّار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور ابرہہ

---

[1] فرنچ پروفیسر سیڈیو نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۰ میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہتہ الاشرام نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب سلطنت بھی بن گیا تھا) صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جسکی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے۔ جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں۔ جب اُسے دیگر تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی۔ تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے۔ واسئل امیر الجیش عنا ما رای ولسوف ینبی الجاھلین علیمھا ۔ ستون الفاً لم یولوا ارضھم ۔ بل لو یعش بعد الایاب سقیمھا ۔ "ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا۔ جسے خبر ہے وہ بے خبروں کو بتلادیگا۔ کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا واپس گیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا۔" چونکہ پروفیسر سیڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل اریاط (Abraha) ستر ہزار فوج لیکر ۵۲۵ء میں آیا تھا۔ اس لئے عجب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اسٹرم جو اریاط کا نائب وقائل ہے۔ یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو۔

کی خاص سواری کا ہاتھی محمود[1] نسل کا تھا۔

اِن بُوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس[2] پیشتر اِن حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکہ اُن کے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنیوالا نہ رہ گیا تھا۔ باینہمہ انہوں نے دیکھا تھا۔ کہ فوج خستہ و برباد ہوئی۔ اور سردارِ فوج باحالِ تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی نہ ہاتھی بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پرے سڑ رہے تھے۔

اِن بوڑھوں کو ابتک عبدمناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی۔ کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر آ اُترا۔ تو انھوں نے اہل مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لئے۔ اُن میں عبدمناف کے بھی سو اونٹ تھے۔ عبدمناف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور اُس وقت مکہ کے سردار وُہی تھے۔ خوب لمبے چوڑے سُرخ و سفید شکل سے امارت و رُعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اُس نے تعظیم دی، برابر بٹھلایا اور پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے۔

عبدمناف نے کہا۔ ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لئے ہیں۔ براہ مہربانی اُن کے چھوڑ دینے کا حکم دیجئے۔

ابرہہ بولا۔ جب آپ آئے تھے۔ تو میرے دل میں آپکی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی۔ لیکن آپ کی باتیں سُن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی نہ عزت!

عبدمناف نے پوچھا۔ یہ کیوں؟

ابرہہ بولا۔ دیکھو مَیں اس لئے آیا ہُوں کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرادُوں جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو۔ اور جسکے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت و عزت

سردار عبدمناف اور ابرہہ کا مکالمہ

[1] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی۔ جو اب دنیا سے ناپید ہوگئی ہے۔ انگریزی زبان میں اِس نسل کا نام (Mamatt) ہے۔ عرب نے اِسی کو معرب کرکے محمود بنا لیا ہے۔ (از تاریخ الدول العرب)

[2] ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں۔ بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی

عرب کی نگاہ میں ابتک کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تم اپنے اس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی دلم نہیں کرتے اور اپنے مویشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔

عبد مناف نے کہا۔ نہیں۔ مَیں مویشیوں کو اس سے بڑھکر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے کہ مَیں مویشیوں کا مالک ہُوں اور مجھے انکی فکر ہے۔ اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے اسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کا ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا۔ تو اسلام لانیوالوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا۔ اور مسلمانوں کا مقبولِ خدا ہونا بھی اُنہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا۔ اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے۔ سامعین آزادی و اطمینان سے وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت

یا

جنگ حنین۔ شوال ۸ھ

فتح مکہ ہوجانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جنکی حد مکہ سے ملتی تھی۔ سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں تو اہلِ مکہ کے جسقدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں وہ بلا دغدغہ ہمارے ہوجائینگے[1] اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکیگا۔

اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ اور چار ہزار بہادر لشکر مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادئ حنین میں آ اترے۔ اُنہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ۔ مال و مواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ۔ مال و مویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کریگا۔

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳۔

یہ خبر سُنکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے۔ اور بت پرست معاہد بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا۔ اور اسی لئے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دور بھی تھی۔

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی۔ اور اپنے تیراندازوں کو وہاں بٹھلایا۔ جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جس میں زیادہ تر طُلقائے مکہ[1] یا ایسے لاابالی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو انہوں نے اتنے تیر برسائے۔ کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی۔

قریباً ایک سو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا۔ تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے اور یہ فرمانا شروع کیا۔

"انا النبی لا کذب   انا ابن عبد المطلب[2]"

"مَیں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ مَیں عبد المطلب کا فرزند ہوں"

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے۔ بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔

ابن عباس (عم نبی صلعم) نے صحابہ کو مہاجرین و انصار کے پتہ سے بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے[3]۔ اب فوج کی ترتیب از سر نو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا۔ اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا۔

(۱) انکا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لیکر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

[1] مسلم عن براء بن عازب باب غزوۂ حنین۔ [2] صحیح بخاری عن براء۔ [3] صحیح بخاری عن ابن عباس۔

(۲) دوسرا گروہ جس میں اُنکے اہل وعیال تھے۔ اور زرومال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری کو مامور فرمایا۔ ابو عامر اشعری نے وہاں پہنچکر دشمن کے اہل وعیال اور زرومال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا۔ تو قلعہ کے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان لوگوں پر اہل وعیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی۔ اور چھ ہزار زن وبچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔[۱]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے اور اُنھوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

اِن میں وہ لوگ تھے۔ جنھوں نے طائف میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ (اور اسی انتظار میں قریبًا دو ہفتے ہو گئے۔ کہ مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ کیا گیا تھا)[۲] میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار ومہاجر ہی ہوتے۔ تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو۔

---

[۱] یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس دیکھو جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اُس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے کتاب کے الفاظ یہ ہیں " اٹھو۔ قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ انکے خیموں اور اُنکے گلوں کو وے لے لینگے۔ اور انکے سارے برتنوں اور انکے اونٹوں کو وے اپنے لئے لینے جائینگی واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حنین وطائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے!

[۲] صحیح بخاری عن مسور و مروان کتاب المغازی واقعہ حنین!

کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اسلئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا۔ اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اُس وقت کوئی صورت نکل آئیگی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کرلو۔ یا اہل وعیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔

دوسرے دن وہی سردار آئے۔ اور اُنہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

بے نظیر فیاضی اور رحم

نبی الرحمۃ صلعم نے فرمایا۔ مَیں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے بری کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا۔ ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔

اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی۔ کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اسلئے انہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کردی۔ اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی۔ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

ان قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا۔ اور اسکی نشست کیلئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی۔ فرمایا۔ اگر تم میرے پاس ٹھیرو۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے۔ اُس نے واپس جانا چاہا۔ اور اُسے عزت و اکرام کے ساتھ اُس کی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا۔ عطیے کے بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عنایت فرمائے تھے۔ جو تھوڑے دن سے اسلام

لائے ہوئے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے۔ اُسمیں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا انصار کے ساتھ مَیں خود ہوں۔ لوگ مال لیکر اپنے اپنے گھر جائینگے۔ اور انصار نبی اللہ کو ساتھ لیکر اپنے گھروں میں داخل ہونگے"۔

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔ ؎

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو وہی بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

فصل

(یہودیوں کی شرارتیں۔ عہد شکنی۔ حملے۔ اور مسلمانوں کی مدافعتیں۔)

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیئے۔ جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا۔ لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دُور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھیرے۔

حضرت مسیحؑ جیسے رحم دل نے اُنکی حالتوں کو دیکھکر اُنہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتلایا تھا۔ اور یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لی جاکر ایک دوسری قوم کو دیجاویگی۔ جو اس کے اچھے پھل لائے۔ [1]

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آگیا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا۔ اور آخری یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کا آماجگاہ بنایا جائے۔ جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے۔

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن

[1] متی ۲۱ باب ۴۳ و ۴۴۔

فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔ جب مسلمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔ اُنہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دُودھ بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی۔ اور اُسے سربازار برہنہ کر دیا

یہود کی پہلی شرارت۔ بلوہ قتل اور اخراج بنو قینقاع

عورت کی چیخ و پکار سُن کر ایک مسلمان موقعہ پر جا پہنچا۔ اُس نے طیش میں آ کر فسادانگیز یہودی کو قتل کر دیا۔ اس پر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا۔ اور بلوہ بھی کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کیلئے بلایا۔ اُنہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا۔ اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اسلئے انکو یہ سزا دیگئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں؛

یہود کی دوسری شرارت۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش؛ باجلاء بنو نضیر؛

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بُت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا۔ مگر آنحضرت کی زیرکی و دانائی سے انکی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا۔ کہ "تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمدؐ سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کرینگے۔ تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اُتار لینگے"۔ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہدشکنی کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا۔[1]

سمہ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کیلئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لیگئے۔ اُنہوں نے آنحضرت کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا دیا۔ اور تدبیر یہ کی کہ ابن حجاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر گرا دے اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

[1] ابوداؤد عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک۔ باب فی خبر النضیر۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربّانی اس شرارت کا علم ہو گیا۔ اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دیگئی۔ کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں۔ انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا۔ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ باجے بجاتے ہوئے نکلے۔ اور خیبر جا بسے[1]۔

یہود کی تیسری سازش۔ ملک کی عام بغاوت اور اسکا انجام۔ جنگ احزاب یا غزوۂ خندق

بغاوت عام

۵ ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق[2] ہے۔ بنو نضیر خیبر پہنچکر بھی امن سے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے یہ عزم کیا۔ کہ مسلمانوں کے قلع و قمع کرنے کیلئے ایک متفقہ کوشش کی جائے۔ جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔

انہوں نے بیس سردار مامور کئے۔ کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کیلئے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ذی قعدہ ۵ھ کو دس[3] ہزار کا خونخوار لشکر جسمیں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے۔ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ قرآنمجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے۔

(۱) قریش۔ بنو کنانہ۔ اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے۔

(۲) بنی فزارۃ زیر کمان عقبہ بن حصین۔

(۳) بنی مرہ زیر کمان حارث بن عوف۔

(۴) بنو اشجع و اہل نجد زیر کمان مسعود بن دخیلہ[4]۔

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھود لی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی[5]۔

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب ۳۰ میں پیشگوئی موجود ہے " باغی لٹکے دولت خزانہ لیکر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا "۔ کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہوا تھا۔

[2] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کے جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانیوالے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے۔ اور دیگر بت پرست قومیں بھی اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی۔

[3] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔ جلد ۱۔ [4] طبری جلد ۲ صفحہ ۲ [5] طبری جلد ۲ صفحہ ۳۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ‌ ‌ ‌ ‌ عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا[۱]

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)

خندق کھودنے۔ پتھر توڑنے۔ مٹی ہٹانے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو باآواز بلند پڑھتے تھے۔

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا	اے خدا تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں
ولا تصدقنا ولا صلینا	کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
فانزلن سکینۃ علینا	اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول
وثبت الاقدام ان لاقینا	دشمن آجائے تو ہم کو کر عطا یارب ثبات
ان الاعداء قد بغوا علینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
اذا ارادوا فتنۃ ابینا[۲]	فتنہ گر ہیں وہ۔ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح پڑا اترا۔ کہ سامنے خندق تھی۔ اور پس پشت کوہ سلع[۳]۔ بنو قریظہ یہودی (جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر پابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا) ان سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا۔ اور انہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کئی نقیب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہدیا۔ "محمدؐ کون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں۔ اس کا ہم سے کوئی عہد وپیمان نہیں[۴]۔

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ بناچاری ان تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لئے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے

[۱] صحیح بخاری عن براء۔ [۲] صحیح بخاری عن انس۔ [۳] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷ [۴] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔

تھے۔ کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہو گا۔ اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دینگے۔ تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی! اسلئے آپؐ نے یہ بھی صحابہؓ سے مشورت کی۔ کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے۔ لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ۔ اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ اُن دنوں بھی ہم نے اُن کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جبکہ خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ اُن کے لئے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے[1]؛

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیسؔ دن تک رہا۔ کبھی کبھی اِکے دُکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمر بن عبدوُد جو اپنے آپکو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا۔ حیدر کرار شیر شکار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہلِ مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لئے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کئے۔ نبی صلعم نے فرمایا لاش دیدو۔ قیمت درکار نہیں[2]۔"

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے۔ تو اُن کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر فوچکر ہو گیا۔

بنو قریظہ کا انجام اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا۔ کہ وہ سامنے آ کر اپنے اس طرز عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے۔ اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اُس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیے بن خطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ ابتک اُن کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

[1] طبری و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۱؛ [2] ابن ہشام؛

بنو قریظہ کا یہ غدر انکی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے) سلاحات سے مدد دی تھی۔ مگر اُس وقت رحمدل نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبورًا لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا۔ جو ۲۵ دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ اُنہوں نے قبیلہ اَوس کے مسلمانوں کو جن سے اُنکا پہلے سے ربط و ضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منوا لیا کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اَوس کے سردار قبیلہ تھے) حَکَم (سرپنچ و منصف) تسلیم کیا جائے۔ جو فیصلہ سعد کر دے۔ خدا کا نبی (صلعم) اُسی کو منظور کر لے۔

یہود نے سعد کو منصف بنایا

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا۔ خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور اَوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا اُمیدیں اُن پر لگائی ہونگی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جاویں۔

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنائے جاویں۔

(۳) مال تقسیم کیا جائے۔

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابو سعید خدری رضؓ سے ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کئے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث میں عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے کا کچھ ذکر نہیں۔ اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریبًا وہی[1] سزا دی تھی۔ جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے اور جو اُن کی

[1] قریبًا وہی سزا اسلئے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے کتاب

شریعت میں ہے:

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات و نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلعم کے سپرد کر دیتے۔ تو ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی۔ وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیبر میں آباد ہو جاؤ۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اسکی نظیر ہے۔ نبی صلعم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنٰی فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کیلئے معہ اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دیدیا تھا۔ اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی تھی[۱]

فصل

"عیسائیوں سے جنگ"

عیسائی اقوام سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اچھا رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت سے عناد کیا۔ لیکن جمہور کا اس سے تعلق نہ تھا تفصیل سے اسکی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کیساتھ ایک جنگ ہوئی۔ اور ایک سفر انکے حملہ آور ہونیکی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

"داعیٔ اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ" بماہ جمادی الاول ۸ھ ہجری	موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۵۲۔ توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۹ تا ۱۸ درس ناظرین پڑھکر دیکھیں۔

"۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں، انکے بچوں کو اسیر کیا۔ انکے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ ۱۰۔ اور انکے سارے شہروں کو جنمیں وے رہتے تھے۔ اور انکے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ ۱۴۔ موسیٰ . . غصہ ہوا۔ ۱۵۔ کہ کیا تمنے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ ۱۷۔ تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کردو۔ اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں۔ جان سے مارو۔ ۱۸۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں انکو اپنے لئے زندہ رکھو"

رگ وید۔ چوتھے منڈل کے منتر ۱۶۔ رچا ۱۰ میں ہے۔

"اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا" صفحہ ۳۴۔ قدیم ہندوستان۔

رگ وید منڈل ۱۰۔ منتر ۴۹۔ رچا ۷۔

"ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا۔ قضا و قدر نے انکو اسی واسطے پیدا کیا تھا" صفحہ ۳۸" رگ وید منڈل ۲۔ منتر ۲۔ رچا ۷۔

"وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دیئے" "وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے" صفحہ ۳۷" اردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر سی۔ دت صاحب۔

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۰۷ و ۱۵۰۸۔

یہاں کے سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو جو دعوتِ اسلام کا خط لیکر یہاں آیا ہوا تھا قتل کرا دیا تھا۔

مقتول حارث کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا بھی اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھیرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرا نشین عیسائی قبائل لخم۔ جذام۔ بہرا۔ بلی قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اسلئے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے زید بن حارثہ (جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پروردہ۔ نہایت عزیز اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے[1] جعفر طیارؓ (جو نبی صلعم کے چچیرے اور علی مرتضیٰؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بعمر ۳۳ سال) ۹۰ زخم سامنے کی طرف کھا کر۔ اور عبداللہؓ بن رواحہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے جعفرؓ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولیدؓ نے فوج کو سنبھالا۔ اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنی زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں[2]۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہؓ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا[3]۔

جیش عسرت یا سفر تبوک[4] **رجب ۹ھ ہجری**

ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کیلئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل لخم۔ جذام

[1] زید بن حارثہ چھاتی میں نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ انکے ہاتھ میں نشان تھا۔ جعفر طیارؓ نے نشان سنبھال لیا۔ حملہ آوروں نے حضرت جعفر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے انکا دہنا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اسلئے انکا لقب ذوالجناحین ہوا۔ ابن خلدون

[2] صحیح بخاری عن ابن عمر باب غزوہ موتہ۔ [3] بخاری عن قیس بن ابی حازم۔

[4] چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اسلئے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین اسے غزوۂ تبوک اس لئے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا۔

عاملہ۔ غسان وغیرہ بھی اُنکے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جو بمقام موتہ۔ قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے۔ تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا۔ جو نصف دنیا پر حکمران تھی۔ اور جسکی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔

مسلمان بے سروسامان تھے۔ سفر دُور و دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی۔ مدینے میں میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیاریٔ سامان کیلئے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

عثمانؓ غنی نے ۹۰۰ اونٹ۔ ایکسو گھوڑے اور ایکہزار دینار چندہ میں دیئے۔ ان کو مجھز جیش العسرۃ کا خطاب[1] ملا۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم۔

عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا۔

ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے۔ اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسولؐ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے۔

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کئے اور یہ بھی عرض کی کہ رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کیلئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں" نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بکھیر دو

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص وفراخدلی سے کام لیا۔ قریبا ۸۲ شخص جو دکھلاوے کے مسلمان تھے۔ بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن

[1] ترجمہ یہ ہے کہ فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا۔ ابن خلدون۔

ابی سلول مشہور منافق نے اِن لوگوں کو اطمینان دلایا تھا۔ کہ اب محمدؐ اور اُسکے ساتھی مدینے واپس نہ آ سکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دیگا۔

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہُوا۔

مدینہ پر سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ بنایا۔ اور علیؓ مرتضیٰ کو مدینہ میں اہلبیت کی ضروریات کیلئے مامور فرمایا۔ لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۸ شخصوں کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سُوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں اونٹوں کو (اگرچہ سواری کیلئے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے انکی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔[۱]

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے۔ کہ علیؓ مرتضیٰ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہُوا کہ منافقین بعد میں حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا نکما کہکر چھوڑ دیا۔ کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیرِ خدا کو غیرت آئی۔ دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے۔ اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ "علیؓ تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لئے ویسے ہی جیسا کہ موسیٰؑ کیلئے ہارون تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" یہ سُنکر علیؓ مرتضےٰ خوش و خورم مدینے کو واپس تشریف لیگئے۔[۲]

سیدنا علیؓ المرتضیٰ کی منقبت

تبوک پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہُوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا۔ اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

[۱] طبری۔ [۲] صحیحین؛ [۳] مدارج النبوۃ؛

[۲] صحیح بخاری عن مصعب بن سعد عن ابیہ باب غزوہ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو بنی اسرائیل پر اُس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰؑ کے جو خلیفہ ہوئے۔ ان کا نام یوشع بن نون ہے؛

نبی صلعم کا مختصر خطبہ

تبوک[۱] میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا۔ ذیل میں اسے معہ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیئے ہیں

اللہ پاک کی بہترین حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

اما بعد

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ — (۱) ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھکر اللہ کی کتاب ہے۔

(۲) واوثق العری کلمۃ التقوی — (۲) سب سے بڑھکر بھروسے کی بات تقوی کا کلمہ ہے۔

(۳) وخیر الملل ملۃ ابراھیم — (۳) سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

(۴) وخیر السنن سنۃ محمد — (۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ — (۵) سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔

(۶) واحسن القصص ھذا القرآن۔ — (۶) سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

(۷) وخیر الامور عوازمھا۔ — (۷) بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

(۸) وشر الامور محدثاتھا۔ — (۸) امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو۔

(۹) واحسن الھدی ھدی الانبیاء — (۹) انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔

عیسائیوں کیساتھ فیاضانہ معاہدات

[۱] فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا ۳ باب ۷ تا ۱۳ درس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اسکے کھنڈر بھی ملائے گئے۔ زمان نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کیگئی اور اُن سے معاہدات بھی کئے گئے عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دیگئی۔ اور انکے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلا اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا۔ اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ انکی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرج بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے۔ انکو ان کی حالت پر چھوڑا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی۔ بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ آجتک مسلمہ ہے عیسائیوں نے نئے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ درس میں ہے اسی جگہ سُنا تھا۔

اکیدر والیِ دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہوگیا تھا۔

عربی	اردو
(١٠) واشرف الموت قتل الشهداء	(١٠) شہیدوں کی موت موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے
(١١) واعمى العمى الضلالة بعد الهدى	(١١) سب سے بڑھکر اندھا پن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جاوے
(١٢) خير الاعمال ما نفع۔	(١٢) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔
(١٣) وخير الهدى ما اتبع	(١٣) بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں۔
(١٤) وشر العمى عمى القلب۔	(١٤) بدترین کوری دل کی کوری ہے۔
(١٥) واليد العليا خير من اليد السفلى۔	(١٥) بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔
(١٦) وما قل وكفى خير مما كثر والهى	(١٦) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے
(١٧) شر المعذرة حين يحضر الموت۔	(١٧) بدترین معذرت وہ ہے جو جان کندنی کے وقت کی جائے
(١٨) وشر الندامة يوم القيمة	(١٨) بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔
(١٩) ومن الناس من لا ياتي الجمعة الا دبرا۔	(١٩) بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
(٢٠) ومنهم من لا يذكر الله الا هجرا۔	(٢٠) انہیں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں
(٢١) ومن اعظم الخطاء اللسان الكذوب	(٢١) سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔
(٢٢) وخير الغنى غنى النفس۔	(٢٢) سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے۔
(٢٣) وخير الزاد التقوى۔	(٢٣) سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے۔
(٢٤) وراس الحكمة مخافة الله عز وجل	(٢٤) دانائی کا سر یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو
(٢٥) وخير ما وقر في القلوب اليقين۔	(٢٥) دلنشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے۔
(٢٦) والارتياب من الكفر۔	(٢٦) شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے۔
(٢٧) والنياحة من عمل الجاهلية	(٢٧) بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔
(٢٨) والغلول من جر جهنم	(٢٨) چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے۔
(٢٩) والسكر كي من النار۔	(٢٩) بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے۔
(٣٠) والشعر من ابليس	(٣٠) شعر ابلیس کا (حصہ) ہے۔

(۳۱) والخمر جماع الاثم۔
(۳۱) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۳۲) وشر المأكل مأكل مال اليتيم۔
(۳۲) بدترین روزی یتیم کا مال کھاجانا ہے۔

(۳۳) والسعيد من وعظ بغيره
(۳۳) سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔

(۳۴) الشقي من شقي في بطن امه
(۳۴) اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو

(۳۵) وملاك العمل خواتمه
(۳۵) عمل کا سرمایہ اُسکا بہترین انجام ہے۔

(۳۶) وشر الرؤيا رؤيا الكذب
(۳۶) بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہے۔

(۳۷) وكل ما هو آت قريب۔
(۳۷) جو بات ہونیوالی ہے وہ بہت قریب ہے

(۳۸) وسباب المؤمن فسوق۔
(۳۸) مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

(۳۹) وقتاله كفر۔
(۳۹) مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔

(۴۰) واكل لحمه من معصية الله۔
(۴۰) مومن کا گوشت کھانا (اسکی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے

(۴۱) وحرمة ماله كحرمة دمه۔
(۴۱) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اُسکا خون

(۴۲) ومن يتألى على الله يكذبه۔
(۴۲) جو خدا سے تمنا کرتا ہے خدا اُسے جُھٹلاتا ہے۔

(۴۳) ومن يغفر يغفر له
(۴۳) جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اُسکے عیوب چھپاتا ہے

(۴۴) ومن يعف يعف الله عنه
(۴۴) جو معافی دیتا ہے اُسے معافی دیجاتی ہے۔

(۴۵) ومن يكظم الغيظ يأجره الله۔
(۴۵) جو غصہ کو پی جاتا ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے۔

(۴۶) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله
(۴۶) جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے

(۴۷) ومن تتبع السمعة يسمع الله۔
(۴۷) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اُسکی رسوائی عام کردیتا ہے

(۴۸) ومن يصبر يضعف الله له
(۴۸) جو صبر کرتا ہے خدا اُسے بڑھاتا ہے۔

(۴۹) ومن يعصی الله يعذبه الله
(۴۹) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اُسے عذاب دیتا ہے

(۵۰) ثُمَّ استغفر ثلثًا۔
(۵۰) پھر تین دفعہ استغفار پڑھکر۔ . . .

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔[۱]

[۱] بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) فی الدلائل وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد جلد ا صفحہ ۲۶۲

ذوالبجادین کی وفات

ایامِ قیامِ تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اِن کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے۔ کہ باپ مرگیا۔ چچا نے پرورش کی تھی جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ۔ بکریاں۔ غلام دیکر انکی حیثیت درست کردی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا۔ اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کرسکا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے۔ تو عبداللہ نے چچا سے جاکر کہا۔

"پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے۔ کہ کب آپکے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپکا حال وہی پہلے کا سا چلا جاتا ہے میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کرسکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہوجاؤں"

چچا نے جواب دیا۔ "دیکھ! اگر تو محمدؐ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لونگا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دونگا!"

عبداللہ نے جواب دیا۔ "چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنونگا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کرونگا۔ شرک اور بُت پرستی سے میں بیزار ہوچکا ہوں۔ اب جو آپکی منشا ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے۔ سب سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا پر چھوڑ جانا ہے۔ اسلئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کرسکتا!"

عبداللہ نے یہ کہکر بدن کے کپڑے تک اُتار دیئے اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے سامنے گیا۔ ماں دیکھکر حیران ہوئی۔ کہ کیا ہوا۔ عبداللہ نے کہا۔ میں مومن اور موحد ہوگیا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کیلئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرماکر دیدیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیدیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا آدھے کا تہ بند بنالیا۔ آدھا اوپر لیا اور مدینے کو روانہ ہوگیا۔ علی الصبح مسجد نبوی میں

پہنچ گیا۔ اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے۔ تو اُسے دیکھکر پُوچھا کہ کون ہو۔ کہا میرا نام عبد العزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہوکر درِ دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہارا نام عبد اللہ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھیرو اور مسجد میں رہا کرو۔

عبد اللہ اصحابِ صفہ[۱] میں شامل ہوگیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا۔

ایکدفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرؓ۔ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسولؐ کیلئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبد اللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ مَیں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ جب عبد اللہ چھلکا لے آئے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اُسکے بازو پر باندھ دیا۔ اور زبانِ مبارک سے فرمایا: الٰہی! مَیں کفار پر اسکا خون حرام کرتا ہوں۔ عبد اللہ نے کہا۔ یا رسول اللہ

[۱] صفہ چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔ جو لوگ گھر بار ترک کر دیتے۔ وہاں آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ اس چبوترہ پر ٹھیرا کرتے تھے۔ اسلئے اہلِ صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقانِ صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے انکی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعتِ اسلام کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابو ہریرہ ہیں جو ناکخزانۂ احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ زیادہ مفصل حال ہماری کتاب بین الاسلامی سفرنامہ حجاز میں پڑھنا

غلاموں غریبوں کی تدفین میں نبی صلعم کا نمونہ

مَیں تو شہادت کا طالب ہُوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آجائے اور مرجاؤ۔ تب بھی تم شہید ہی ہوگے۔

تبوک پہنچکر یہی ہُوا کہ تپ چڑھا اور عالم بقا کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث مزنی کو بیان ہے کہ مَیں نے عبد اللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے؛

"رات کا وقت تھا۔ بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اُسکی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُسکی قبر میں اُترے تھے اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمارہے تھے۔ ادنیا اِلیٰ اخاکما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ آنحضرتؐ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا۔

"الٰہی! آج کی شام تک مَیں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہوجا"[۱]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کاش۔ اِس قبر میں مَیں دبایا جاتا!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گئے؛

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اب محمدؐ اور اس کے دوست قید ہوکر کسی دُور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح وسالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے اور اُنہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھُوٹے موٹے عذر بنائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دیدی لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے۔ جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ اُن کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

اُن میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے مَیں اسی کو اِس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ہیں۔ اور اُن ۷۳ سابقین میں سے ہیں۔ جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے؛

کعب بن مالک کا امتحان سخت طریق سے

کعبؓ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا

۱؎ مدارج النبوۃ صفحہ ۴۲۳ جلد دوم۔

ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان تجرب
تھا۔ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی۔ کہ پہلے
کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کے لئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کئے تھے۔ حالانکہ اس
سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔
اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل پڑونگا
لشکرِ اسلام جس روز روانہ ہوا۔ مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ میں نے کہا۔ خیر میں کل چلونگا
دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گذر گئے اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اُس
سے مل سکنا مشکل ہو گیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا۔ مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے
کے عادی تھے۔ یا جو معذور تھے۔ اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا۔ یہ دیکھکر میرے تن بدن
کو رنج و غم کی آگ لگ گئی یہ دن میرے اسی طرح گذر گئے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر
خدا و رسول کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے مگر
میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے۔ آخر میں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔
تبسم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اُسی وقت جاتے رہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کعب تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمہارے پاس
کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے پاس تو سب کچھ
تھا۔ میرے نفس نے مجھے غافل بنایا۔ کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ
کیا۔ اور مجھے حرمان و خذلان کی گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ تم اپنے گھر ٹھیرو۔ اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا۔ دیکھو۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ مَیں نے کہا "وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھُل جاتا۔ اور پھر مَیں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسُول کے ساتھ ہے"۔ مَیں نے دریافت کیا کہ "جو حکم میرے لئے ہُوا ہے۔ کسی اَور کیلئے بھی ہُوا ہے"؟ لوگوں نے کہا "ہاں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے"۔ یہ سُنکر مجھے ذرا تسلی ہوئی۔ کہ دو مرد صالح اَور بھی میری جیسی حالت ہی ہیں!

پھر رسُولِ خدا نے حکم دیا کہ کوئی مُسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے۔ اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے۔ اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ اِن دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ کیونکہ وہ بُوڑھے بھی تھے لیکن مَیں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا۔ مسجدِ نبویؐ میں جاتا۔ نماز پڑھکر مسجدِ مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی علے اللہ علیہ وسلّم محبت بھری نگاہ اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کا ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضوؐر کی جانب آنکھ اُٹھاتا تو حضوؐر اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا۔ نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا

ایک روز مَیں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابو قتادہ میرا چچیرا بھائی تھا۔ اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اسکا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا مَیں اُسکے پاس چلا گیا۔ اُسے سلام کیا تو اُس نے جواب تک نہ دیا۔ اور مُنہ پھیر کر کھڑا ہو گیا مَیں نے کہا "ابو قتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ مَیں خدا اور رسُول سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے"؟ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب مَیں نے تین بار اِسی بات کو دُہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جواب دیا۔ کہ "اللہ اور رسُول ہی کو خوب معلوم ہے"۔ مجھے بہت ہی رقّت ہوئی اور مَیں خوب ہی رویا۔ مَیں شہر میں لَوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتلا دیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اُسکے پاس بادشاہِ غسّان کا ایک خط میرے نام تھا۔

خط میں لکھا تھا۔

"ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہوگیا ہے۔ تمکو اپنے سامنے سے نکالدیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تمپر جوروجفا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ ومنزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے۔ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ۔ اور آکر دیکھو کہ مَیں تمہارا اعزاز واکرام کیا کچھ کرسکتا ہوں"۔

خط پڑھتے ہی مَیں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج واندوہ چندر چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی مَیں نے آگ میں ڈالدیا اور کہدیا "جاؤ۔ کہدینا کہ آپکی عنایات التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر وخوشتر ہے"۔

مَیں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ایک شخص آیا ہُوا موجود ہے۔ اُس نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو"۔ مَیں نے پوچھا "کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں۔ صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سنکر مَیں نے اپنی بیوی کو اُس کے میکے بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہُوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہلال کمزور وضعیف ہے اور اس کی خدمت کیلئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ۔ ہلال کمزور وضعیف ہے۔ اور اُسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو مَیں اُس کی خدمت کرتی رہوں" فرمایا "ہاں۔ اُسکے بستر سے دُور رہو"۔ عورت نے کہا۔ "یا رسولؐ اللہ! ہلال کا غم ورنج سے ایسا حال ہے کہ اُسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا"۔

آپ مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لیلو۔ کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کردیا کرے میں نے کہا: "میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا! کیا خبر حضورؐ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں۔ اپنا کام خود کرسکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں"
الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس۵۰ دن گذر گئے۔ ایکرات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع[2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی "کعبؓ کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی" یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے۔ کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھکر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا۔ اسوقت چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا۔ اور عادت مبارک تھی۔ کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہوجاتا تھا۔ مجھے فرمایا: "کعب۔ مبارک! اس بہترین دن کیلئے۔ جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر

[1] سفر تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالبا ۵۰ دن ہی لگے تھے۔ اسلئے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے ہی دن مسلمانوں اور عیال سے قریبًا نہنانی میں کاٹنے پڑے۔
[2] سلع کا ذکر [illegible] حدیث میں آتا ہے جس [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اسکے پاس تھا۔ اور طبری نے [illegible] کے بیان میں بروایت ابن اسحٰق یہ ایسا لکھی ہے وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظہورھم الی سلع فی ثلاثۃ الاف من المسلمین فضرب ھنالک عسکرہ والخندق بینہ وبین القوم۔ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب نبیؐ نے مدینہ میں محصور ہوکر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اترا تھا اور اسوقت مسلمانوں کا رخ خندق کیطرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ احسانؓ بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جسمیں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے۔ امسی الفتی عمرو بن عبدٍ ثاویًا بجنوب سلع ثارۃ لم ینظر۔ کعبؓ بن مالک نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا اسکا ایک شعر ہے۔ الا ابلغ قریشًا ان سلعًا وما بین العریض الی الصماد آپ ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۱ کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے۔

اَبتک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمہاری توبہ کو ربّ العٰلمین نے قبول فرمالیا ہے۔

مَیں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں مَیں اپنا کُل مال راہِ خدا میں صدقہ دیتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں" مَیں نے عرض کیا "نصف" فرمایا "نہیں" مَیں نے عرض کیا "ثلث" فرمایا "ہاں ثلث خوب ہے۔ اور ثلث بہت بھی ہے"۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اس فتنہ و شر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا۔ اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلود ہوا سے آلودہ کر رکھا تھا۔ خاتمہ ہوگیا۔ اُن سب لڑائیوں کے دوران میں رحمۃ للعٰلمینؐ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحمدلی کا ظہور اس کثرت و وفور سے ہُوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کئے۔

لاثانی رحمدلی

یہ وہ ناگزیر جنگ تھے جنہیں اللہ کا برگزیدہ رسُول و نبی اور مسلمان اضطرارًا تقریبًا سات سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔

خاتمہ حرب

ناظرین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے۔ کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگ صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے، اور اُن کے شر سے بچنے کیلئے کئے گئے تھے۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اسلئے قتل نہیں ہُوا کہ وہ بُت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

قرآن مجید میں اِس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرمادیا تھا۔ کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اسلئے مذہب کے لئے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات اِس مطلب کے لئے صاف ہیں:۔

آیت	ترجمہ
(۱) لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔ (سورہ بقرہ رکوع ۳۴)	دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہوگئی ہے۔
(۲) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ	اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے۔ کیا تو ان لوگوں

حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (سورہ یونس)

جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

(۳) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (سورہ ہود۔ رکوع ۱۰)

اگر تیرا پروردگار چاہتا۔ تو سب لوگوں کو ایک ہی اُمت بنا دیتا اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہینگے (بجز انکے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔

(۴) اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ (سورہ قصص رکوع ۶)

تو اُسے ہدایت نہیں دیسکتا۔ جس سے محبت کرتا ہے۔ مگر خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

(۵) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (سورہ قٓ رکوع ۳)

جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں۔ہم جانتے ہیں۔ اور تو اُن پر جبر نہیں کرسکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے

(۶) فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ (سورہ غاشیہ پ عہ)

وعظ کرتا رہ۔ کیونکہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر کروڑہ نہیں ہے ؛

مذہب اسلام میں اکراہ و جبر نہیں

اسیرانِ جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے۔ کہ اُس برتاؤ کا ذکر کردیا جائے۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اسیرانِ جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسیرانِ جنگ اور غلام

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں۔ وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں۔ جسے سُنکر بدن کے رُونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

(۱) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دُو ہی طرح پر تھا۔

(الف) فدیہ لے کر آزاد کرنا۔

(ب) بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

ابوبکر صدیقؓ کی رائے

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ یہ اہل مکہ تھے۔ ان سے بڑھکر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس معاملہ کو صحابہؓ کے شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیقؓ تھے جنکی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے۔ اور انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کئے تھے:۔

(۱) زرِ جرمانہ سے ہم اپنے سازوسامان کی درستی کریں گے۔

(۲) آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرمادے۔

عمر فاروقؓ کی رائے

دوسری جانب عمر فاروقؓ تھے۔ انکی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے:۔

(الف) یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ انکی گردنیں اُڑانی چاہیئں۔

(ب) خدا نے ہمکو انپر غلبہ دیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیئے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ جو قیدی زرِ جرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے اُن کیلئے تجویز فرمایا کہ وہ اولادِ انصار کو لکھنا سکھلادیں (یا کوئی اور ہنر سکھلادیں)

بعض لوگ ابتک یہ سمجھتے ہیں کہ عمر فاروقؓ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث میں یہ ہے کہ اگلے روز عمرؓ نے رسول اللہ اور ابوبکرؓ کو گریہ کرتے دیکھا تھا لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے۔ بوجوہِ ذیل:۔

(۱) قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکرؓ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا۔

(۲) اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔

(۳) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں ابوبکرؓ کو ابراہیم و عیسےٰ سے اور عمرؓ کو نوحؑ و موسیٰؑ سے تشبیہہ دی ہے۔

(۴) ابوبکرؓ کی رائے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے موافق تھی۔

(۵) بالآخر رب العلمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا۔

(۶) ابوبکرؓ کا خیال صحیح ہُوا کہ اسیرانِ جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے۔ اور سرِدست زرِ جرمانہ (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا۔

(ا) الغرض جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لیکر آزاد فرما دیا تھا۔ اُن قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں۔ جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہلِ مدینہ بچوں سے بڑھکر انکی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دُو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا انکے سابق جرائم کا نتیجہ تھی۔ جس نے انہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا۔

(ب) جنگِ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سَو سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے۔ وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے تھے۔ اور ان میں سے ایک عورت جویریہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

(ج) حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے ۸۰ حملہ آور قید ہوئے تھے۔ اُن کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط اور بلا کسی جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔

(د) جنگ حنین میں چھ ہزار زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا۔ اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دیکر رخصت فرمایا تھا۔

اِن جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حملہ آور دشمنوں

پر قابو اور غلبہ پا لینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔

کتبِ احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا۔ کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام۔ مصر و عرب۔ ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کئے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی۔ غلام بنانے کا مذکور نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوانِ جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔

اگرچہ مسلمانوں کے لئے یہ جنگ سخت آزمائش تھے۔ لیکن رب العلمین کی اس میں بھی شائد یہ حکمت ہو۔ کہ اسلام دنیا کے لئے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کردے۔ جو ہمدردی انسانی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔
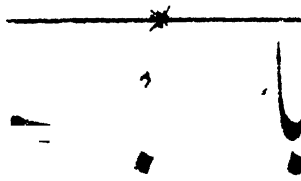
مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے
سفیر و فرامین کا بھیجا جانا۔ بعض کا مسلمان ہوجانا۔ بعض کا اظہار ادب کرنا۔ بعض
کا گستاخی سے پیش آنا۔ اور اس کا انجام

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کل دنیا کا مذہبِ واحد کہکر پیش کیا ہے۔
اور اسی لئے نبوت کے اُس ابتدائی زمانے ہی سے جبکہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی

تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان پارسی۔ عداس نینوائی وہ بزرگوار ہیں۔ جو حبش۔ یونان۔ ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمرِ اولین بنکر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں:۔

حضور صلعم کامل طور سے عالم کے لئے رسول ہوا

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ (سورہ سبا ع ۳)	ہم نے تجھے تمام انسانوں کیلئے بشارت پہنچانیوالا، ڈرسنانیوالا بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے۔
(۲)۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورہ صف ع ۱۔ نیز سورہ فتح ع ۴)	(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔
(۳) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء ع ۷)	(۳) ہم نے تجھے تمام اہلِ عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
(۴) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورہ اعراف ع ۲)	(۴) ان سے کہدو کہ اے انسانی نسل کے بچو۔ میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی تعمیل ہی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا۔ کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لئے پڑیگا کہ تم نے اپنی ذات کیلئے انکار کر دیا بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رُکیگی۔ اسلئے انکی ضلالت و گمراہی کا نکال بھی تم ہی پر پڑیگا۔ کیونکہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوتِ عام کی نظیر کوئی موجود نہ تھی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے

جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ کہ ان کے بانیانِ مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں۔ اسلئے انکی خموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے۔ جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے[1]

اب اگر انکے متبعین اُنکے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں۔ تو یہ انکا اپنا فعل ہے۔ جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا۔

سنہ ہجری المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پادشاہانِ عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا۔ وہ وہاں کی زبان جانتا تھا۔ تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے[2]

اب تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مُہر نہ بنائی تھی۔ جب شاہانِ عالم کو خطوط لکھے گئے۔ تو اُنپر مُہر کرنے کیلئے خاتم تیار کیگئی۔ یہ چاندی کی تھی۔ تین سطروں میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی[3]

اللہ
رسول
محمد

ان خطوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی پادشاہوں کے نام تھے۔ ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:۔

یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء	اے اہل کتاب۔ آؤ۔ ایسی بات پر اتفاق کریں

[1] مقدس مسیح فرماتے ہیں: "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں"
[2] خصائص الکبریٰ جلد دوم بروایت ابن ابی سیبہ صفحہ ۱۔
[3] بخاری عن انس بن مالکؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگشتری ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اریس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کیگئی نہ ملی۔ بخاری نقش الخاتم۔

بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (آل عمران رکوع ۷)

جو ہمارے تمہارے (دین) میں مساوی ہے یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اسکا شریک نہ ٹھیرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لئے تجویز نہ کریں۔

آب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں :-

بادشاہ حبش کے نام اصحم بن ابجر، بادشاہ حبش الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملك الحبشۃ۔ سلم انت فانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ ونفخہ وانی ادعوك الی اللہ وحدہ لا شریك لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ۔

خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کیطرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں جو ملک۔ قدوس۔ سلام۔ مومن[1] اور مہیمن ہے۔ اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسٰے بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں۔ جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا۔ اور انہیں عیسٰی کا اس سے حمل ٹھیر گیا۔ خدا نے عیسٰی کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لا شریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ اُسی کی فرمانبرداری میں لگا رہ اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں

[1] مومن خدا کا نام ہے اُسکے معنے ہیں "ایمان عطا کرنے والا"

وقد بعثت الیک ابن عمی جعفراً و
نفراً معہ من المسلمین فاذا جاءک
فاقرھم ودع التجبر فانی
ادعوک وجنودک الی اللہ
فقد بلغت ونصحت فاقبلوا
نصحی۔
والسلام علی من اتبع الھدیٰ

میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی
جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ بھیج چکا
ہوں۔ تم اسے بآرام ٹھیرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو
کیونکہ میں تمکو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں بخوبی
سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو
سلام اُس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے"

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہوگیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الی محمدؐ رسول اللہ من النجاشی اصحم
بن ابجر سلام علیک یا نبی اللہ و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ من اللہ الذی
لا الٰہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول
اللہ فی ماذکرت من امر عیسیٰ فورب
السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید
علی ماذکرت ثفروقاً انہ کما قلت
وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا۔ وقد
قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد
انک رسول اللہ صادقاً مصدقاً۔
وقد بایعتک وبایعت ابن عمک

اللہ رحمٰن، رحیم کے نام سے۔
محمدؐ رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن
ابجر کی طرف سے اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی
سلامتی رحمت اور برکتیں ہوں اسی خدا کی جس کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جس نے مجھے اسلام کی
ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضورؐ کا فرمان
میرے پاس پہنچا عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر
فرمایا ہے بخدائے زمین و آسمان وہ اس سے ذرہ برابر
بھی بڑھکر نہیں۔ انکی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے
تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپکی تعلیم سیکھ لی ہے اور
آپکا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں
اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں اور
راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنیوالے ہیں۔ میں آپ سے

واسلمت علی ید یہ للہ رب العٰلمین وقد بعثت الیک بابنی ارھا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اتیك فعلت یارسول اللہ۔ فانی اشھد ان ماتقول حق۔ والسلام علیك یارسول اللہ

بیعت کرتا ہوں۔ مَیں نے آپکے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضورؐ کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کرلیا ہے اور مَیں حضورؐ کی خدمت میں اپنے فرزند ارھا کو روانہ کرتا ہوں۔ مَیں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں۔ اگر حضورؐ کا منشاء یہ ہوگا کہ مَیں حاضرِ خدمت ہوجاؤں تو ضرور حاضر ہوجاؤنگا۔ کیونکہ مَیں یقین کرتا ہوں کہ حضورؐ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے خدا کے رسُولؐ آپ پر سلام۔

شاہ بحرین کا اسلام

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا۔ شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا۔ علاء بن الحضرمیؓ اس کے پاس نامہ مبارک لیکر گئے تھے۔ یہ مسلمان ہوگیا۔ اور اسکی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہُوا۔ اس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا۔ کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ اُن کیلئے جو ارشاد ہو کیا جائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔

(۱) من ینصح انما ینصح لنفسہ

(۲) من اقام علیٰ یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیہ۔

جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے۔

جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم ہے۔ وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے۔

(۳) جیفر و عبد فرزندان جلندی۔ ملک عمان کے نام عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ خط بھیجا گیا۔ عمرو کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبد بولا۔ میرا بھائی۔ عمر میں مجھ سے بڑا اور ملک کا مالک ہے میں تمہیں اُسکی خدمت میں پہنچا دُونگا۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟۔

عمرو بن عاص نے کہا "اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسولؐ ہے"۔

عبد نے کہا۔ عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ کہ تیرے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ ہم اُسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔

عمرو بن عاص نے جواب دیا۔ وہ مر گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش وہ ایمان لاتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کا اقرار کرتا۔

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو۔

عمرو بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہُوا۔

عبد۔ کہاں؟

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں۔ اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبد۔ وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرو بن عاص۔ اُسے بدستور پادشاہ رہنے دیا۔ اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ دیکھو۔ عمرو۔ کیا کہہ رہے ہو؟ انسان کیلئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھکر ذلت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو ؟

عمرو بن عاص۔ نجاشی۔ ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہُوا۔ کہدیا ہے کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگیگا تو نہ دونگا۔

ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہرقل کے بھائی نباق نے کہا۔ یہ نجاشی حضورؐ کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضورؐ کے دین کو بھی اُس نے چھوڑ دیا ہے۔

ہرقل نے کہا۔ پھر کیا ہُوا! اُس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کر لیا۔ اور قبول کر لیا میں کیا کروں؟ بخدا اگر اِس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو مَیں بھی وُہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد۔ دیکھو۔ عمرو کیا کہہ رہے ہو!

عمرو بن عاص۔ قسم ہے خدا کی سچ کہہ رہا ہُوں۔

عبد۔ اچھا بتلاؤ۔ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے؟ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے

عمرو بن عاص۔ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیتِ الٰہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں۔ بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں

عبد۔ کیسے اچھے احکام ہیں۔ جنکی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اِس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔

عمرو بن عاص۔ اگر وہ اسلام قبول کریگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالینگے وہ صرف اتنا کرینگے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرادیا کرینگے۔

عبد۔ یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟

عمرو بن عاص نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو

عبد بولا۔ کیا وہ ہمارے سوا یم مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہینگے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا۔ اور خود ہی پانی جا پیتا ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ ہاں۔ اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبد۔ میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دُور دُور تک بکھرے پڑے ہیں۔ وہ اس حکم کو مان لینگے۔

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے۔ عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پُہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو پادشاہ نے طلب کیا۔ چوبداروں نے دونو جانب سے بازو تھام کر انہیں پادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ پادشاہ نے فرمایا' اسے چھوڑ دو۔ چوبداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے۔ چوبداروں نے پھر ٹوکا۔ انہوں نے پادشاہ کی طرف دیکھا۔ پادشاہ نے دیکھا۔ پادشاہ نے کہا بولو۔ تمہارا کیا کام ہے؟

عمرو بن عاص نے خط دیا جس پر مُہر ثبت تھی۔

جیفر نے مُہر توڑ کر خط کھولا۔ پڑھا۔ پھر بھائی کو دیا اُس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص نے دیکھا۔ کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

پادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن عاص نے کہا۔ سب نے طوعاً و کرہاً اسکی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

پادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن عاص۔ یہ وُہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا سب کچھ چھوڑ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کر لیا ہے۔ اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے۔

پادشاہ نے کہا۔ اچھا۔ تم کل پھر ملنا۔

عمرو بن عاص دوسرے روز پادشاہ کے بھائی سے پہلے ملا۔ وہ بولا۔ کہ اگر ہماری

حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائیگا۔

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ نے کہا۔ میں نے اس معاملہ میں غور کیا۔ دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جسکی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤنگا حالانکہ اگر اسکی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمہیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو!

عمرو بن عاص نے کہا، بہتر میں کل واپس چلا جاؤنگا!

بادشاہ نے کہا۔ نہیں کل تک ٹھیرو:

دوسرے دن بادشاہ نے انہیں آدمی بھیجکر بلایا۔ ور دونوں بھائی مسلمان ہوگئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔[۱]

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر، دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی اسکے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ یہ پہلے تو خط مبارک پڑھکر بہت بگڑا کہا میں خود مدینے پر حملہ کرونگا۔ بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا مگر مسلمان نہ ہوا۔

(۵) ہوذہ بن علی حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمروؓ۔ نامہ مبارک اسکے پاس لیکے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لیجائے تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہوگیا۔

(۶) جریج بن متی الملقب بہ مقوقس[۲] شاہ اسکندریہ و مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلیعہ اسکے پاس سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا۔ تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا۔

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۲ [۲] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علماء مصر و یورپ و عرب میں بہت اختلاف ہے۔ غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی کو چند یورپین مؤرخین نے (جورج بن مینا) بھی لکھا ہے۔ یہ دمی النسل تھا مگر اں غالباً قبطی تھی۔

بادشاہ عمان کا اسلام

گورنران دمشق و یمامہ کا انکار

مبلغ اسلام کی تقریر دربار مصر میں

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے۔ جو انا ربکم الاعلیٰ (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا۔ اور خدا نے اُسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب خدا کا غضب بھڑکا۔ تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اس لئے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو۔ اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔

بادشاہ نے کہا: ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اسے ترک نہیں کرینگے۔ جبتک کہ اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے۔

حاطب بولا۔ میں آپکو دینِ اسلام کی جانب بُلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفائت کنندہ ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوتِ اسلام فرمائی ہے۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت؛ لیکن سب میں سے محبت و مودت کیساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ بخدا جس طرح موسیٰؑ نے عیسیٰؑ کیلئے بشارت دی۔ اسیطرح عیسیٰؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپکو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہلِ توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا، وہی قوم اسکی اُمت سمجھی جاتی ہے۔ اسلئے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں جسکا عہد آپکو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپکو حضرت مسیحؑ کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

جواب مقوقس

مقوقس نے کہا: میں نے اس نبیؐ کے بارے میں غور کیا۔ ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ نہ وہ ساحرِ ضرر رساں ہیں نہ کاہنِ کاذب۔ اور انہیں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔ بہرحال میں اس معاملہ میں مزید غور کرونگا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مُہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے تحائف بھیجے! اور جواب خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے۔ مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہونگے۔

دلدل مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔[۱]

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ وحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ[۲] اسکے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت باتیں دریافت کرتا رہا۔

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے اُن دنوں ابوسفیان معہ دیگر تاجران مکہ شام آیا ہوا تھا۔[۳] اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کرونگا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتلا دینا۔

ابوسفیان اُن دنوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اسکا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دینگے تو میں بہت باتیں بناتا۔ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال وجواب یہ ہیں :۔

قیصر۔ محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے ؟"

ابوسفیان تاجر۔ شریف وعظیم !

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا "سچ ہے۔ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو"!

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعوٰی کیا ہے ؟

ابوسفیان وہرقل کے سوال وجواب

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۰ [۲] وحیہؓ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے۔ جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے یہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور درجلہ مشاہد ما بعد میں شامل ہوئے !

[۳] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶ وکتاب الشہادات !

ابوسفیان تاجر۔ نہیں "

یہ جواب سنکر ہرقل نے کہا۔ "اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور رئیس کرتا ہے"

قیصر "نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا۔ یا اسکو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟"

ابوسفیان۔ نہیں "

ہرقل نے اس جواب پر کہا "یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔

قیصر "اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے"

ابوسفیان۔ نہیں "

ہرقل نے اس جواب پر کہا "اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا۔ کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے"

قیصر "محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں، یا سردار اور قوی لوگ؟"

ابوسفیان۔ مسکین حقیر لوگ "

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں"

قیصر۔ ان لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟

ابوسفیان۔ بڑھ رہی ہے "

ہرقل نے کہا "ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حدِ کمال تک پہنچ جاتا ہے

قیصر۔ کوئی شخص اُسکے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں "

ہرقل نے کہا "لذتِ ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا

اثر تائید کر لیتی ہے تب جدا نہیں ہوتی۔"

قیصر۔"یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟"

ابوسفیان۔ نہیں لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھئے کیا انجام ہو۔"

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ ایزاد کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی' اور یوں کہا' بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دُنیا دار کیا کرتا ہے نبی دُنیا کے طالب نہیں ہوتے۔"

قیصر۔ کبھی اُس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟'

ابوسفیان۔ ہاں"

قیصر۔ جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)"

ہرقل نے کہا" خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر۔ اس کی تعلیم کیا ہے؟"

ابوسفیان۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو نماز۔ روزہ۔ سچائی۔ پاکدامنی۔ صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو۔"

ہرقل نے کہا۔ نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونیوالا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دئیے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) ضرور قابض ہو جائیگا۔ کاش! میں انکی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا۔"

اسکے بعد آنحضرتؐ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار اُسے سُنکر بہت چیخے اور چلّائے۔ اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا

نقش اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا

(۸) خسرو پرویز۔ کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زردشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن خدامہ رضؓ اس کے پاس نامہ مبارک لیکے گئے تھے نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیاً ویحق القول علی الکافرین۔ فاسلم تسلم۔ فان ابیت فان اثم المجوس علیک۔	اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے' محمدؐ رسول اللہ کیطرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام سلام اسپر جو سیدھے راہ پر چلتا۔ اور خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اسکا بندہ اور رسولؐ ہے میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں خدا کا رسولؐ ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کیطرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنادیا جائے اور جو منکر ہیں اُن پر خدا کا قول پورا ہو تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہیگا۔ ورنہ قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا"

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا میری رعایا کا ادنےٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اسکا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا۔ اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی صلے اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کرکے میرے پاس روانہ کردو۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خرخسرہ تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جسکا نام بانویہ تھا۔ بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر

اور آنحضرت کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ جانے سے انکار کریں تو واپس آکر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا۔ تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمدؐ ضرور تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے۔

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبیؐ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات تمہارے پادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سنکر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں والیٔ سرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اُسکے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے جو باپ کا قاتل تھا۔

اب باذان نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی صلے اللہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اُس نے واپس آکر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اُس وقت نبیؐ نے فرمایا (مزّق ملکہٗ) اس نے اپنی (قوم کے) فرمانِ سلطنت کو چاک کر دیا ہے؛

ناظرین اِس مختصر اور پُرہیبت جملہ کو دیکھیں اور ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اِس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جسکی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں:

چند والیانِ ملک کا مشرف باسلام ہونا

مناسبتِ مقام سے اس جگہ اُن والیان و حکمرانانِ ملک کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں جنہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مناداِن اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

(۱) ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا ۶ ہجری میں مسلمان ہوا[2]

[1] ناظرین نبیؐ کے نامہ مبارک کے الفاظ "اسلم تسلم" پر مکرر غور کریں۔ اسمیں درج تھا کہ اگر مسلم ہو جائیگا۔ سلامت رہیگا۔ یہ تہدید نہ تھی بلکہ اخبار عن الغیب (پیشگوئی) تھا۔ [2] ثمامہ ابن اثال نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمات سرانجام دیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس اس بارہ میں فرات ابن حیان کو سفیر بنا کر بھیجا

(۲) جبلہ عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسّان کا حکمران تھا۔ ۸ سنہ ہجری میں مسلمان ہُوا۔

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہُوا تو قیصر نے سامنے بُلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت حکومت۔ عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں۔ مگر اسلام ترک نہ کیا۔

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا ۹ سنہ ہجری میں مسلمان ہُوا۔

(۵) ذی الکلاع حمیری یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اسکی حکومت تھی۔ اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپکو خدا کہلایا کرتا۔ اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے۔ عمر فاروق رضی کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا۔ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

باب
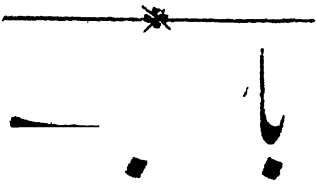
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حُسن و خوبی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کی مختصر کیفیت اُن وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کی جاسکتی ہے جو وقتاً فوقتاً حضورؐ کی خدمت میں دُور دراز سے آیا کرتے تھے۔

ڈیپوٹیشن کا آنا۔ واپس جانا۔ ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدافعانہ جنگ توجنہیں بمجبوری شامل ہونا پڑا ایک ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھے لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے جن کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔

دعوتِ عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے جن قبائل کے وفود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ مَیں نے اُن قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کئے جن کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لئے تھا۔

دوس۔ صداء۔ ثقیف۔ عبدالقیس۔ بنی حنیفہ۔ طے۔ اشعریین۔ ازد۔ فروہ جذامی۔ ہمدان۔ طارق بن عبداللہ۔ تجیب۔ بنی سعد ہذیم۔ بنواسد۔ بہراء۔ عذرا۔ خولان۔ محارب۔ غسان۔ بنی الحارث۔ بنی عیش۔ غامد۔ بنی فرازہ۔ سلامان۔ نجران۔ نخع۔

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر مختصر حال درج کئے جاتے ہیں:۔

وفد دوس طفیل بن عمرؓ دوسی کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ۔ دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے طفیل گھر پہنچا۔ تو بوڑھا باپ ملنے کیلئے آیا طفیل نے کہا۔ باوا جان۔ اب نہ مَیں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا۔ یہ کیوں۔ طفیل نے کہا مَیں تو محمدؐ کا دین قبول کر کے اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا۔ بیٹا۔ جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔ طفیل نے کہا۔ خوب تب آپ اُٹھئے غسل فرمایئے۔ پاک کپڑے پہن کر تشریف لایئے۔ تاکہ مَیں اسلام کی تعلیم دوں۔ پھر طفیل کی بیوی آئی۔ اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی۔ لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اسلئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضورؐ اُن کیلئے دعا فرمائیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہا۔ اللّٰھم اھد دوسًا۔ اے خدا دَوس کو سیدھا راستہ دکھلا۔ پھر طفیل سے فرمایا۔ جاؤ۔

دعوت اسلام کرنیوالوں کیلئے ضروری ہدایات۔

لوگوں کو دین خدا کیطرف بلاؤ۔ اُن سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔ اسدفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ ۵ھ ہجری میں دَوس کے ستر اسّی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ساتھ لیکر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضورؐ خیبر گئے ہوئے ہیں۔ اسلئے خیبر ہی پہنچکر اُس نے شرف حضوری حاصل کیا۔ اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لے کر خیبر ہی جا پہنچے تھے۔

حضرت جعفرؓ کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لیکر۔ اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے دَوس کے نومسلم خاندانوں کو لیکر خیبر میں پہنچ جانا۔ گویا یہودیوں کو خدا کیطرف سے یہ بتلا دینا تھا۔ کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دُور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو آسانی سے فتح کر رہی ہے۔ اسکی مخالفت اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

وفد صداء

یہ وفد ۸ھ ہجری میں حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث صدائی حاضر ہوا۔ پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ [۱۵] سرکردہ لوگوں کو لیکر آیا۔ سعد بن عبادہ انکی تواضع کیلئے مامور ہوئے۔ انکے واپس جانے کے بعد انکے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

زیاد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنوآں ہے

بیچوں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

سرما میں اسکا پانی کافی ہوتا ہے لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اسلئے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔ ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے تعلیم و تعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دعا فرمائیے کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہُوا کرے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم سات کنکریاں اُٹھا لاؤ۔ زیاد لے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھکر پھر واپس دیدیا۔ فرمایا۔ ایک ایک کنکری اُس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ میں اتنا پانی بڑھگیا۔ کہ اُس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا۔[1]

وفد ثقیف کا حال

ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن وثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہُوا اور اسلام قبول کیا۔ عروہ کے گھر میں دسؔ بیویاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُن میں سے چار کو رکھکر باقی کو طلاق دیدو۔[2] چنانچہ اُس نے ایسا

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵ [2] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لامحدود کو محدود بنایا اور کثرت کے لئے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آجکل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنیوالے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرتِ زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی؟ اگر نہیں کی تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے۔ کہ اُس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو جس میں ایک دُلہا کے ساتھ ۱۰ کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے جن میں ۵ تو دُلہا کے ساتھ جاتی اور ۵ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو۔ تین۔ چار تک اجازت دیکر پھر یہ فرمایا گیا ہے۔ وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیویوں کیلئے عدل نہ کرسکو گے۔ تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ بھی فرمادیا۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔ بس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے منتشر "تب صرف ایک بیوی" کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے اسلام کیلئے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔

ایسا ہی کیا۔

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے' قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازہ دیجیا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۹۰) کتاب ہذا کے موضوع سے یہ زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی و نقلی دلائل کا یہاں بیان کیا جاوے۔ لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے۔ کہ جب قومی عزت و وقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو۔ تب اس وقت قومی عزت کے لئے ایک سے زیادہ بیوی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا لیکن دنیا کے عقلمند جانتے ہیں کہ مبارک وے ہیں جو قوم کیلئے اپنے آپکی قربانی کردیتے ہیں؛

لہ لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں وہ یہ امر فراموش کردیتے ہیں کہ جسٹین کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کیلئے بحال رکھی گئی ہے وہ یہ بھی فراموش کردیتے ہیں۔ کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق بکثرت دیکھائی ہے۔ اور طلاق منظور کرنیوالی عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں اسلام نے تو یہودیوں عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھادی ہیں! جس سے طلاق کی رسم قریبًا ملیامیٹ ہو گئی۔ (۱) مہر در وجہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین ہیں۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہئے۔ یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کیلئے روک ہے (۲) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کیلئے ہے (۳) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں؛ اور یہ بھی اہل غیرت کیلئے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے۔ طلاق کی روک ہے۔ (۴) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ جبتک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے۔ اور پھر اتفاق وقت سے وہ چھوڑ دے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق کیلئے روک ہے (۵) سب سے بڑھکر ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق۔ سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے "جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے (۶) قرآن مجید میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے صحابی زید سے فرمایا امسك عليك زوجك واتق الله (الاحزاب ۳۷ آیت) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے۔ (اور) طلاق دینے میں) خدا سے ڈر لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو (۷) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا۔ جو کہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی۔ (۸) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا تھا۔ اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی۔ (۹) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کئے جاویں۔ اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں اصلاح کرادیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کیلئے ہے۔ اگر کسی نے مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے۔ تو وہ پیش کرے۔

ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے۔ لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر مفتخر ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملیگا۔ جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ فقط۔

طلاق کی روک کیلئے ۹ تدابیر

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم تمہیں قتل کردیگی۔ عروہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا۔ اور وعظ اسلام شروع کردیا۔ ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی شقی نے تیر چلایا جس سے یہ شہید ہوگئے۔

اگرچہ عروہؓ جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی۔ وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سرکردگان کو منتخب کیا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلئے بھیجا۔ کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں۔

یہ وفد ۹ سنہ ہجری میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ وفد کا سردار عبد یالیل تھا۔ جسکے سمجھانے کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کوہ طائف پر سنہ نبوت میں گئے تھے اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کرکے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کیلئے مقرر کردیا تھا۔ اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے۔ کیچڑ پھینکا گیا تھا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ میں انکی بربادی کیلئے دعا نہیں کرونگا۔ کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائینگے تو انکی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کریگا۔ اب وہی دشمنِ اسلام خودبخود اسلام کے لئے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق و ذوقِ طلب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ (اہلِ ثقیف) میری قوم کے لوگ ہیں کیا میں انہیں اپنے پاس اتاروں اور انکی تواضع کروں۔

قوم کی عزت کا سبق

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا امنعك ان تكرم قومك۔ میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو۔ لیکن انکو ایسی جگہ اتارو جہاں قرآن کی آواز انکے کان میں پڑے

الغرض اُنکے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سُنتے رہتے اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اِس تدبیر سے اُن کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا" اور انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت اسلام کر لی اُنہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْهِ رُکُوْع (جس مذہب میں نماز نہیں اس میں کوئی بھی خوبی نہیں) پھر انہوں نے کہا اچھا ہمیں جہاد کیلئے نہ بُلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے[1]۔

عبد یالیل نے جو اُن کا سردار تھا مختلف اوقات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

زنا حرام ہے

یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) زنا کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دُور رہتے ہیں۔ اسلئے زنا کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں نبی صلعم نے فرمایا۔ زنا تو حرام ہے" اور اللہ پاک کا اُسکے لئے یہ حکم ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل ع ۴) تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ" یہ تو سخت بے حیائی اور بہت بُرا طریق ہے"۔

(۲) یا رسول اللہ، سود کے بارہ میں حضورؐ کیا فرماتے ہیں" یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے

سود کا روپیہ لینا حرام ہے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا (بقرہ ع ۳۸)

---

[1] سنن ابوداؤد عن وہب و عثمان بن ابی العاص۔ باب ما جاء فی خبر الطائف۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نو مسلموں پر شرائع اسلام کی تعمیل کا بار ڈالا کرتے تھے۔ دعوت اسلام صفحہ ۲۶۲ میں ہے کہ ولادیمیر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا۔ اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک کریگا۔ اُسوقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار مذکور جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا" مایوس ہو کر عیسائی بنگیا اگر اس عالم کو ہدی محمدیؐ سے واقفیت ہوتی۔ تو آج سلطنت روس میں تقریباً سب مسلمان ہوتے"۔

(ترجمہ) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ بھی چھوڑ دو۔

(۳) یا رسول اللہ، خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اور اس کے بغیر تو ہم نہیں رہ سکتے۔

شراب کا استعمال حرام ہے نبی صلے اللہ علیہ سلم نے فرمایا شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ع ۱۲) (ترجمہ) اے ایمان والو۔ شراب۔ جوا۔ انصاب وازلام۔ ناپاک و گندے ہیں، شیطان کے کام ہیں، ان سے بچا کرو۔ تاکہ فلاح پاؤ۔

دوسرے روز اس نے آکر کہا، خیر ہم آپکی سب باتیں مان لیں گے۔ لیکن (رَبّہ) کو کیا کریں۔ رَبّہ مونث ہے لفظ رب کا۔ جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے اُسے رَبّہ کہا کرتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ سلم نے فرمایا اسے گرا دو۔

وفد کے لوگوں نے کہا۔ ہائے ہائے۔ اگر ربّہ کو خبر ہو گئی کہ آپ اُسے گرا دینا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالیگی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ افسوس۔ ابن عبد یالیل۔ تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبد یالیل نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ عمرؓ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اُسے گرانے کی ذمہ داری حضور خود لیں کیونکہ ہم تو اُسے کبھی نہیں گرانے کے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم نے فرمایا۔ خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیجدونگا۔ انہیں سے ایک نے عرض کیا کہ اُس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجئے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔[۱]

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یالیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپکو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے بظاہر اعتراضات وسوالات کرتا تھا۔ تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

نفرتھی یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے۔ وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلےگئے۔ انہوں نے چلتے وقت کہا۔ کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے۔

اِن ہی میں ایک شخص عثمان بن ابو العاص تھا۔ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہ سے۔ کبھی ابو بکر صدیقؓ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرتؐ نے اسی کو اُنکا امام مقرر فرما دیا۔

وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چُھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہئے جب یہ وطن پُہنچ گئے تو قوم نے پوچھا۔ کہو کیا حال ہُوا۔

وفد نے کہا ہمیں ایک سخت تُند درشت گو شخص سے سابقہ پڑا۔ جو ہمیں اَن ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ مثلاً لات و عزیٰ کو توڑ دینا۔ تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا۔ شراب زنا کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے!

وفد نے کہا۔ اچھا ہتھیاروں کو درست کرو۔ اور جنگ کی تیاری کرو۔ قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادے پر رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے بھلا محمدؐ کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکینگے۔ سارا عرب تو اُس کی اطاعت کر رہا ہے۔ پھر وفد کے لوگوں سے کہا جاؤ، جو کچھ بھی وہ کہتا ہے۔ قبول کر لو۔

وفد نے کہا اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں۔ ہم نے محمدؐ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھکر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا۔ اور ہمکو ایسے سخت غم و الم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا۔ ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بُتخانے

طائف کا بُتخانہ گرایا گیا

سورۂ اِذا کی تشریح

خالدؓ بن ولید پہنچ گئے۔ انہوں نے لات کے گرا دینے کی کاروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے، بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے، پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اسکے توڑنے کے لئے تیر چلایا۔ مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھکر ثقیف والے پکار اُٹھے، خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا اور ربّہ[2] نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو۔ مگر اُسے نہیں گرا سکتے؎

مغیرہ بن شعبہ نے خفا ہو کر کہا، ثقیف والو! تم بہت ہی بیوقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو۔ خدا کی عافیت کو قبول کرو۔ اور اُسی کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اوّل اُس بُت کو توڑا۔ اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا۔ اور انہیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے اور اُس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کر چھوڑا

مندر کا پجاری کہنے لگا۔ کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دیگی۔ مغیرہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی، اور اسطرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔[1]

وفد عبدالقیس کا حال قبیلہ عبدالقیس کا وفد خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کس قوم سے ہو۔ عرض کیا قوم ربیعہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہمارے اور حضورؐ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اسلئے صاف و اضح طور پر سمجھا دیا جائے جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں۔ اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا۔ میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۲۸۵ [2] ربّہ دیوی کو کہا کرتے تھے۔

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ کی شہادت ادا کرنا؛ (۲) نماز۔ (۳) زکوٰۃ (۴) رمضان کے روزے رکھنے کے کام اور مال غنیمت سے خمس نکالنا؛

(چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں) :-

(۱) دُبّا (تُونبا) (۲) حَنتم (لاکھی برتن) (۳) نقیر (شراب کے لئے لکڑی کا ایک برتن) (۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)[۵۱] ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور پچھلوں کو بھی بتلا دو۔

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، حضور کو کیا معلوم ہے۔ کہ نقیر کیا ہوتی ہے فرمایا جانتا ہوں۔ کھجور کے درخت میں زخم لگا کر عرق نکالتے اور اسمیں کھجوریں ڈالا کرتے ہو۔ اس پر پانی ڈالتے ہو۔ اسمیں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے۔ تب پیا کرتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے۔ (عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا)

اِن لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں، فرمایا مشکول میں جن کا مُنہ باندھ دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ ہمارے یہاں چُوہے بکثرت ہوتے ہیں۔ اسلئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا۔ خواہ سالم ہی نہ رہیں۔

اسی وفد کیساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا۔ یہ مسیحی المذہب تھا۔ اُس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپکے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں ضامن بنتا ہوں

[۵۱] صحیح بخاری عن ابن عباسؓ۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی۔ نبی صلعم نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت اُن ظروف کا استعمال بھی منع فرما دیا۔ جمیں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی۔ جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی۔ تب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دُور کر دی گئی تھی۔ اس سے مسلمان باسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی صلعم کسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے!

کیونکہ جس مذہب کی مَیں دعوت دے رہا ہوں۔ یہ اُس سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو۔ جارود کے ساتھ اَور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے[1]

وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ ثمامہ بن اثالؓ کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہُوا تھا۔ اِسی وفد کیساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ آکر لوگوں میں کہنے لگا کہ اگر محمدؐ صاحب یہ اقرار کریں کہ اُنکا جانشین مجھے بنایا جائیگا۔ تو مَیں بیعت کرونگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا۔ حضورؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ فرمایا مَیں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔

اگر وہ بیعت نہ کریگا تو خدا اُسے تباہ فرمائیگا۔ اس کا انجام خدا تعالیٰ نے مجھے دکھلا دیا ہے۔ یعنی مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہُوا کہ انہیں پھُونک سے اُڑا دو۔ مَیں نے پھُونک ماری۔ تو وہ اُڑ گئے۔ مَیں خیال کرتا ہوں۔ کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہیں[2]۔

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی صلے اللہ کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالبًا یہ تھا۔ کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔ سنہ ہجری میں مسیلمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خط وکتابت بھی ہوئی تھی:۔

من مسیلمہ رسول اللہ الیٰ محمدؐ رسول اللہ۔ اما بعد فان لنا نصف الارض

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۸،۷ صحیحین بروایت ابن عباسؓ۔ [2] دیکھو صفحہ ۲۴۳۔

[3] صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گذرے ہیں۔ جنہوں نے نبی صلعم کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔ خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اُسی کو ملی۔ جو خدا کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اسلئے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے۔

ولقریش نصفہا۔ ولکن قریشاً لا ینصفون والسلام علیک (ترجمہ) خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کے نام۔ واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب۔ اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الھدی (کتب ابی بن کعبؓ) (ترجمہ) اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے خدا کے نبی محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت تو خدا ترس لوگوں کے لئے ہے۔ سلام ہو اُس پر جو سیدھے راہ پر چلتا ہے"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط حبیب بن زید بن عاصم لیکر گئے تھے۔ کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیئے تھے[۲]

وفد طےؓ کا بیان قبیلہ طے کا وفد جسکا سردار زید الخیل تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی۔ وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید الخیل اس سے مستثنےٰ ہے۔ پھر اسکا نام زید الخیر رکھ دیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے[۳]

وفد اشعریینؓ کا حال قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ اُن کے آنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

---

[۱] فتوح البلدان۔ [۲] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵-۲ اس جگہ ناظرین کی اطلاع کیلئے اسقدر درج کردینا ضروری ہے کہ مسیلمہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں عالمین دیبدے وحشی کی تھی مسیلمہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ کے قاتل ہیں۔ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کفر میں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا۔ تو اسلام میں آکر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ خدا نے میری گناہ کی تلافی کردی۔ [۳] زاد المعاد صفحہ ۲۹۱۔ زید الخیر شاعر۔ خطیب بہادر وزبان آور تھے۔ ان کے دو بیٹے مکنف وحریث بھی صحابی ہیں۔

اہل یمن آئے جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔

ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکنت بکریوں والوں میں۔ فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے۔ جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

غدًا نلاقی الاحبہ .. محمدًا وحزبہ

کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور انکے ساتھ والوں سے ملینگے[1]

وفد ازد کا حال یہ وفد سات شخصوں کا تھا۔ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی صلعم نے اُنکی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم مومن ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بتلاؤ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصلتیں

ایمان کی حقیقت رکھتے ہیں۔ پانچ وہ ہیں۔ جن پر اعتقاد رکھنے کا۔ اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے۔ پانچ وہ ہیں جنپر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ باتیں جنپر حضورؐ کے مبلّغین نے ایمان لانے کا حکم دیا۔ یہ ہیں۔ ایمان خدا پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر۔ اللہ کے رسولوں پر۔ مرنیکے بعد جی اُٹھنے پر۔

عمل کی باتیں پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتلائی گئی ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ بیت الحرام کا حج کرنا۔ جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں:۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضائے الٰہی پر رضامند ہونا۔ امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قائم رہنا، اعدا کو شماتت نہ دینا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۹۱

نے فرمایا۔ جنہوں نے اِن باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے۔ اور انکی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے۔ گویا انبیاء تھے۔ اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں۔ تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں۔ (الف) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔ (ب) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔ (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔ (د) خدا کا تقویٰ رکھو جسکی طرف لوٹ جانا اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ (ہ) اُن چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئینگی۔ جہاں تم ہمیشہ ہو گے۔

اِن لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔[۵]

فروہ بن عمرو الجذامی کی سفارت آنے کا ذکر عرب کا جنوبی شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا۔ اُس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا۔ اسکا دارالحکومت معان تھا۔ فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اُسی کی حکومت میں تھا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے نامہ مبارک (دعوتِ اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ نے اسلام قبول کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔

جب پادشاہ قسطنطنیہ کو اُسکے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو اُسے حکومت سے واپس بلا لیا۔ پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا جب فروہ نے انکار کیا۔ تو اُسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی۔ کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں عفرا نامی تالاب پر اُسے پھانسی دیدی گئی جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اُس نے یہ شعر پڑھے[۲]۔

الا هل اتى سلمى بان خليلها	على ماء عفرا فوق احدى الرواحل
على ناقة لم يضرب الفحل امها	مشذبة اطرافها بالمناجل

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:۔

بلغ سراة المسلمين بانني	سلم لربي اعظمي ومقامي

---

[۵] زاد المعاد صفحہ ۵۰ از کتب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم دستور نمبر ۳۳۶ - [۲] اشعار میں یہ سی کی پہیلی ہے؛

وفد ہمدان یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعتِ اسلام کیلئے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں دیر تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰؓ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کیلئے مامور فرمایا۔ اُنکے فیضان سے تمام قبیلہ ایکدن میں مسلمان ہو گیا سیدنا علیؓ کا خط جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنا۔ تو سجدہ شکرانہ ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا۔ السلام علی ھمدان۔ (ہمدان کو سلامتی ملے)

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا۔ جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے اور دیدار نبوی سے مشرف ہونے آئے تھے مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلعم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے

الیک جاوزن سواد الریف ۔ فی ھبوات الصیف والخریف ۔ معظمات بحبال اللیف[1]

وفد طارق بن عبد اللہ طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں آیا۔ جو پکار پکار کر کہتا تھا:۔

یا ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ "لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے" ایک دوسرا شخص اُسکے پیچھے پیچھے آیا۔ جو کنکریاں اُسے مارتا تھا۔ اور کہتا تھا:۔

یا ایھا الناس لا تصدقوہ فانہ کذاب۔ "لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ تو جھوٹا شخص ہے"

مَیں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں؛

لوگوں نے کہا۔ کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے۔ جو اپنے آپکو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اُس کا چچا عبد العزےٰ ہے۔ (ابو لہب کا نام عبد العزیٰ تھا)[2]

طارق کہتا ہے کہ اسکے بعد برسوں گذر گئے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے اُسوقت ہماری قوم کے چند لوگ جنمیں مَیں بھی تھا، مدینہ گئے۔ تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچگئے۔ تو ہم اسلئے ٹھیر گئے کہ سفر کے کپڑے اُتار کر دوسرے

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳۔

[2] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی محنت اور صبر و استقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہونگے :

اتنے میں ایک شخص آیا جس پہ دو پرانی چادریں تھیں اُس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربذہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا مدعا کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں۔

ہمارے پاس ایک سُرخ اونٹ تھا جس کے مُہار ڈالی ہوئی تھی۔

اُس شخص نے کہا۔ یہ اونٹ بیچتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں اِس قدر کھجوروں کے بدلے دیدینگے۔ اُس شخص نے یہ سُن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا۔ اور مُہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا۔ تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے۔ کہ ہم نے کیا کیا۔ اونٹ ایسے شخص کو دیدیا جس سے ہم واقف تک نہیں۔ اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا!

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی۔ وہ بولی کہ مَیں نے اِس شخص کا چہرہ دیکھا تھا۔ کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا۔ کہا مجھے رسولُ اللہ نے بھیجا ہے اور قیمت شتر) کی کھجوریں بھیجی ہیں (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھا ؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پُورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپکے سُنے

تصدقوا۔ فان الصدقة خیر لکم الید العلیا۔ خیر من الید السفلی امك واباك۔ واختك واخاك وادناك ادناك۔	لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔

ملہ زاد المعاد صفحہ ۵۰ بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد۔ توحید کا سبق طارق نے مکہ میں اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں دیا تھا۔ اور آخری درس ترغیب صدقات پر ختم ہوا تھا۔

وفد تجیب قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے قوم کے مال ومواشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسے واپس لے جاؤ۔ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو۔ انہوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے۔ ہم وہی لیکر آئے ہیں

ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ۔ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ خدا جسکی بہبودی چاہتا ہے۔ اُس کے سینہ کو ایمان کے لئے کھول دیتا ہے۔

اِن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جوابات لکھوا دیئے تھے[۱]

یہ لوگ قرآن اور سُنن ہدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو ان کی تواضع کیلئے خاص طور پر معین کر دیا تھا۔

یہ لوگ واپسی کی اجازت کیلئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کیلئے کیوں گھبراتے ہو؟

کہا۔ دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کئے۔ نبی اللہ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے۔ جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آکر حاصل ہوئے۔ اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرتؐ نے انکو عطیات سے سرفراز کیا۔ اور رخصت فرمایا۔ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایک نوجوان لڑکا ہے۔ جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا۔ اُسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہُوا تو اُس نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ! حضورؐ نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے۔ مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟

[۱] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیثیں حضور آنحضرتؐ کے زمانہ میں قلمبند نہیں کی گئیں۔ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

کہا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے۔
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں اور صدقات کا
مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟

التماس دعا

کہا۔ میں اپنے گھر سے صرف اسلئے آیا تھا۔ کہ حضورؐ میرے لئے دعا
فرمائیں کہ خدا مجھے بخشدے۔ مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے یہی دعا فرمادی۔ سنہ ۱۰ ہجری کو جب صلے اللہ علیہ
وسلم نے حج کیا۔ تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضورؐ سے ملے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا۔ اُس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ۔ اُس جیسا شخص کبھی
دیکھنے ہی میں نہیں آیا۔ اور اُس جیسا قانع کوئی سُنا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا بھر کی
دولت اُس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا[۱]۔

وفد بنی سعد ھذیم

یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا جس وقت یہ مسجد نبوی میں پہنچے
تو دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔
انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہونے سے پیشتر ہمکو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اسلئے ایک طرف ہو کر الگ
بیٹھے رہے۔ جب آنحضرت اُدھر سے فارغ ہوئے۔ اُنکو بلایا۔ پوچھا۔ کیا تم مسلمان
ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تم اپنے بھائی کے لئے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہوجاتا ہے

عرض کیا۔ ہم سمجھتے تھے۔ کہ بعیت رسولؐ سے پہلے ہم کوئی کام
بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا۔ جس وقت تم نے اسلام قبول
کیا۔ اُسی وقت سے تم مسلمان ہوگئے ہو۔

اتنے میں وہ مسلمان بھی آپہنچا۔ جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے
وفد نے کہا۔ یارسولؐ اللہ۔ یہ ہم سے چھوٹا ہے۔ اور ہمی نے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا۔ ہاں

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۲ جلد ۱ دل۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں اُنہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا

اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا سے برکت کی دعا دے۔ اس کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہوگیا۔

جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا۔ تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔[۱]

وفد بنو اسد [۱۴] یہ دس شخص تھے۔ جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب کے اندر مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہیں سے ایک نے کہا۔ یارسول اللہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ خدا اکیلا ہے، لاشریک ہے، اور آپ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ دیکھئے، یارسول اللہ! ہم از خود حاضر ہوگئے ہیں اور آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا:۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (حجرات ع ۲) (ترجمہ) یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں، کہدو کہ اپنے اسلام کا مجھپر احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ خدا تمپر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمکو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعوٰی میں سچے بھی ہو۔"

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی !
منت شناس زو کہ بخدمت بداشتت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے۔ رسول اللہ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ ایک بات باقی رہگئی ہے۔ یعنی خط کشی (رمل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھلایا تھا۔ جس کسی کو صحت سے وہ علم ملگیا۔ بیشک وہ تو علم ہے؛

وفد بہراء [۱۵] یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد کے گھر کے سامنے آکر اونٹ بٹھلائے مقداد نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لئے کچھ تیار کرو۔ اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵ ؛

کھکر اپنے گھر پر لے آئے۔ اُنکے سامنے حِیش رکھا گیا حِیش ایک کھانا ہے۔ جو کھجور اور ستو ملاکر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں؛ اسی کھانے میں سے کچھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی مقدادؓ نے بھیجا۔ نبی صلعم نے کچھ کھاکر وہ برتن واپس فرمادیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا۔

مقداد۔[ل] ہم نے تو سُنا تھا۔ کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو۔ جَو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو۔ جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہیں آسکتا۔ اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں؛

مقداد نے کہا۔ صاحبو؛ یہ سب کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کیوں کہ آنحضرتؐ کے انگشتانِ مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں؛ یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھیرے۔ قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے؛

وفد عذرہ کا بیان بماہ صفر ۹ھ ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ ۱۹ شخص اسمیں تھے۔ انہیں حمزہ بن نعمان بھی تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

اُنہوں نے کہا ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کیطرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے ہی قصی کو ترقی دلائی، اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اسلئے ہم کو قرابت بھی حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرتؐ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔

اور یہ بھی بشارت سنائی۔ کہ عنقریب شام فتح ہو جائیگا۔ ہرقل اُنکے علاقہ سے بھاگ جائیگا؛ پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ کاہنوں سے جاکر سوال نہ کیا کریں اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں

[ل] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں۔ بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے ہیں۔ بنجہائی رسولؐ اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۳ھ کو بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔ مدینہ میں دفن ہوئے؛

آیندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔[1]

وفد خولان یہ دس شخص تھے۔ جو ماہ شعبان ۱۰ھ ہجری کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر عرض کیا۔ کہ ہم اپنی قوم کے پسماندگان کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ خدا اور رسول پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ زَارَنِی بِالْمَدِیْنَۃِ کَانَ فِی جِوَارِی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ عم انس کا کیا ہوا؟ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا بہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لئے اسکا بدل بنا دیا ہے بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اسکی پوجا کئے جاتی ہیں اب انشاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دینگے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔

وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ایکدفعہ ہم نے سو نر گاؤ جمع کئے۔ اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کیلئے قربان کئے گئے! اور درندوں کیلئے چھوڑ دیئے گئے حالانکہ ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی!

انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کیلئے مقرر کرتا۔ اور ایک کنارہ کا خدا کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض دین سکھلائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔

[1] زاد المعاد صفحہ ۲۰۰ ج ۲

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ: (۱) عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کا ادا کرنا۔ (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہو گا۔[۱]

وفد محارب: یہ دس شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر سنہ ۱۰ ہجری میں آئے تھے۔

بلال رضی اللہ عنہ ان کی مہمانی کیلئے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو دیا۔

اُن میں سے ایک شخص کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے۔

یہ شخص بولا، خدا کی قسم۔ ہاں حضورؐ نے مجھے دیکھا بھی تھا۔ اور مجھ سے بات بھی کی تھی۔ اور میں نے بدترین کلام سے حضورؐ کو جواب دیا۔ اور بہت بُری طرح سے حضورؐ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے۔ جہاں حضورؐ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے:

اُس شخص نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ۔ اُس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضورؐ کی مخالفت کرنیوالا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہ تھا:

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے آجتک باقی رکھا۔ اور حضورؐ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہُوا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں:

اُس شخص نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ۔ میری پہلی حالت کیلئے معافی کی دعا فرمایئے۔

اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسلام اُن سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں۔[۲]

وفد غسان کا حال رمضان سنہ ۱۰ ہجری: قبیلہ غسان کے تین شخص سنہ ۱۰ ہجری میں نبی صلی اللہ

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹ [۲] زاد المعاد صفحہ ۵۹:

علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنیکے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ انہیں سے دو پہلے وفات پاچکے تھے اور ایک اس وقت تک زندہ تھا جبکہ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے شام کو فتح کیا تھا۔[۱]

اسلام اور مسافروں کی مہمانی

وفد بنی الحارث یہ وفد شوال سنہ ہجری میں نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ انکے علاقہ میں خالدؓ بن ولید کو اشاعت اسلام کیلئے بھیجا گیا تھا۔ انکی تعلیم سے لوگ مسلمان ہوگئے تھے حضرت خالدؓ بن ولید نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجدی اور خود انکی تعلیم کے لئے وہاں ٹھیر گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آجاؤ اور اس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اسی وفد میں قیس بن الحصین وعبداللہ بن قراد وغیرہ تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے جب لڑائی کیلئے

مغلوب ہونے کی باتیں جمع ہوجاتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا نہیں کرتے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے یہی وجہ ہے۔

وفد بنی عبس کا حال یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ[۲] ان کے باشندے تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے منادان اسلام سے سنا ہے کہ حضورؐ یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہٗ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے۔ اور مویشی بھی جنپر ہماری گزران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے! اور مویشی ہیں کیا فائدہ دینگے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہوجائیں۔

ہجرت کی بابت فیصلہ

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹۔ [۲] زاد المعاد جلد ۱۔ [۳] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتقوا اللہ حیث کنتم۔ فلن یلتکم من اعمالکم شیئاً۔ تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرہ بھی کمی نہیں آنے کی۔[1]

اس جواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود تنگ کر لینا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کو مختلف و دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیئے۔

جو لوگ اب ترکِ وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا کرنا آنحضرتؐ کی تعلیم کے برخلاف ہے اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے؛

۲۲ وفد غامد کا بیان یہ وفد ۱۰ ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر آکر اترے۔ ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ ایک لڑکے کو۔ فرمایا۔ تمہارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا۔ خورجی چرا کر لیگیا۔ ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ۔ خورجی تو میری تھی۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا اٹھا۔ چور کے پیچھے پیچھے بھاگا اُسے جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح سالم ملگیا ہے؛

یہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اُسکے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو مقرر فرما دیا کہ انہیں قرآن یاد کرا دیں۔ اور شرائع اسلام سکھلا دیں۔ جب وہ واپس جانے لگے۔ تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیئے گئے۔[2]

۲۳ وفد بنی فرازہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو بنی فرازہ کا ایک وفد جسمیں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ انکو اسلام کا اقرار تھا۔ انکی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۱۱ [2] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲۔

کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

ایک نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بستیوں میں قحط ہے۔ مواشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مرتے ہیں۔ آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے۔ آپ ہماری سفارش خدا سے کریں۔ خدا ہماری سفارش آپ سے کرے!

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا ان باتوں سے پاک ہے۔ خرابی ہو تیرے لئے۔ بھلا میں تو خدا کے پاس شفاعت کرونگا لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے، وہ معبود ہے۔ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ سب سے بزرگ تر ہے آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی قوم میں بارش کیلئے دعا فرمائی جو الفاظ کہ محفوظ ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔ اللّٰھم اسق عبادك وبھائمك وانشر رحمتك واحی بلادك المیّت اللّٰھم اسقنا غیثًا مغیثًا مریحًا طبقًا واسعًا عاجلًا غیر اجل۔ نافعًا غیر ضار اللّٰھم سقیا رحمۃ لا سقیا عذاب ولا ھدم ولا غرق ولا محق۔ اللّٰھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء (ترجمہ) اے خدا اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے۔ اور اپنی مُردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہمپر فریادرس بارش جو راحت رساں آرام بخش ہو جلد آئے۔ دیر نہ لگائے۔ نفع پہنچائے۔ ضرر نہ کرے۔ سیراب کر دے۔ الٰہی ہمکو رحمت سے سیراب کر دے نہ عذاب ہدم و غرق و محق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہمکو نصرت عطا کر[1]

وفد سلامان شوال ۱۰ھ ہجری

یہ سترہ[22] شخص تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ انہوں نے سوال کیا تھا کہ

سب اعمال سے افضل کیا ہے

اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا"

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵۔

اُن لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمائیے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرما دیا۔ "اللّٰھم اسقھم الغیث فی دارھم۔" حبیب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائیے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے، ور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔

جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

وفد نجران ۲۵ اُن جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں دواوین احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیانِ نجران کے معتمد دو دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسلئے اسی ترتیب سے انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبداللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اُسقف نے اس خط کو پڑھا تو اُسکے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا۔ اُس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اُسکی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اُسے خط دیا اور اُس نے پڑھ لیا تو

اُسقف بولا۔ "ابو مریم! فرمائیے۔ آپکی کیا رائے ہے؟"

شرجیل نے کہا۔ "صاحب یہ تو آپکو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اسمٰعیلؑ کی نسل[1] میں نبوت بھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو

[1] اولادِ اسمٰعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائیبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔
اوّل یہ کہ اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ سے خدا نے برابر کے وعدے کئے تھے۔ دوم یہ کہ عرب میں پیدا ہونیوالے نبی کے نشانات اور علامات کی پیشگوئیاں بہت انبیاء نے کی ہیں اور چونکہ عرب میں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی۔ اسلئے ان پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔ سوم موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیشگوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ ورس اہ میں ہے۔ "اُن کیلئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا۔" کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں۔ اور موسیٰؑ جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ہی ہیں۔ جو موسیٰؑ

[2] زاد المعاد ص۱۱۵۔

لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اسپر پورا غور کر سکتا۔ اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا"۔

اسقف نے کہا "اچھا بیٹھ جائیے"۔

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جسکا نام عبداللہ بن شرجیل تھا اور قوم حمیر سے تھا۔ بلایا اور نامہ نبوی دکھلا کر اسکی رائے دریافت کی۔ اس نے شرجیل کا سا جواب دیا۔

اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص جبار بن قیص کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکائے جائیں۔ انکا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کیلئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکا دیتے۔ اور رات کیلئے یہ تھا۔ کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر گاؤں تھے جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اسقف نے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ اور جبار کو نبی ؐ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ وہ وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتلائیں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے اور چند روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۱۳) کیطرح صاحب کتاب۔ صاحب شریعت۔ صاحب جہاد۔ ختاجر۔ غازی ہیں۔ اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اسکے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیشگوئی کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی بھی پڑھو" خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اسکے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کیساتھ آیا ہے۔ اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرجیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

انہی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسےٰ کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی ۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہُوا :۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۝[۱] (آل عمران ع)

عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے خدا نے اُسے مٹی سے بنایا۔ پھر فرمایا کہ انسان بن جا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے۔ اب تم اس بات کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو۔ اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اُسے کہدو کہ ہم اپنی اولاد بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسیطرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں۔ پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں"

اِن آیات کے نزول پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو بھی بلایا اور فاطمہؓ (سیدۃ النساء العٰلمین) بھی باپ کی پس پُشت آکر کھڑی ہوگئیں[۲]۔

اِن عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اِس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے۔ تب اُنہوں نے ہمکو بھیجا تھا۔

[۱] عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہئے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ خدا یا فرزند خدا نہیں ہوسکتے دیکھو آدمؑ بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہوگی۔ اسلئے بحث کیلئے ایک چھوٹا پہلو نکالا۔ یعنی خدا سے دعا مانگنا اور جھوٹے پر لعنت برسانا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح خدا یا ابن خدا ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کرینگے جو انکا اصل درجہ دنیا پر ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ اگر غلط ہے تو خدا خود فیصلہ فرما دیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کیلئے نکالا ہے جبکہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہشمند ہوں!

[۲] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو اُن کی زن و فرزند اس وقت یمن میں تھے۔

شخصیت عیسیٰ

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہے۔ تب بھی اُسے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اُسکی نگاہ میں کھٹکتے رہینگے۔ اور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اُس کی لعنت کے بعد ہمارا پرکاہ بھی زمین پر باقی نہ رہیگا۔ اسلئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اُسکی ماتحتی قبول کریں۔ اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اُسکی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ جہانتک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا۔ اور اُنہوں نے جاکر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضورؐ کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہم پر مقرر کر دیا جاوے"!

اگلے روز حضرتؐ نے انپر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک عوف۔ اقرع بن حابس صحابہ کی شہادات اُس پر ثبت تھیں۔ انہیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی علی انفسہم وملتہم وارضہم و اموالہم وغائبہم وشاہدہم وعیرہم وتبعہم وان لا یغیروا لما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقہم ولا ملتہم ولا یغیر کلما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر ولیس علیہم ریبۃ ولا دم جاہلیۃ ولا یحسرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضہم الجیش الخ [1]

نجران والوں کو خدا اور محمد رسولؐ اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جائداد کے متعلق اُن سب کو جو حاضر یا غائب ہیں صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع بیوت [illegible] اُنکی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جاویگا اور جو کچھ کم یا زیادہ اُنکے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائیگا پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کے جھگڑے اُنپر نہ چلائے جائینگے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جاوینگے اُنسے دہ یکی نہ لیجائیگی اُنکے علاقہ سے فوج عبور نہ کریگی"!

فرمان حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اُسقف) اور دیگر سر آوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھکر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ فرمان اُسقف کے سامنے پیش کردیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اُسکا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابوعلقمہ تھی۔ اسکے برابر تھا وہ بھی اس تحریر کے معنی کیطرف اِس قدر متوجہ ہُوا کہ بے خیال ہوگیا) اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرادیا۔ اس نے گرتے ہی کہا؛ خرابی ہو اُس شخص کی جس نے ہم کو اِس قدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تھا۔

اُسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ تو نبی مرسل ہے۔

بشر نے جواب دیا۔ بخدا۔ اب مَیں بھی ناقہ کا پالان اُسی کے پاس جاکر اُتارونگا۔ یہ کہکر اُس نے اپنا رُخ بدل دیا۔ اور مدینہ کو چل پڑا۔

اُسقف نے اُسکے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی۔ چلا چلا کر کہتا تھا۔ کہ میری بات تو سنو۔ میرا مطلب تو سمجھو مَیں نے یہ فقرہ اسلئے کہا تھا۔ کہ ان قبائل میں مشتہر ہوجائے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اِس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کرلی ہے۔ حالانکہ دیگر قبائل نے ابتک اُسکی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے۔ اور ہماری طاقت اور شوکت اَوروں سے بڑھکر بھی ہے۔

بشر بولا۔ نہیں۔ نہیں۔ بخدا نہیں۔ اب مَیں نہیں رُکنے کا تیرے منہ سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے پھر یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا۔

الیک تعدو قلقا وضینہا معترضا فی بطنہا جنینہا

مخالفا دین النصاری دینہا

یہ بشر تو خدمتِ نبوی میں پہنچکر وہیں حضورؐ میں رہا۔ اور بالآخر درجۂ شہادت

پر فائز ہؤا۔ اب اُس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو۔

جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے۔ تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک راہب نے بھی یہ تمام داستان سن پائی۔ کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہؤا ہے۔ اسکا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اُسکے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ اُس سے سند لیکر آئے تھے۔ اُسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اسکا بھائی سواری سے گر گیا۔ اُس نے نبیؐ کو بُرا بھلا کہا۔ اُسقف نے منع کیا اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اُسے بُرا نہ کہو۔ وہ یہ سُنکر مدینہ کو چلا گیا۔ اُسقف نے بہتیرا روکا نہ رُکا۔

راہب نے جو گرجا کے بُرج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال) سے رہا کرتا تھا چیخنا شروع کر دیا۔ کہ مجھے اُتارو۔ ورنہ میں اوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے یہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔

ایک پیالہ، ایک عصا، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھیر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی۔ اور پھر آنحضرت سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(۲) اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اُسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا اور قسطنطنیہ کے رومی پادشاہ اسکا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اسکی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے۔ اور یہ شخص اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتمیں پہنچا۔ اسکے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا۔ اسے سیّد کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا۔ جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ باقی ۲۴ مشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچے تھے۔ وہ انکی نماز کا وقت تھا

(غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی۔ اور اُنہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رُخ کرکے نماز ادا کی تھی بعض مسلمانوں نے انہیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا۔

یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے۔ اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ

(آلِ عمران رکوع ۷)

ان سے کہو کہ اے کتاب والو۔ ابراہیمؑ کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ تورات و انجیل تو اسکے بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا۔ اسمیں تو جھگڑتے ہی تھے مگر جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں۔ اسمیں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ ابراہیمؑ یہودی تھا نہ عیسائی تھا۔ وہ تو پکا موحد تھا۔ اور مسلمان تھا۔ اور وہ مشرک بھی نہ تھا[۱]۔ سب خلقت میں ابراہیمؑ سے قریب وہ ہیں جنہوں نے اسکا اتباع کیا اور محمدؐ نبی اور ایمان رکھنے والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے۔

ایک دفعہ یہودیوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنیکی غرض

[۱] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیمؑ کے مذہب سے ہے اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے

کہا۔ محمدؐ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپکی بھی عبادت کرنے لگیں جیسا کہ عیسائی عیسیٰؑ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

نجران کا ایک عیسائی بولا۔

ہاں محمدؐ صاحب بتلا دیجئے، کیا آپکا یہی ارادہ ہے۔ اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں، یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ خدا نے مجھے اس کام کیلئے نہیں بھیجا۔ اور نہ مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا۔

اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۸)

جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے۔ یہ اسکے شایاں نہیں کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ؛

یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو۔ بھلا وہ کفر کیلئے کہہ سکتا ہے۔ تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو؟

محمد بن سہیل کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا جب یہ واپس جانے لگے۔ تو آنحضرتؐ سے پھر ایک سند انہوں نے حاصل کی جسمیں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کیجاتی ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد النبی الی الاسقف ابی الحرث واساقفۃ نجران وکہنتہم ورہبانہم واہل بیعتہم ورقیقہم وملتہم وسوقتہم وعلی کل ما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر جوار اللہ ورسولہ۔ لا یغیر اسقف من سقفیتہ ولا راہب من رہبانیتہ ولا کاہن من کہانتہ ولا یغیر حق من حقوقہم ولا سلطانہم ولا مما کانوا علیہ علی ذلک جوار اللہ ورسولہ ابداً ما نصحوا واصلحوا علیہم غیر متقلبین بظلم ولا ظالمین۔ کتب المغیرۃ بن شعبۃ[1]

یہ تحریر محمد نبی صلعم کی جانب سے بشپ ابوالحارث کیلئے نجران کے دیگر اسقفوں کاہنوں راہبوں انکے معتقدوں غلاموں اس مذہب میں رہنے والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو انکے ہاتھ میں ہیں سبکو خدا اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی گرجا کے چھوٹے بڑے عہدداروں میں کسی کو بدلا نہ جائیگا کسی حق میں اختیار میں مداخلت نہ کی جائیگی۔ انکی موجودہ حالت میں تغیر نہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیرخواہ خیراندیش رہیں نہ ظالم کا ساتھ دیں۔ اور نہ خود ظلم کریں۔

چلتے وقت انہوں نے درخواست کی کہ ایک معتمد شخص کو ہمارے ساتھ بھیجدیا جائے جسے جزیہ[2] ادا کردیا کریں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح کو انکے ساتھ بھیجدیا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے۔[3]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری۔ [2] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے) اور اس لفظ کیساتھ یہ رسم جزیہ لگانے کی بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جبکہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا۔ دربار ایران اس بارہ میں رومن ایمپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا) مگر اس جزیہ پر بہت سے اعتراضات کئے گئے اور مسلمانوں کیطرف سے بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں۔ میں اس جگہ مختصراً صرف ایک روایت کا حوالہ دونگا جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا۔ اور کیونکر جزیہ ادا کرنیوالے مفتوحین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے۔

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہئے۔ جزیہ ادا کرنا منظور کریں (الف) انکی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہئے جیسے مسلمانوں کی۔ اور (ب) انکے لئے وہی قواعد ہونگے جو مسلمانوں کیلئے ہیں۔ کیونکہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کفار (غیر مسلم) جزیہ اسلئے ادا کرتے ہیں کہ انکے خون کو مسلمانوں کے خون کی اور انکے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۱۲۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۔ [3] زاد المعاد صفحہ ۴۹۵۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضانِ صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا۔

وفد مذحج کا بیان یہ نصف ماہ محرم ۱۱ ہجری کو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اسکے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دو سو اشخاص تھے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کو دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں اُتارا گیا تھا۔

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیان کرو۔

ایک خواب اور اسکی تعبیر کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونیوالا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے؛

زرارہ نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ ابلق ہونے کے کیا معنے ہیں؟

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا۔ کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؟

زرارہ نے کہا۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کہ آجتک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔

زرارہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان[1] بن منذر کو دیکھا۔ کہ گوشوارے بازو بند۔ خلخال پہنے ہوئے ہے۔

دوسرا خواب اور تعبیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی تاویل ملک عرب ہے جو اب

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گذرا ہے جسکی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے؛

آسایش و آرائش حاصل کر رہا ہے۔

زرارہ نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے۔ جس کے کچھ بال سفید۔ کچھ

تیسرا خواب و تعبیر

سیاہ ہیں۔ اور زمین سے باہر نکلی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دنیا ہے۔ جس قدر باقی رہ گئی ہے۔

زرارہ نے عرض کیا۔

چوتھا خواب اور تعبیر

میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی۔ میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگئی۔ اور وہ آگ کہہ رہی ہے۔ جھلسو جھلسو۔ بینا ہو کہ نابینا ہو۔ لوگو اپنی غذا۔ اپنا کنبہ۔ اپنا مال۔ مجھے کھانے کے لئے دو؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ایک فساد ہے۔ جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا

زرارہ نے عرض کیا۔ کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ اپنے امام کو قتل کر دینگے؛ آپس میں پھوٹک پڑ جائیگی۔ ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائیں گے۔ جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اُن دنوں اپنے آپکو نکوکار سمجھیگا۔ مومن کا خون پانی سے بڑھکر خوشگوار سمجھا جائیگا؛

اگر تیرا بیٹا مرگیا۔ تب تو اس فتنہ کو دیکھ لیگا۔ تو مرگیا تو تیرا بیٹا دیکھ لیگا؛

زرارہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ دعا کیجئے۔ کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں؛

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ الٰہی! یہ اس فتنہ کو نہ پائے

زرارہ کا تو انتقال ہوگیا۔ اور اُس کا بیٹا بچ رہا۔ اس نے سیدنا عثمان رضؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا[1]؛

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۸؛

مدینہ میں دس سالہ قیام نبویؐ کے اہم واقعات اور وفات

نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہونچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا۔ کہ دشمنانِ مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔

راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے۔ اسلئے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے۔

اب اس باب میں اُن اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ایام قیام مدینہ میں ہوئے۔ مَیں نے اختصار کیلئے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلمبند کیا ہے۔

اس باب پر غور کرنے سے ناظرین کو سیرتِ پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہونگی۔ جن کے مطابق ضرورت ہے کہ اُمت اپنا رویہ درست کرے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

تعمیر مسجد نبوی | مسجد نبوی جس جگہ بنائی گئی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ناقہ خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ جب آنحضرتؐ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدیؐ) کی تربیت ونگرانی میں تھے۔ اسعدؓ نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کیلئے اس جگہ کو پسند فرمایا۔ تو اِن یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اسکی قیمت ادا کرنے کی اجازت انہیں ملجائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس دینار طے ہوئے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ سے یہ قیمت دلادی۔ اور پھر زمین

کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی جسکا طول سو گز تھا۔

مسجد کی تعمیر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْآخِرَۃ	الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃ[1]	تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے!

صحابہؓ بھی اینٹ گارا لاتے تھے۔ اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے۔

لئن قعدنا والرسول یعمل	رسولؐ خدا کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں
لذاك فالعمل المضلل	یہ بڑی گمراہی کا کام ہے!

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں۔ تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پتے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے۔

صحابہؓ نے کہا۔ چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں موسیٰ جیسا عریش ہی خوب ہے[2]۔

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی۔ فرش کیچڑ سا ہو جاتا۔ مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے[3]

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوٰۃ۔ باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ! [2] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۸

[3] نبی صلعم کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے مسجد نبویؐ میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروقؓ نے اس مسجد میں حضرت عباسؓ کے گھر کو شامل کیا۔ جو انہوں نے مسجد کیلئے ہبہ فرمایا تھا۔ عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی سنگین دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور ساگون کی چھت ڈالی۔ (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا اور اسپر پچی کاری کا کام کرایا۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اسکی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر۔ روم و قبط کے ۸۰۔ انجنیئر منتخب کر کے اسکی نگرانی کیلئے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی۔ اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی۔ ۸۷ھ یا ۸۸ھ ہجری میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ ایزادی کی۔ پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کیگئی۔ تکمیل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز عرض ۲۰۰ گز ہوگیا تھا۔ یہ تعمیر ۱۶۲ھ میں ختم ہوئی! خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت ۲۴۷ھ میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴! عالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے۔ یہ سلطان عبد المجید خان مرحوم کی تعمیر کردہ ہے۔ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد میں ہے۔

عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام لانا ۱ھ حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں۔ یوسفؑ صدیق سے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے سُن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کرلئے تھے:۔

اَیُّھَا النَّاس اَفشُوا السَّلَام۔	لوگو اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔
وَاَطعِمُوا الطَّعَام۔	کھانا کھلایا کرو۔
وَصِلُوا الاَرحَام	قرابتداروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔
وَصَلُّوا بِاللَّیلِ وَالنَّاسُ نِیَام	راتکو جب لوگ سوتے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔

یہ دلنشین کلمات سُنکر انکا قلب نورِ ایمان سے روشن ہوگیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا۔ تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیشگوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مسائل جنکی بابت انکا خیال تھا کہ نبی اللہ ہی انکا جواب دے سکتا ہے دریافت کئے۔ جواب باصواب سُن کر کہا۔ یا رسولؐ اللہ میں حضور پر ایمان لے آیا ہوں لیکن اظہار اسلام کیلئے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلاکر دریافت فرمالیا جاوے کہ انکی رائے میرے لئے کیا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اکابر یہود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام چھپ گئے تھے آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں۔ سب نے کہا۔ وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں[۱] اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ یہود یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ اوجھل سے کلمہ طیب پڑھتے ہوئے سامنے آگئے۔ جب یہود یوں نے دیکھا۔ کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو اُسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل ذلیل بن ذلیل شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔

خداوند کریم نے اس بزرگ صحابیؓ کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت ختم فرمادی۔

فاضل راہب کا اسلام ۱ھ حضرت عبداللہ بن سلام کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس

[۱] صحیح بخاری عن انس بن مالک باب ہجرۃ النبیؐ۔

نے بھی اسلام قبول کیا؛ یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت فصیح شاعر و واعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت ختم فرمائی

نماز

سنہ اول ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا۔

دو رکعتیں سفر کے لئے مقرر رکھی گئیں۔ اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کیلئے چار رکعتیں کر دی گئیں۔ ایام قیام مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا؛

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکہ میں کیونکہ ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ کیونکہ اقارب و احباب اُس سے بیگانہ و اغیار بنجاتے تھے اور کیونکہ ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے بھی انکو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔

نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات برس کے بچہ کو پڑھنا مستحب، اور دس برس کے بچہ کو پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تادم مرگ) نماز کی فرضیت صحت و بیماری۔ خوشی و غم۔ سفر و حضر۔ امن و خوف و خطر۔ غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم ترملک میں ہوں۔ یا سرد سے سرد ترملک میں۔ کسی جگہ بھی۔ کوئی موسم۔ کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو؛

مدت العمر تک عبادتِ الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر دن پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا پابندیٔ اوقات کی زبردست تعلیم ہے۔ جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل و زبان، اعضاء و دماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا نورانیت روحانی کیلئے عجیب روشنی ہے۔

(۲) نماز میں جس قدر پابندی ہے۔ وہ جلد سو جانے اور جلد جاگ اُٹھنے کی جسطرح تعلیم دیتی ہے۔ وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعہ کیسا ملیامیٹ کیا گیا ہے۔

(۳) نماز کیلئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کے مساوات کا سبق لیتا۔ اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کے سچے دین کے انصاف سے اپنی رُوح کو خورسند کر سکتا ہے۔

(۴) جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سُستی کرتے ہیں۔ وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہونگے۔ وہ کیا ہونگے؟

خداوند کریم نے فرمایا ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔	نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض،

انوار و اسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھکر ہیں۔

مواخات اللہ جل جلالہٗ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے۔ اور یوں ارشاد فرمایا ہے:-

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ	اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر بیٹھے تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات و خلاصی عنایت کی؛

اس اخوت کا اثر یہ تھا۔ کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا اور کُل قوم

اُس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی؛

ایک مسلمان اگر کسی دُور دست ملک میں چلا جاتا تھا۔ تو تمام قوم اُسکی خیر عافیت کیلئے بیتاب رہتی تھی۔ اور اگر وہ کسی ظالم کے ظلم کا شکار ہو جاتا۔ تو تمام قوم اُس کے انتقام اور خونبہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔

قوم کے ہر ایک یتیم ہر ایک رانڈ ہر ایک طالبعلم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا۔ جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کے لئے سمجھتا تھا؛

(۲) اس اخوت سے بڑھکر ایک اور اخوت تھی؛ جسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے ایسی اخوت مکہ میں اہلِ مکہ الف کے درمیان اور مدینہ میں ب مہاجرین و انصار کے درمیان۔ نیز باہمی اہلِ مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی۔ وہ زیادہ تر مشہور ہے؛

اس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہانتک ہوا۔ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[1] میں سے حصہ لیتا تھا۔ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا۔ مؤرخین نے اُن بزرگوں کے نام بھی درج کئے ہیں۔ جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا ہم تبرکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں؛

(الف) (۱) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	علی مرتضےٰ رض
(ب) (۲) ابو بکر صدیق رض	خارجہ بن زید عقبی بدری۔
(۳) عمر فاروق رض	عتبان بن مالک رض بدری۔
(۴) عثمان ذو النورین رض	اوس بن ثابت رض عقبی بدری۔
(۵) جعفر رض بن ابی طالب ہاشمی	معاذ بن جبل رض عقبی بدری۔

[1] تقسیم وراثت کا دستور اُسوقت تک تھا جبتک کہ قوم میں رفاہت اور آسودگی عام نہ ہوئی۔ اسکے بعد وراثت ورثا کیطرف منتقل کر دیگئی۔

(۶) ابو عبیدہ بن جراحؓ قرشی الفہری	سعد بن معاذؓ بدری۔ اہتز لہ عرش الرحمٰن۔
(۷) عبد الرحمٰن بن عوفؓ قرشی الزہری	سعد بن ربیعؓ عقبی بدری۔
(۸) زبیر بن العوامؓ قرشی الاسدی	سلمہ بن سلامۃ العقبیؓ۔
(۹) طلحہ بن عبید اللہؓ قرشی التیمی	کعب بن مالکؓ عقبی۔
(۱۰) سعید بن زیدؓ قرشی العدوی	ابی بن کعبؓ عقبی بدری۔
(۱۱) مصعب بن عمیر قرشی العبدری	ابو ایوبؓ عقبی بدری۔
(۱۲) ابو حذیفہ بن عتبہؓ	عباد بن بشیرؓ
(۱۳) عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن الیمانؓ۔
(ج)(۱۴) سلمان فارسیؓ	ابو الدرداء حکیم الامتؓ۔
(۱۵) منذر بن عمرؓ	ابوذر غفاری۔

رضی اللہ علیہم اجمعین[۱]

دنیا میں برادرہڈ کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا!

اذان — ۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اوّل اسلئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کیواسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کردی جایا کرے (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا۔ کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے (جیساکہ یہود کا معمول تھا)

[۱] تاریخ ابن خلدون! امام ابن تیمیہؒ ابن القیم کا مختار یہ تھا۔ کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا۔ اسلئے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضےٰ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت مرتضےٰ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علماؒ نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے۔ اور یہی قوی مذہب ہے۔
سلسلہ مواخات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اوّل تو اسلئے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی لگتے تھے۔ دوسرے اسلئے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بنلاتے جو رشتہ میں نہ ہوتا۔ تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاریؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یکے بعد دیگرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے۔ جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہی لفاظ کے بآواز بلند پکارنے کو مشروع فرمادیا۔ یہ الفاظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس منشاء عالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہنچادیتے۔ اور راہ نجات سے آگاہ کردیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور نگر کیرتن کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے گھونگوں اور دہاتوں کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی۔ اور یہ بھی ایک طریق بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

سلمانؓ پارسی کا اسلام

سنہ ۲ھ میں سلمان پارسی مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔

دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے کسی نے انکو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہوگئے تھے۔ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونیوالے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔

جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ اور مسلمان ہوگئے۔ اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے۔

تحویلِ قبلہ ۲ھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ بھی کہ جس بارہ میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے[۵۱]۔

نماز آغاز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اسلئے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچکر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا ۱۸ ماہ کے بعد[۵۲]) خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔ یہ حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دلی منشا کے موافق تھا کیونکہ آنحضرتؐ دل سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے۔ جسکے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ، اور صرف عبادات الٰہی کیلئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔

(۱) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا۔

(۲) اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ عبادت کے لئے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا۔

(۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ؛

(۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے۔ کہ متبعین رسولؐ کے لئے ایک ممیز علامت قرار دی جائے؛

---

[۵۱] عن ابن عباس۔ تیسیر الوصول جلد ۱ باب السلام والفرق۔ [۵۲] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۹؛

لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ؛

یہی وجہ تھی کہ جبتک نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ اسوقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیونکہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے۔ اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا۔ اسلئے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بیّن علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونیوالا بیت المقدس کیطرف مُنہ کرکے نماز پڑھا کرے؛

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پُہنچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے۔ اسلئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی۔ کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑہی جایا کرے؛

حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کا قبلہ قرار دیگئی۔ اِس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ؛	یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی؛

پس چونکہ اسے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے اسلئے اسکو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے؛

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ؛	دوم۔ یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ہی یہودیوں عیسائیوں اور

مسلمانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ اسلئے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوامِ ثلٰثہ کو اتحادِ نسبی وجسمانی کی یاد دلاکر اتحادِ رُوحانی کے لئے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام اُدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ سُنا دینا تھا؛

مَیں یقین کرتا ہُوں کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمتِ تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں

کرسکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں۔ کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی تعمیر فرمائی۔ اسلئے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیحؑ سے ایکہزار نوسو اکیس سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر سی دت نے اپنی تاریخ سویلیزیشن آف انشیئنٹ انڈیا" میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو ویدکا ابتدائی زمانہ ہے۔ مسیح سے چودہ سو[1] سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر[2] نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا؛

مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلا دیا تھا۔ کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دیجائیگی۔ وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔ نمونہ کیلئے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجئے۔ اسمیں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصاً ۵ درس سے دیکھو۔

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔

۶: اونٹنیاں کثرت سے تجھے آکے چھپا لینگی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لوبان لاوینگے۔ اور خداوند کی بشارت سناوینگے۔

۷: قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاینگے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا"

واضح ہو کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی

[1] ، [2] مترجمہ اے۔ وی۔ احمد صاحب سے پوری صفحہ ۷۰، ۸۴

دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے۔ نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ کہ درس ۶ و ۷ میں مدیان۔ عیفا۔ سبا۔ قیدار اور نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا۔ قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے ہیں۔ جو عرب میں آباد ہوئے اور جنکی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے نہ یہودی تھے۔ اور ان سب نے بلکہ صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام ہی کا پتہ۔ عرب کا قاطبتہً مسلمان ہو جانا۔ حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونا۔ ایسے تاریخی واقعات ہیں۔ جو مندرجہ بالا آیت کے معنے کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

دوم حجی نبی (ق۔م۔ ۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے:۔

"اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ اور میں اس مکان کو سلامؑ (سلامتی یا اسلام) بخشونگا رب الافواج فرماتا ہے۔"

سوم۔ مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس میں ہے:۔

"۱۲۔ میں اُسے جو غالب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤنگا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اُترتی ہے۔ اور اپنا نیا نام اُس پر لکھونگا۔ جس کا کان ہے۔ سُنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔"

یوحنا نے نئے یروسلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروسلم کعبہ ہے۔ اور خدا کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونیکے ناواقف تھے۔ اسم پاک رحمٰن[2] ہے۔

---

[1] عربی بائیبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹۔ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اُردو بائیبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ اسلام کریں۔ کیونکہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ سلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں۔ اللھم انت السلام و منك السلام و الیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام۔ تبارکت ربنا و تعالیت یا ذالجلال والاکرام۔

[2] اہل عرب اسم رحمٰن سے جسکا نزول قرآن میں ہوا۔ بہت ناراض ہوتے تھے و اذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن (سورہ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟

جیسے اسلام نے ہی ظاہر کیا۔ نئے یروشلم کا آسمان سے اُترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (ہم نے دیکھا کہ تم آسمان کیطرف اپنا چہرہ کرکے دیکھ رہے ہو، اسلئے حکم ہے کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے اُسی کی طرف پھر جاؤ)

چہارم۔ زبور ۸۴ میں ہے :-

عربی

"(۴) طُوْبٰی لِسَاكِنِيْنَ فِيْ بَيْتِكَ اَبَدًا يُسَبِّحُوْنَكَ (سلاہ)"

"(۵) طُوْبٰی لِاُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ۔ طُرُقُ بَيْتِكَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ"

"(۶) عَابِرِيْنَ فِيْ وَادِي الْبُكَاءِ۔ يُصَيِّرُوْنَهٗ يَنْبُوْعًا"

"اَيْضًا بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّوْنَ مُوْرَةً"

(کتاب المقدس طبع بنفقة الجمعیة البریطانیة والاجنبیة لاجل انتشار الکتاب المقدسة فی مطبعة المدرسة من المدینة اکسفورد فی سنة ۱۸۷۱ مسیحیة)

اُردو

"(۴) مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستائش کرینگے۔" (سلاہ)

"(۵) مبارک وہ انسان جنہیں قوت تجھ سے ہے، انکے دلمیں تیری راہیں ہیں۔"

"(۶) وے بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں۔ اُسے ایک کنواں بناتے"

"یہی برسات اُسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی"

(کتاب مقدس۔ مطبوعہ آرفن سکول۔ مرزاپور ۱۸۷۰ء)

انگریزی میں ہے :-

(بقیہ حاشیہ) ؎ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُوْنَ (سورہ انبیا) رحمٰن کا ذکر آجانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں۔ سہیل نے بوقت صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا۔ واما الرحمٰن فواللہ لا نعرفه۔ خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے۔

(4) "Pleased are they that dwell in thy house, they will be still Praising thee." (Selah)

(5) "Blessed is the man whose strength is in thee; in whose heart are the ways of them."

(6) "Who passing through the valley of Baca make it a well; the rain also filleth the pools"

اِن ہرسہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں۔ متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:۔

(۱) درسِ چہارم کی رو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے اور انکی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح و ستائش کرتے ہونگے

(۲) درس پنجم کی رُو سے یہ کہ اُن لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ اور اسبابِ دنیوی انکی عزت و قوت کا باعث نہ ہونگے۔

(۳) درس ۶ کی رُو سے لفظ بکّا عربی۔ اُردو۔ انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ بکّا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا۔ اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اُسی کے مطابق انگریزی کی بائیبل میں لفظ بکّا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کیساتھ لکھا ہوا ہے

(۴) لفظ وادی عربی و اُردو میں اور لفظ ویلی (valley) جو بمعنے وادی ہے انگریزی میں لفظ بکّا سے پہلے موجود ہے۔

(۵) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے وادیٔ بکّا میں[۵]
ایک کنوآں بھی بنائیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں:۔

(الف) ساکنینِ بیت جسکا ذکر درس ۴ میں ہے۔ وہ اسمٰعیل اور انکی اولاد ہے۔ حضرت ابراہیم کی دعا قرآن مجید میں ہے:۔ رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (اے خدا میں نے اپنی ذرّیت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی، تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔

(ب) یہ وادی جسکی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے۔ اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکّہ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ وہ ہے جو بکّا میں ہے) اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہوگیا کہ مکّہ کا نام خدا کے ہاں بکّہ ہے۔

(ج) اب ایک کنوآں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکّا میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء صفحہ ۳۳۳) عن ابن عباس میں اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی والدہ کے یہاں آنے آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اسکے فقرہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت ہے:۔ فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِیَ سَعَتْ۔ جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کیلئے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے۔ وغمز عقبیہ علی الارض قال فانبثق الماء فدھشت اُمّ اسمعیل فجعلت تحفر۔ (فرشتہ) نے ایڑی زمین پہ ماری پانی اُبل پڑا۔ اسمٰعیل کی ماں حیران ہوگئی۔ پھر اُسے کھود کر کنوآں بنانے لگی!

ناظرین! آپنے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں بکّہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد

[۵] ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کی سیرت صفحہ ۳۹ میں ہے۔ انّ بکّۃ اسم البطن مکّۃ لانھم یتباکون فیھا۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے ۔۔انھا سمیت بکّۃ۔ الا انھا کانت تبک اعناق الجبابرۃ اذا احدثوا فیھا شیئاً ۔ (ابن ہشام صفحہ ۳۹)

کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہو گیا۔ وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی تحقیق ہو گیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا بھی ثابت ہو گیا!

ہمارے مضمونِ تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔

اس کے بعد اس قدر اور بھی گذارش کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ درس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

عربی میں ہے :۔ طرق بیتك فی قلوبھم۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے "ان کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں"۔ لیکن اردو زبور میں ہے "انکے دل میں تیری راہیں ہیں" اور انگریزی میں ہے۔ "In whose heart are the ways of them"

اردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔ اردو میں "تیری راہیں" اور انگریزی "them" انکی راہیں لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے:۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ○

(سورۂ ابراھیم آیت ۳۷)

"اے میرے خدا میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں۔ تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ ایسا یہ اسلئے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نماز کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں میں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈالدے اور انکو سب طرح کے میووں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گذار رہیں"!

دوسری عرض یہ ہے کہ درس ۵ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے۔ "طوبیٰ لِاُنَاس عزھم بك" اس میں لفظ اُناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزہم میں ہُم بھی ضمیر جمع ہے لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں "مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سے ہے"۔ اور انگریزی یہ الفاظ ہیں

"Blessed is the man whose strength is in thee."

اُردو میں لفظ "انسان" اور "جس۔ اور انگریزی میں لفظ "مین" اور "ہو" واحد کیلئے استعمال کئے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اُردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اسطرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں "اُنکے" اور انگریزی میں "them" جمع کے لئے موجود تھے!

عربی توراۃ کا فقرہ "طُوبیٰ لِاُناسٍ عِزُّهُمْ بِكَ" دراصل فقرہ نمبر ۴ طُوبیٰ لِلسَّاكِنِيْنَ فِىْ بَيْتِكَ" ہی کی صفت ہے۔

الغرض توراۃ کے اس مقام سے بکہ۔ بیت اللہ۔ زمزم۔ اولاد اسمٰعیلؑ صاف طور پر ثابت ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروسلم کو، کیونکہ ایک ایسے دین (اسلام) کیلئے جسکی بابت لیظھرہ علی الدّین کلّہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے۔ اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اُسکا جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا۔ اور ویران کیا۔ اور بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلاوطن ہونا پڑا ہو۔

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیت ۴ و ۵ میں جو وادی بکا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارکبادی دی ہے۔ اسکا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے۔ کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ علم الاقتصاد یا تمدّن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افرادِ قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

زکوٰۃ اور تمدّن انسانی

حکیم سولون کے عہد سے لیکر آجتک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔

یورپ میں نہلسٹ (جنکا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افرادِ قوم کا

مساوی حق تصرف دیکسان حق مالکیت ہو۔)

سوشیالسٹ ، (جنکا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کردیا جائے)

نیشنلسٹ ، (جنکا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے)۔

یہ فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کرسکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اسکا رواج نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۔ (سورۂ نحل)	رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جنکو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ اُن لوگوں کو جنکے وہ مالک ہو چکے ہیں (اسلئے) واپس نہ کرینگے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کیلئے طے کر دیا۔ اور اسی کا نام فرضیت زکوۃ ہے۔

(۲) زکوۃ ۲ ھ سنہ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنیوالا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع سے ہی مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا جس پہ بطور آئین وضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے۔ اپنی فیاضی و نیکدلی سے کرتے تھے!

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رُکن (کلمۂ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔ زکوٰۃ، درحقیقت اُس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے! جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔

زکوٰۃ، ادا کرنے سے ادا کرنیوالے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت۔ اخلاقِ انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے۔ اور یہ فائدہ بھی کہ غرباء و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جُزو سمجھتا رہتا ہے۔ اور اس لئے بیحد دولت کا جمع ہو جانا بھی اُس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے۔ کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اُسکے ساتھ ایک اُنس و محبت اور اُس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموالِ نامیہ یعنی ترقی کرنیوالے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموالِ نامیہ میں تجارت، زراعت اور مواشی (بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ۔ گائے) نقدیت، معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں[۵]

اب یہ دکھلانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ	زکوٰۃ و صدقات کا مال (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کیلئے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)

[۵] جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیئے۔ اُسکا موضوع کتاب ہذا سے زائد تھا۔

وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا	(۳) اور تحصیلداران زکوٰۃ کیلئے (جنکی تنخواہیں ادا ہونگی)؛
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ	(۴) اور ان لوگوں کیلئے جنکی دلافزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نومسلم لوگ
وَفِي الرِّقَابِ	(۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے۔
وَالْغَارِمِيْنَ	(۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانے کیلئے جو قرضہ اتار سکتے ہوں۔
وَفِي سَبِيْلِ اللهِ	(۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے)[1]
وَابْنِ السَّبِيْلِ (توبہ ع)	(۸) اور مسافروں کے لئے؛

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کیگئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی وشخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کردیا گیا ہے۔

اس تقسیم کے نمبر ۵ پر مزید غور کرنا چاہیئے کہ اسلام، اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو ۸ مدات پر تقسیم کرکے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدن ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحمدل مسیح نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا۔ مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کیلئے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں "اے غلامو! تم انکی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح کے" (افیون باب ۶ درس ۵)

غلامی کی تائید عیسوی مذہب کی تعلیم میں

علٰی ہذا القیاس دیکھو تمطاوس باب ۶-۱ و ۲ طیطاوس ۲-۹ نیز ۱ پطرس ۲-۱۸؛

پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا۔ اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کئے۔

اوّل۔ آزادی غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا۔ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ بقرہ ع ۱۲-

دوم۔ آزادی غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ؛ (سورۂ بلد پ عم)

[1] اسکی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے۔

غلاموں کی آزادی اور اسلام

سوم۔ آزادیٔ غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے۔
مثلاً قتل خطاء (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں ــــ

(الف) مقتول مسلمان ہو۔
(ب) مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو } ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ (سورۂ نساءع ۱۳)
(ج) مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو

(د) نقض یمین کا کفارہ .. .. آزادی غلام ہے۔ (مائدہ ع ۱۲)
(ھ) ظہار کا کفارہ .. .. " (مجادلہ ع ۱)
(و) رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ " (حدیث شریف)
(ز) آقا غلام کو سخت مارے تو اسکا کفارہ .. " (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لئے اسی کام کے لئے خالص کر دیا ہے۔

اُنیسویں صدی میں انگلستان نے آزادیٔ غلاماں پر لاکھوں روپئے صرف کئے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کیلئے کُل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا ہے۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے۔ جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کریگا؟

بینک اور افلاس

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۶ پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کے لئے بینک قائم کئے ہیں۔ لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل بینک کے پاس چلی گئی ہیں۔ اور خاص خاص لوگوں کے سواء عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سُود کے ملنا محال ہو گیا ہے اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سُود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں۔

لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اُس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا

عجیب انتظام کیا ہے۔

بیشک سُود کی حرمت کا حکم سُنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے جس نے قرضداروں کی گلو خلاصی کے لئے ایسے عجیب انتظامات بھی کئے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیئے:۔

ان ھذہ الصدقات من اوساخ الناس انھا لاتحل لمحمدٍ ولا لاٰلِ محمدٍ	یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل کچیل ہوتا ہے۔ محمدؐ اور محمدؐ کے کنبہ والوں کو یہ حلال نہیں ہے۔

اس حرمت کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھ حضورؐ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور انکی سب اولاد، اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں۔ تاکہ کسی شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گذر سکے۔

رمضان ۲ہجری مقدس رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوگئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

(۱) روزے صحت کو بڑھاتے ہیں؛

(۲) امراء کو غربا کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔

(۳) شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔

(۴) قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔

(۵) قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں (لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم تقوٰی والے بن جاؤ)

تقوٰی کی مثالوں پر غور کرو۔ کہ:۔

گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اُس کے سامنے موجود ہے۔ مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

فرضیت رمضان اور اس کے فوائد

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے۔ کھانا میسر ہے۔ کوئی شخص اُسے دیکھ بھی نہیں رہا۔ مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں۔ الفت نے دونوں کو ایکدوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اُسکے دل میں اِس قدر جانشین ہوگئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اُس پر غالب نہیں آسکتا۔ اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جائز حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے۔ تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دیگا۔ اور اُنکے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کریگا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے۔ جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اِسی لئے حدیث صحیح میں ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔

جو روزہ دار جھوٹ کہنا۔ لغو بکنا۔ اور لغو فضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا۔ تو خدا کو کچھ پرواہ نہیں ہے اگر وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی امرؤ صائم۔

جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بیہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ بکواس اور شور کرے اور اگر کوئی اور شخص اُسے گالی دے یا اُس سے جھگڑا کرے تب کہدے کہ مَیں روزہ دار ہوں۔ (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایان نہیں)

(ب) رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب نصف دنیا پر سردی

کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ ادل بدل کر آنے سے
کُل دنیا کے مسلمانوں کیلئے مساوات قائم کردیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کردیا
جاتا۔ تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں، اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ
گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے۔ اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

(ج) روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے۔ مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں، یا جو جسمانی ناز
وتنعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو۔ اُس کیلئے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے؛
رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکنِ اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کسقدر
ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانیوالا اور کسقدر جسمانی وشہوانی خیالات کو ملیا میٹ کردینے والا ہے[1]

۳ھ ہجرت کے ماہ رمضان میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو علی مرتضیٰ
وفاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلوٹے فرزند ہیں۔

۲ھ ہجرت کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے۔ کہ شراب کی حرمت کا اعلان
کیا گیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابوطلحہ رضؓ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ مَیں انہیں
شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابوطلحہ رضؓ نے سُنتے ہی
کہدیا کہ جتنی شراب باقی ہے اُسے باہر پھینک دو۔ اُس روز مدینہ کے گلی کوچہ میں شراب بہ نکلی تھی
آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں کے ذریعہ انسداد شراب
کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں۔ کیونکہ اسلام
ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل وکثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام اُمّ الخبائث رکھا ہے (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) انسان
کے جسم پر، روپیہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن وانتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت
اور قوت پر جو بُرا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آرہا ہے۔ اُس سے واضح ہے کہ شرارت کیلئے

---

[1] مسیح نے فرمایا۔ ۱۷۔ جب تو روزہ رکھے اپنے سر پر چکنا لگا۔ اور منہ دھو۔ ۱۸۔ تاکہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ روزہ دار ظاہر ہو۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ آشکارا تجھے بدلا دے۔ انجیل متی باب ۶ ۱۷ و ۱۸

"اُمّ الخبائث" کیسا موزوں اور زیبا نام ہے۔

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کیلئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دیکر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونیکی تحریص دلائی ہے۔ انکو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا۔ اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو اُس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہوگی؛

ولادت و شہادت امام حسین علیہ السلام

اسی سنہ ۴ھ کے ماہ شعبان میں امام حسینؓ پیدا ہوئے۔ جو عشرہ محرم سنہ ۶۱ھ میں میدانِ کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ انکی شہادت نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ امام حسینؓ نے اسی جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاقِ حق و اتباعِ صداقت کے ایسے نمونے دکھلائے جنکی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا سنہ ۵ھ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے۔ وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انہیں مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لاکر دریافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے"؟

ثمامہ نے کہا، محمدؐ۔ میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کئے جانے کا حکم دینگے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا۔ اور اگر آپ انعام فرمائینگے تو ایک شکر گذار پر رحمت کرینگے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیئے بتلا دیجئے؛

دوسرے روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا۔ مَیں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گذار شخص پر فرمائینگے؛

تیسرے روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پاکر ایک کھجور کے باغ میں گیا۔ جو مسجد نبویؐ سے قریب ہی تھا۔ وہاں جاکر غسل کیا اور پھر مسجد نبویؐ میں لوٹ کر آ گیا۔ اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

ثمامہ نے کہا۔ یا رسولؐ اللہ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی۔ لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھکر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

بخدا آپکے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی۔ مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا آپکے دین سے بڑھکر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپکا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کیلئے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنیکی اجازت فرمائی۔

ثمامہ مکہ پہنچا۔ تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا۔ کہو تم صابی بنگئے؟ ثمامہ نے کہا۔ نہیں میں محمدؐ رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں۔ اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئیگا۔ جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہوگی[1]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنیوالا اناج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رُک جانے سے اہل مکہ بلبلا اُٹھے۔ اور آخر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے انہیں التجا کرنی پڑی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھدیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اس قصہ سے نہ صرف یہی

[1] صحیح بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب المغازی۔

ثابت ہُوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی۔ جو خود بھی اپنے آپکو واجب القتل سمجھتا تھا[۱]۔ اور نہ صرف یہی ثابت ہُوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا۔ کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت وعداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور طینت کی پاکی ورحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرتؐ کو مکہ سے نکالا تھا۔ اور بدر۔ اُحد۔ خندق میں اب تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کیلئے ساری طاقت صرف کر چکے تھے۔ اُن کیلئے رحمۃ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے کہ اُن کا غلہ روک دیا جائے اور اُن کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرمانبردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ ۶ ہجری مقدس

اس سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا فرمایا "میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔" اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت کے طواف کا اُن کے دل میں تھا بے چین کر دیا۔ اور اُنھوں نے اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر مکہ کیلئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لئے اور سفر بھی ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے۔ اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہُوا کرتی تھی۔ جب مکہ ۱۹ میل رہ گیا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام

---

[۱] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کئے جانے کی وجہ ہرچند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی لیکن یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالتصدد کسی جرم کے بعد ہوئی تھی غور کیجئے ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپکو واجب القتل تسلیم کرتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بلا کسی شرط کے بلا کسی معاوضہ کے اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا۔ تو اس کے دل پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا۔ کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیجدی اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی اُن سے چاہی؛

عثمان بن عفانؓ جنکا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بے سروسامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو تا بتقدم[1] رہینگے۔ بیعت کرنیوالوں کی تعداد چودہ سو تھی[2]۔ قرآن مجید میں ہے؛ لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ۔ اس بیعت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دہنا ہاتھ قرار دیا اور اُنکی جانب سے اپنے دہنے ہاتھ پر بیعت کی[3]۔

اس بیعت کا حال سُنکر قریش ڈر گئے۔ اور اُنکے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوتے۔ عروہ بن مسعود جو قریش کی جانب سے آیا تھا[4]۔ اُس نے قریش کو واپس جا کر کہا۔

اے قوم! مجھے بارہ نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسرے (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا۔ جس کی عظمت اُسکے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمدؐ کے دلیں محمدؐ کی ہے۔

محمدؐ تھوکتا ہے تو اسکا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے اور وہ شخص اُس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔

جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کیلئے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کیلئے ایسے گرے پڑتے ہیں۔ گویا لڑائی ہو پڑیگی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چُپ چاپ ہو جاتے ہیں اُنکے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے۔ کہ وہ اُسکے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہے کہ اُن سے صلح کر لو جس طرح بھی بنے[5]!

[1] بخاری عن عبد اللہ بن زید و مسلم [2] بخاری عن ابن عمر [3] صحیح بخاری عن براء و جابر
[4] یہ عروہ جو آج قریش کا سفیر بنکر آیا تھا چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے سفیر اسلام بنکر گیا تھا۔
[5] صحیح بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد ص ۹۷:

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کیلئے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے۔

(۱) دس سال تک باہمی صلح رہیگی، جانبین کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی؛

(۲) جو قبائل چاہیں، قریش سے مل جائیں، اور جو قبائل چاہیں، وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں، دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہونگے؛

(۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی۔ اس وقت ہتھیار اُنکے جسم پر نہ ہوں، گو سفر میں ساتھ ہوں:

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دینگے لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہ کرینگے؛

آخری شرط سنکر تمام مسلمان بجز ابوبکر صدیق گھبرا اُٹھے۔ عمر فاروق اس بارے میں زیادہ پُرجوش تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنسکر اِس شرط کو بھی منظور فرمایا۔ معاہدہ حضرت علیؓ مرتضےٰ نے لکھا تھا۔ انھوں نے شروع میں لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل جو قریش کیطرف سے کمشنر معاہدہ تھا، بولا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ باسمک اللّٰھم لکھو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی لکھدینے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے پھر لکھا، یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے۔

سہیل نے اسپر بھی اعتراض کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست پر محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا[۱]؛

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا، لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہدنامہ لکھا ہی جا رہا تھا۔

---

[۱] بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد۔ یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر عذر کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق و اُمنگ سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انتقال نبویؐ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کیلئے استحکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی۔ بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔

دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کیطرف سے معاہدہ پر دستخط کرنے کا اختیار رکھتا تھا) ابوجندل اُسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابوجندل مکہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ قریش نے اُسے قید کر رکھا تھا۔ اور اب وہ موقعہ پاکر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدنامے کے مکمل ہوجانے پر اسکا خلاف نہ ہوگا یعنی جبتک عہدنامہ مکمل نہ ہو جائے اسکی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا۔

عہدنامہ کی شرائط کی پابندی بعد تکمیل کے

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اور ابوجندل قریش کے سپرد کردیا گیا؛

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اُسکی مشکیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی، اور کشاں کشاں لیگئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرمادیا تھا کہ ابوجندل! خدا تیری کشایش کے لئے کوئی سبیل نکال دیگا؛[1]

ابوجندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھکر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ضبط و صبر کئے رہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوتے تھے۔ کہ اسی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ اس ارادے سے اُترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کردیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کرلئے گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں از راہ رحمدلی و عفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

حملہ آوروں کو معافی

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ۔ (سورۃ الفتح آیت ۲۳)	خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ بھی (انپر قابو پالینے کے بعد) اُن سے روک دیئے؛

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین

[1] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ص ۔

کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی۔ حزم۔ دوربینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لیگئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی نے پوچھا۔ یارسول اللہ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔[۱]

برکاتِ معاہدہ

ابوجندل نے زندانِ مکہ میں پہنچکر دینِ حق کی تبلیغ شروع کردی۔ جو کوئی اُسکی نگرانی پر مامور ہوتا؛ وہ اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ قریش اس دوسرے ایمان لانیوالے کو بھی قید کر دیتے اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اُسی قید خانہ میں کرتے۔

الغرض اسطرح پر ایک ابوجندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے۔

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہدنامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی۔ پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہدنامہ کی اس شرط سے دستبردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس واپس بلا لیجئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا ناپسند فرمایا[۲]

ابوجندل۔ ابوبصیر۔ ابوالعاص کے واقعات

[۱] بخاری عن ابو وائل۔ [۲] ابوجندل کیطرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اُسے واپس لانے کیلئے دو شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرتؐ نے ابوبصیر اُن کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے انمیں سے ایک کو دہوکا دیکر مار دیا۔ دوسرا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کے لئے گیا۔ اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوفزدہ ہو کر وہ وہاں سے بھی بھاگا قریش نے ابوجندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابوجندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی۔ اسلئے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا۔ اسے لوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اُسے ہی جا ملا۔ ایکدفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے

اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہر ہم کو ناگوار تھی اُسکا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا :

"ابو جندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے"

ابو جندل کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی اپنی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور کس طرح طالبانِ حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی۔ کہ وطن کی دُوری۔ اقارب کی جدائی قید۔ ذلت۔ بھوک پیاس۔ خوف و طمع۔ تمول۔ نفسانی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمدورفت کی روک ٹوک کے اُٹھ جانے سے یہ فائدہ ہُوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جُلنے لگے۔ اور اس طرح اُن کو اسلام کی حقیت اور حقیقت معلوم کرنے کے موقعے ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے :

مسلمانوں کا طواف کعبہ کیلئے جانا اور اُسکے نتائج سنہ ہجری مقدس معاہدۂ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لئے

بقیہ حاشیہ سیدہ زینبؓ بنت رسولؐ کا اس سے نکاح ہوا تھا۔ (گو ابو العاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابو جندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اسلئے کہ ابو العاص انہیں تھا۔ ابو العاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت زینبؓ کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلعم تک پہنچائی۔ نبی صلعم نے معاملہ کو صحابہؓ کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہؓ نے ابو العاص کی تائید میں فیصلہ کیا۔ جب ابو جندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سارا اسباب رسی اور مہار تک ابو العاص کو واپس کر دیا۔ ابو العاص مکہ ہو پہنچا۔ سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا۔ پھر منادی کرائی۔ کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتلا دے۔ سب نے کہا کہ تو بڑا امین ہے۔ ابو العاص نے کہا۔ اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا۔ تاکہ وہ ذلتیں نہ لوٹ سکیں ؞

اللہ کا رسولؐ دو ہزار صحابہ رضؓ کو ساتھ لیکر مکہ پہنچا۔ مکّہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا۔ لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکّہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

خدا کا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) تین دن تک عمرہ کے لئے مکّہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیّت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔

اِن منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش۔ سادہ اور مُوثر طریق عبادت کا اور اُنکی اعلیٰ دیانت وامانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہُوا تھا) عجیب اثر ہُوا جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

یہود کی چوتھی سازش مدینہ پر حملہ کی تیاری لشکرِ اسلام کا آگے بڑھکر نہیں لینا۔

یا

جنگ خیبر محرّم ۷ھ

خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا۔ آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر حدیبیہ سے پہونچے ہوئے ابھی تھوڑے دن (ایکماہ سے کم) ہی ہوئے تھے۔ کہ یہ سُننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنیوالے ہیں [۱]۔ اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت ووقت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لئے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔

انھوں نے قبیلہ بنو غطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ

[۱] طبقات کبیر ابن سعد ص۔

ملا لیا تھا۔ اور معاہدہ یہ تھا۔ کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا۔ تو پیداوار خیبر کی نصف حصہ ہمیشہ بنو غطفان کو دیتے رہیں گے۔

مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو پچھلے سال ہی جنگِ احزاب میں انہیں اٹھانی پڑی تھی۔ ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا۔ کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہیے۔

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہؓ کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی تھی۔ جو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ[1] کی بشارت سے ممتاز تھے۔ اور جن کو وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا[2] کا مژدہ مل چکا تھا۔ انکی تعداد چودہ سو[۱۴۰۰] تھی جن میں سے دو سو[۲۰۰] اسپ سوار تھے؛

مقدمۂ لشکر کے سردار عکاشہ[3] بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اور میمنۂ لشکر کے سردار عمر بن الخطاب[4] رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سردار میسرہ کوئی اور صحابیؓ تھے؛

بیس[۲۰] صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں۔ جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کے لئے ساتھ ہو لی تھیں۔

لشکر اسلام آبادی خیبر کے متصل رات کے وقت پہونچ گیا تھا۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی۔ کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے؛[5] اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے۔ اسلئے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے معرکہ کیلئے اُس مقام کا انتخاب مرد جنگ آزما حباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] خدا تعالیٰ اُن مومنوں سے خوش ہوا جو درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے ہیں۔ خدا نے انکے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔ [2] خدا نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے [3] عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ یہ بلا حساب جنت میں داخل ہونگے۔ بدر، احد، خندق اور دیگر مشاہد میں حاضر تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بعمر ۴۵ سال شہید ہوئے۔ [4] مدارج النبوۃ صفحہ ۲۹ [5] بخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛

لئے کیا تھا۔ یہ میدان اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا[1]۔ اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیانِ خیبر کی مدد کیلئے نکلے تو انہوں نے لشکرِ اسلام کو سدِ راہ پایا۔ اور اس لئے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہیگا! ورحملہ آور فوج کے دستے کیمپ سے جایا کریں گے۔ لشکر اندر فوراً مسجد تیار کرلیگئی تھی[2]۔ اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری فرمادیا گیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔

قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے شمار میں دس تھے۔ جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے[3]۔

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں[4]۔

۱۔ قلعہ ناعم۔
۲۔ قلعہ نطاۃ
۳۔ حصن صعب بن معاذ
۴۔ حصن قلعہ الزبیر۔

} یہ چاروں حصون نطاۃ کے نام سے نامزد تھے!

۵۔ حصن شق
۶۔ حصن البر
۷۔ حصن ابی

} یہ تینوں حصون شق کے نام سے نامزد تھے۔

۸۔ حصن قموص طبری
۹۔ حصن دطیح
۱۰۔ حصن سلالم جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں

} یہ تینوں حصون کتیبہ کے نام سے نامزد تھے۔

---

[1] تاریخ طبری ۱۵۷۵/۹۲ مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ۔ [2] صحیح بخاری عن سوید بن النعمان [3] فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد ۷ و ۹ بھی درج ہے۔ [4] سیرت محمدیہ مولوی کرامت علی۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا۔ اور انہوں نے قلعہ نطاۃ پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہُوا۔ پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ کی گرمی سے ذرا سستانے کیلئے پائین قلعہ دیوار کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے انہیں غافل دیکھکر ایک پتھر اُن کے سر پر دے مارا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فوج کی کمان محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اُنکے بھائی نے سنبھال لی۔ اور شام تک کمال شجاعت و دلاوری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ رضی کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت ایک ایک بچّہ کے برابر پیارا ہے۔ اِس تدبیر سے اہل قلعہ پر اثر ڈالا جا سکیگا۔ اِس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا۔ کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر التماس کیا۔ کہ یہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے والا ہے۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اِس رائے کو پسند فرمایا۔ اور ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نخلستان کاٹنے کے بارہ میں امتناعی حکم بھیجدیا۔

شام کو محمّد بن مسلمہ رضہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصّہ خود ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لاعطین (اولیاتین) الرایۃ غدا رجل یحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ۔ کل فوج کا نشان اُس شخص کو دیا جائیگا (یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لیگا) جس سے

خدا تعالیٰ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فتح عنایت فرمائیگا۔ یہ ایسی تعریف تھی، جسے سُنکر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے!

اس رات پاسبانی لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ انہوں نے گرداوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا۔ اور اُسی وقت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں تھے۔ جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا۔ کہ اگر اُسے اور اُس کے زن و بچہ کو جو قلعہ کے اندر ہیں۔ امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتلا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتلایا کہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے زن و بچہ کو قلعہ شقّ میں بھیج رہے ہیں۔ اور نقد و جنس کو قلعہ نطاۃ کے اندر دفن کر رہے ہیں۔ مجھے وہ مقام معلوم ہے جب مسلمان قلعہ نطاۃ لے لینگے۔ تو مَیں وہ جگہ بتلا دُونگا۔ بتلایا کہ قلعہ شقّ کے تہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بہت سے آلات منجنیق وغیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شقّ فتح کر لینگے تو مَیں وہ تہ خانے بھی بتلا دُونگا۔

صبح ہوئی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ مرتضیٰ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اُنہیں آشوب چشم ہے اور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لب مبارک جناب مرتضیٰ رضؓ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اُسی وقت آنکھیں کُھل گئیں۔ نہ آشوب کی سُرخی باقی تھی۔ اور نہ درد کی تکلیف۔ پھر فرمایا۔ علیؓ جاؤ۔ راہِ خدا میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت کرو۔ بعد میں جنگ۔ علی اگر تمہارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام بھاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہو گا!

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی۔ مقابلہ کیلئے قلعہ کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپکو ہزار بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا۔

اُس نے آتے ہی یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا:۔

قد علمت خیبر انی مرحب	خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر
شاکی السلاح بطل مجرب	تجربہ کار مرحب ہوں۔ جب لوگوں کے ہوش
اذا القلوب قبلت تلھب !	مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں"

اس کے مقابلہ کیلئے عامر بن الاکوع رضؓ نکلے۔ وہ بھی اپنا رجز پڑھتے جاتے تھے۔

قد علمت خیبر انی عامر	خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد
شاکی السلاح بطل مغامر۔	نبرد آزما تلخ ہوں : میرا نام عامر ہے"

مرحب نے اُن پر تلوار سے وار کیا۔ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ڈھال پر روکا۔ اور مرحب کے حصہ زیریں پر وار چلایا۔ مگر اُن کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی۔ ان ہی کے گھٹنے پر لگی۔ جس کے صدمہ سے یہ بالآخر شہید ہو گئے"

پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے۔

رجز حیدری سے میدان گونج اٹھا۔ آپ فرماتے تھے:۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ	میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضبناک رکھا ہے
اکیلکم بالسیف کیل السندرہ	میں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمہیں بڑے بڑے پیمانے عطا کرونگا
کلیث غابات شدید قسورہ	میں شیر ببر سخت حملہ آور ہزبر میدان ہوں"

حضرت علی مرتضیٰ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا۔ کہ مرحب کی خود آہنی کو کاٹتا عمامہ کو قطع کرتا سر کے دو ٹکڑے بناتا ہوا گردن تک جا پہنچا۔

مرحب کا بھائی یاسر نکلا۔ اُسے زبیرؓ بن العوام نے خاک میں سلا دیا۔

؎ طبری جزو ثالث صفحہ ۹۳

اسکے بعد حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ناعم فتح ہو گیا اسی روز قلعہ صعب کو حضرت حباب[1] بن المنذر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کر لیا۔ قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جَو۔ کھجور۔ چھوہارے۔ مکھن۔ روغن زیتون۔ چربی اور پارچات کی مقدارِ کثیر ملی۔ فوج میں قلّتِ رسد سے جو تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ رفع ہو گئی۔ اسی قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برآمد ہوئے جن کی خبر یہودی جاسوس دیچکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطاۃ فتح ہو گیا۔ اب قلعہ الزبیر پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا۔ حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکرِ اسلام میں آیا۔ اس نے کہا۔ یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کر سکو گے۔ مَیں ایک راز بتلاتا ہُوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیرِ زمین نالہ کے راہ سے جاتا ہے۔ اگر پانی کا راستہ بند کر دیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب اہلِ قلعہ۔ قلعہ سے نکل کر کھلے میدان میں آکر لڑے۔ اور مسلمانوں نے انہیں شکست دیکر قلعہ کو فتح کر لیا۔

پھر حصن اُبی پر حملہ شروع ہُوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ انمیں سے ایک شخص جسکا نام غزوان تھا۔ مبارزت کے لیئے باہر نکلا۔ حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ کو گئے۔ اُسکا بازو راست کٹ گیا۔ وہ قلعہ کو بھاگا۔ حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعاقب کیا۔ اور اُس کی رگِ پاشنہ کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا۔ اور پھر قتل کیا گیا۔

قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا جسکا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اُسکے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ اب ابُودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے۔ اُنہوں نے جاتے ہی اُسکے پاؤں کاٹ دیئیے۔ اور پھر قتل کر ڈالا۔

[1] حباب بن المنذر انصاری اسلمی ابوعمرو کنیت اور ذوالرائے لقب تھا۔ غزوہ بدر میں ۳۳ سال کے تھے۔ میدان جنگ ... کے متعلق بھی حضرت صلعم نے انکی رائے کو پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں انتقال کیا۔

یہود پر رعب طاری ہوگیا اور باہر نکلنے سے رُک گئے۔ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے انکا ساتھ دیا۔ تکبیر کہتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر جا چڑھے۔ قلعہ فتح کر لیا۔ اہل قلعہ بھاگ گئے۔ اس قلعہ سے بکریاں اور پارچہ اور اسباب بہت سا ملا۔

اب مسلمانوں نے حصن البریر حملہ کر دیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے۔ اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجنیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجنیق وہی تھے۔ جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے منجنیقوں سے قلعہ کی دیواریں گرائی گئیں اور قلعہ فتح ہوگیا۔

خالدؓ ابن ولید کا ایمان لانا ۸ھ

انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولیدؓ تھے۔ جو جنگ اُحد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔

یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے۔

عمروؓ بن عاص کا اسلام لانا ۸ھ

انہی ایمان لانیوالوں میں عمروؓ بن العاص تھے۔ قریش نے انہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا۔ جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے۔ اسی عمروؓ بن العاص نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبر و پالیٹیشن اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے۔

انہی اسلام لانیوالوں میں عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و

کلید بردار تھے۔ جب یہ نامی سردار (جنکی شرافت حسب نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے۔

عدی رضی بن حاتم طائی کا ایمان لانا سنہ ۹ ہجری مقدس

اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی۔ کہ سنہ ۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی اُس وقت اُس علاقہ کے حاکم اعلیٰ علی مرتضےٰ رضی تھے۔ انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیجدیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی۔ اُس نے نبی صلعم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

"مَیں سردار قوم کی بیٹی ہوں میرا باپ رحم وکرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا۔ وہ مرگیا۔ بھائی شکست کھاکر بھاگ گیا اب آپ مجھ پر رحم کریں"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا۔ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ اسکے بعد اُسے معہ اُسکے متعلقین کے چھوڑ دیا۔ اور زادِراہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتم کا قصہ

عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ کے نام سے سخت نفرت تھی۔ کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ مَیں اپنے دل میں کہا کرتا تھا۔ کہ مَیں سچے دین پر بھی ہوں۔ اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اسلئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مَیں نے اپنے شترخانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا۔ کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں۔ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اُسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے۔ مجھے فوراً بتلائے۔

ایک روز داروغہ آیا۔ کہا۔ صاحب! محمدی فوج کے آجانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو وہ کر گذریئے۔ کیونکہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سُن کے مَیں نے اونٹ منگائے۔ بیوی۔ بچے اور زرومال کو لادا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرتؐ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہونچی۔ اُس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ مَیں نے پوچھا کہ اُس شخص (رسول اللہ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اُس کے پاس چلا جا۔ کیونکہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے۔ اور اگر وہ بادشاہ ہے۔ تب بھی اُسکے پاس جانے سے تو ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تو تُو ہی ہے (یعنی تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر مَیں مدینے میں آیا۔ اُس وقت نبی اللہ مسجد میں تھے۔ مَیں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا۔ کون؟ مَیں نے کہا عدی بن حاتم۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرالیا۔ آپ دیر تک اُسکے پاس کھڑے رہے۔ اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں۔

پھر آنحضرتؐ گھر میں پہنچے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے تھکے بھرے ہوئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا۔ اسپر بیٹھو۔ مَیں نے کہا نہیں حضورؐ بیٹھیں۔ فرمایا نہیں۔ تم ہی بیٹھ جاؤ۔ مَیں گدّے پر بیٹھ گیا۔ اور آنحضرتؐ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم رکوسی[1] ہو۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو۔ مَیں نے کہا۔ ہاں نبی صلعم نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ مَیں نے کہا سچ ہے۔ اور

[1] ر۔ک۔و۔س۔ی عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے ۱۲۔

میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ عدی۔ شاید اس دین میں داخل ہونے

سے تم کو یہ امر مانع ہے۔ کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا ان میں اس قدر مال ہونیوالا ہے

کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہیگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شائد یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ

تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب

تو سن لیگا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلیگی اور مکہ کا حج کریگی۔ اور اُسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور

سلطنت آجکل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سن لیگا

کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں کا درباری دیوانخانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتلاؤ کہ لا الٰہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور

بھی معبود ہوسکتا ہے؟

عدی! بتلاؤ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے۔ کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہوگیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی

صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی۔

عدی کہتا ہے کہ اِس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا

سال جارہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا

کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا۔ اور مجھے امید ہے کہ تیسری

بات بھی ہوکر رہیگی۔

حج اسلام کا پانچواں رکن حج ہے۔

یاد رکھنا چاہئیے کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے۔ جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا۔ بیگانوں

لہ تاریخ طبری عدی بن حاتم نے ۶۷ھ میں عمر ۱۲۰ سال کوفہ میں وفات پائی۔

کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔

احکام اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر کلمۂ واحدہ پہ جمع کر دیا جائے:

(الف) اہل محلہ میں محبت، اتحاد پیدا کرنے۔ قائم رکھنے کیلئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔

(ب) اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کیلئے ہفتہ میں ایک بار انکا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

(ج) اہل شہر اور دیہات قرب وجوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت وشناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقعہ پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر اُن سے ملاقی ہوتے اور مل جل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں

اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے مختلف قوموں۔ مختلف نسلوں۔ مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کیلئے حج عمر بھر میں ایک دفعہ اُن سب اشخاص پہ جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ فرض کیا گیا ہے۔

(۲) حج میں سب کے لئے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے۔ تاکہ ایک ہی رسول۔ ایک ہی قرآن۔ ایک ہی کعبہ پہ ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں۔ اور چشم ظاہر بین کو بھی ان اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے:

(۳) حج کے لئے وہ مقام قرار دیا گیا ہے۔ جہاں صابی۔ یہودی۔ عیسائی اور

اور مسلمانوں کے جدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادتگاہ[۵۰] بنائی تھی۔ چونکہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے اسلئے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے۔

(۴) حج سے مقصود شوکتِ اسلام کا اظہار بھی ہے۔ اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

پادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن) کے انعقاد سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ایک مارشل کا جو مقصود عظیم فوجی ریویو سے ۔ ۔ ۔
کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے
} ہے۔ وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں۔

آثار قدیمہ کے جویا۔ عنادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفانِ علم الالسنہ اور محققانِ تاریخِ اقوام و ماہرینِ جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے۔ وہ سب اُمور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج ۹ سنہ ہجرت کو فرض ہوا۔ اسی سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضہ کو امیر الحاج بنایا۔ اور تین سو صحابہ کو اُن کے ہمراہ کیا۔ تاکہ سب کو حج کرائیں۔ اُن کے بعد علی رضہ مرتضےٰ کو روانہ کیا۔ کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور علی رضہ مرتضےٰ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس آیتوں کو معہ ان احکام کے پڑھکر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائیگا[۵۱] اور کوئی شخص برہنہ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکیگا[۵۲]۔

۵۱ دیکھو یسعیاہ۔ ۳۵ باب ۸ درس۔ وہ جو ناپاک ہے اُس پر سے گذر نہ کریگا۔ وہ نہیں کھلنے کے ہے۔
۵۲ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری باب لا یطوف بالبیت عریان۔

[۵۰] پیدائش

سنہ ہجری | اس سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیجدیگئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لیجانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے؛

ذی الحلیفہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔ کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے[۱]۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گذر ہوتا تھا تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے تھے[۲]۔

جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طوی[۳] میں تھوڑی دیر کیلئے ٹھہرے۔ اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لیکر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کرکے اللہ تعالےٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا[۴]۔

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہوکر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لیگئے۔ انکی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رُخ کرکے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ اور

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۵۳۔ [۲] عن جابر بن عبد اللہ صحیح بخاری کتاب الشہادۃ۔ دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ [۳] اس وقت آیت بالواد المقدس طویٰ کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔ [۴] اسی موقعہ کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کرکے کہا ہے۔ اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ ۲ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائیگی۔ اور تیرگی قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اسکا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ ۳۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلینگی۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر۔ وے سبھی سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وے تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دُور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جاوینگی۔ ۵۔ تب تو دیکھیگی اور روشن ہوگی۔ ہاں تیرا دل اُچھلیگا۔ اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھریگی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹ کثرت سے آکے تجھے چھپا لینگے۔ مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں آوینگے۔ وے سونا اور لبان لاوینگے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناوینگے۔

(باقی صفحہ ۳۷۰ پر)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ کے ترانے لگائے[1]:

آٹھویں ذی الحج کو قیامگاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

نویں ذی الحج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آکر اترے اِس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان سرتا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل تحمید و تقدیس میں مصروف تھا[2]۔ اس وقت ایک لاکھ

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۶۹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کیلئے داغ اور کعبہ کیلئے موجب حسرت تھا۔ لیکن اب بڑے جاہ و جلال کیساتھ توحید خالص کا اظہار واستحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کا طواف کرنا۔ بیشک بیت اللہ کیلئے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوئم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام تھا۔ جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھے۔ اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش ۲۵ باب آیۃ ۴ و ۳) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور اس حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے جنکے مورث اعلیٰ مدیان عیفہ سبا ہیں۔ اسلئے پیشینگوئی (جس میں صراحت سے پتہ و نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

[1] حجۃ اللہ صفحہ ۳۵۵۔ عربی کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اُسی کا ہے اور ستائش بھی اُسی کیلئے شایاں ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے خدا جسکے سوا عبادت کا کوئی بھی شایاں نہیں' ایک ہے۔ اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی"۔ ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالےٰ کی تحمید و تقدیس بھی ہے اور باوہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بھی بشکل مصوّر دکھلائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے۔ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ میں اکیلا تھا۔ پھر اس کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اُسکے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو ملک نے اُن کی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے۔ کچھ رہ گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کیلئے ناقابل سکونت ثابت ہوا۔ اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اُس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو اُنکے بچ جانے کا رنج ہوا۔ انکے امن اور قیامگاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمدؐ ہے وہی مکہ ہے' وہی عرب ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے اور فتح و نصرت ربانی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی عداوتوں' مخاصمتوں جنگوں و تزویروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا انجز وعدہ و نصر عبدہ ہی سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے (۴۲-۱۱)

[2] تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ (یسعیاہ ۴۲-۱۰)

چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکامِ الٰہی کی تعمیل کیلئے ہمہ تن حاضر تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھکر اور قصواء پر سوار ہوکر خطبہ کا آغاز فرمایا[۵]۔

[۵] دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۴ باب (مکاشفت کے متعلق یہ درس یاد رکھنا چاہئیے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وے باتیں جنکا جلد ہونا ضرور ہے دکھاوے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفت جو مسیح کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئی ہیں۔ زمانہ مابعد مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

۱۴ - باب

(الف) پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا۔ اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔

(ب) جنکے ماتھوں پر اُسکے باپ کا نام لکھا تھا۔

(ج) ۲ پھر میں نے آسمان سے ایک آواز سنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے سُنی۔

(د) ۳ - اور وے تخت کے سامنے اور اُن چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے

(ہ - و) اور کوئی اُن ایک لاکھ چوالیس ہزار کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔

(ز) یہ وے لوگ ہیں جو عورتوں کیساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں۔

(ح) یہ وے ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں وہ جاتا ہے۔

(ط) یے خدا اور برے کیلئے پہلے پھل ہوکے آدمیوں میں سے مول لئے گئے ہیں۔

(ی) ۵ - اور ان کے منہ میں مکر پایا نہ گیا۔ کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

شرح باب ہذا

(الف) برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گرامایہ وجود مراد ہے جو بعد از رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں صیہون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے۔ یہاں پہاڑی سے عرفات کی پہاڑی مراد ہے۔ ایک لاکھ ۴۴ ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

(ب) یہ درس ترجمہ ہے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا۔

(ج) اس میں عام آوازہ تسبیح و تحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط و باجہ کیساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

(د) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہلکتاب کیلئے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہوگا بلکہ تغنی و ترنم ہوگا

(ہ) رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا۔

(و) خریدے جانے کا ذکر قرآنمجید میں ہے۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم۔

(ز) مومنین کی یہ صفت قرآنمجید میں بایں الفاظ ہے۔ والذین ھم لفروجھم حافظون۔

(ح) صحابہؓ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے والذین معہ نیز بالفاظ الذین یتبعون النبی الامی

(ط) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار نیز بالفاظ حدیث اختارھم اللہ لرسولہ۔

(ی) یہ صفت قرآنمجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع

(۱) یا ایھا الذین انی لا ادری لعلی لا القاکم بعد یومی ھذا … نجتمع فی ھذا المجلس ابدًا[1] ۔

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے۔

(۲) اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَموالکُمْ واعراضکُمْ حرامٌ علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا۔ فی شھرکم ھذا و ستلقون ربکم فیسئلکم عن اموالکم۔ الا فلا ترجعوا بعدی ضلالًا یضرب بعضکم رقاب بعضٍ۔

لوگو! تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیساکہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۳) الا کل شئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمیّ موضوعٌ۔ و دماء الجاھلیۃ موضوعۃ و ان اوّل دمٍ اضع من دمائنا دمُ ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعًا فی بنی سعدٍ فقتلتہُ ھذیلٌ۔ و ربا الجاھلیۃ موضوعۃ واوّل ربًا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانہ موضوعٌ کلّہ۔

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ بناتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا۔ میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کردیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑدیا گیا۔

[1] معدن الاعمال حدیث نمبر ۱۱۰۔ عن وابصہ رہ رواہ ابن عساکر۔ [2] عن ابی بکرۃ صحیح بخاری باب حجۃ الوداع۔

(۴) فاتقوا اللّٰہ فی النساء۔ فانکم اخذتموھن بامان اللّٰہ واستحللتم فروجھن بکلمتہ اللّٰہ ولکم علیھن الا یوطئن فروشکم احدًا تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربًا غیر مبرّح۔

لوگو اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے انکو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے انکا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اسکا آنا تمکو ناگوار ہے) نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو اُن کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔

ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف۔

عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انکو اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔

(۵) وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللّٰہ۔

لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اُسے مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(۶) ایھا الناس انہ لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم۔ الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم وادّوا زکاۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا ولاۃ امرکم تدخلوا جنۃ ربکم۔[1]

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید اُمت پیدا ہونیوالی ہے۔ خوب سُن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت دلی خوشی کیساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجا لاؤ۔ اور اپنے اولیائے امور وحکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

[1] معدن الاعمال۔ حدیث نمبر ۱۱۰۰۹ و ۱۱۰۱۰ عن ابی امامہ۔ رواہ ابن جریر و ابن عساکر۔

(۷) و انتم تسألون عنّی۔	لوگو۔ قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائیگا
فما انتم قائلون۔	مجھے ذرا بتلادو کہ تم کیا جواب دوگے؟
قالوا نشهد انك۔	سب نے کہا ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے
قد بلّغت۔	اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے!
و ادّیت	آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کردیا!
و نصحت	آپ نے ہم کو کھوٹے۔ کھرے کی بابت اچھی طرح بتلادیا
فقال باصبعه السبابة یرفعها	(اسوقت) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت
الی السماء و ینکتها الی الناس	شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے
	اور پھر لوگوں کیطرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے)
اللّٰهمّ اشهد	اے خدا سُن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اللّٰهمّ اشهد	اے خدا گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)
اللّٰهمّ اشهد	اے خدا شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کررہے ہیں)
ثلاث مرّاتٍ [1]۔	دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں
(۸) ألا لیبلّغ الشاهد الغائب	ہیں۔ اسکی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض
فلعلّ بعض من یبلغه ان	سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے
یکون اوعی له من بعض من سمعه [2]	اور حفاظت کرنیوالے ہوں جنپر تبلیغ کی جائے!!

ناظرین! اس خطبہ نبویؐ کو پڑھیں۔ غور سے پڑھیں۔ ذرا تفکّر و تدبّر سے پڑھیں

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید

فرمائی ہے اور کیونکر قرآن مجید پر عمل کرنیوالے کیلئے یقینی وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

(۲) کیونکر مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے۔

(۳) کیونکر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

[1] عن امام جعفر صادقؓ عن امام محمد باقرؒ بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلعم۔ [2] عن ابی بکرہ صحیح بخاری باب [illegible]

(۴) کیونکہ اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ دادوں سے گویا مُہریں کرا لی ہیں۔

(۵) کیونکہ ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار جوابدہ قرار دیا ہے

یہی ہیں وُہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کر سکتا ہے۔ اور جن کا ترکِ عمل اُنہیں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بناتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اُسی جگہ اِس آیت کا نزول ہوا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج[2] مَیں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔

---

[1] صحیح بخاری عن عمر بن الخطابؓ۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب۔ جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں۔ چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔

۶۔ اور مَیں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا کہ آسمان کے بیچوں بیچ اُڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہلِ زباں اور لوگوں کو خوشخبری سُنائے!

پادری ڈبلو ہوپر صاحب ایم اے نے جنہوں نے طالبانِ علم الٰہیات و افادہ عامہ کلیسیا کیلئے تفسیر مکاشفات لکھی ہے۔ اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں اُسے چھپوایا ہے اِس درس کی تحت میں صفحہ ۲۰۴ پر لکھا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا تھا (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائیگی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلیگی جسکا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ انکا معلم یواقیم تھا۔ ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے الحمد للہ وہ قرآنمجید ہے اور چونکہ آیہ اکملت یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی اسلئے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتہ کے اُڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم اُن تمام ملکوں میں جو منطقہ البروج کے سیدھے خطوط کی تحت میں واقع ہونگے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک اُن میں قرآنمجید کی منادی جلد پہنچ جائیگی اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں اُن میں منادی دیر میں پہونچیگی۔

[2] لفظ آج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اسکا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اِس آج کا مطلب سمجھنے کیلئے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمایئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے۔ اسکا آخری باب ۳۳ واں ہے۔ وہ اسطرح شروع ہوتا ہے "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی ۲۔ اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُسکے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کیلئے تھی"! عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے کہ یہ آئندہ کیلئے پیشگوئی ہے۔ اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں! اور نتیجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں"! عہدِ عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ سے ۱۰۵۴

اور مَیں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔ ہمز ۱

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۵ | سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے " دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آدیگا۔ دیکھو وہ یقیناً آدیگا۔ رب الافواج فرماتا ہے" (ملاکی باب ۳)۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہمکو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے جسے انجیل بھی کہتے ہیں انجیل یوحنا دیکھو حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی اُمت کو انہوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا) یہ الفاظ فرمائے تھے۔

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ مَیں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے!

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ وہ سنیگا سو کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔

۱۴۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ دیکھو انجیل یوحنا ۱۶ باب!

ان حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ و انجیل ہم کو کل دنیا کی انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے۔ جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "الیوم اکملت لکم" کا اعلان سے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سناتا اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے!

ماہران طبقات الارض اور عقلاء سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ موجودہ عالم موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل معلوم ہوتی ہے کہ اس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال و تصور و گمان میں نہیں آسکتا یہ ہزاروں سال کی ترتیب تہذیب کا نتیجہ ہے۔

بس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے کہ انسانی نسل کے لئے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص بالحوائج حکموں کے بعد ہزاروں سال گذر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے اور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور ودود کی غفران و محبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہگار اور عاصی تباہ کار کو سنائے۔ سب کے لئے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے۔ سب کے لئے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزول مہیا کرے اور ان سب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی۔ آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندان آدم کے حوالے کر دیئے گئے۔ ناظرین! میں حضرت مسیح کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیشگوئی کی بابت مَیں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ ان میں سے جو صاحب اس پیشگوئی کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا ظہور مسیح کے حواریوں پر پینتی کست کے دن جسکا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے ہوا تھا۔ اس روز روح القدس حواریوں پر اتری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے۔

مَیں نے جواب دیا کہ پینتی کست کے دن جو کچھ ہوا۔ اُسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے ٹھیک اُسی وقت جبکہ روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے ۲ باب کی ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ درس پڑھو۔ ۱۴ تب پطرس نے ان گیارہوں کے ساتھ کھڑے ہو کے بآواز بلند کی اور ان سے کہا اے یہودی مردو۔ اور یروشلم کے سب رہنے والو۔ یہ جانو۔ اور کان سے میری باتیں سنو۔ ۱۵۔ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو مستے نہیں۔ کیونکہ ابھی پہردن آیا ہے۔ ۱۶۔ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا" پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا کہ پینتی کست کا تعلق یوایل (یوئیل) نبی کی پیشگوئی سے ہے اور مسیح کی پیشگوئی سے نہیں۔ تو اب کسی پادری کا حق نہیں رہا کہ اسے مسیح کی پیشگوئی سے متعلق بتائے یہ دلیل تو بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے۔

یوم النحر کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ شتر اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ شتر حضرت علیؓ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶ (۱) انجیل یوحنا ۱۶ باب کے درس ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح نے نہیں تلائی تھیں۔ آنے والا روح حق وہ باتیں تلائیگا۔ مگر پنتیکست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔
(۲) درس ۱۳ میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پنتیکست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔ (۳) درس ۱۳ میں ہے۔ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پنتیکست کے دن نہ روح القدس اور نہ حواریوں نے کوئی پیشگوئی کی۔ (۴) درس ۱۴ میں ہے کہ وہ روح حق مسیح کی بزرگی کریگا۔ پنتیکست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے اور اس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے۔

اول مسیح علیہ السلام نے ۱۲ درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں کہ میں کہوں۔ پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں بیشمار ہیں۔ یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں مثلاً تفکر فی ذات اللہ۔ تفکر فی صفات اللہ۔ تفکر فی افعال اللہ۔ تفکر فی ایام اللہ۔ تفکر فی الموت وما بعدہ۔ توحید فی العبادۃ۔ توحید فی الاستعانت۔ تنزیہ الحق۔ تقدیس رب۔ صدیقیت۔ محدثیت۔ شہادت۔ فناء عن النفس بقا بالحق' وغیرہ۔ ان کے بعد احوال قبر' احوال حشر' ابواب نجاۃ ہیں۔ ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں' وغیرہ وغیرہ۔ انجیل میں انکی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا ہے یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش۔

دوم مسیح علیہ السلام نے ۱۳ درس میں فرمایا ہے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا؛ اسی کے موافق قرآنمجید میں ہے۔ والذی جاء بالصدق محمدؐ وہ ہے جو ساری سچائی لیکر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ (محمدؐ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت و حکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہوگی۔

مسیح نے اسی درس میں فرمایا ہے؛ وہ اپنی نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ وہ سُنے گا۔ سو کہیگا۔ اللہ پاک نے قرآنمجید میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے۔ ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی۔ محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اُسکے پاس بھیجی گئی۔ اور کامل طاقتوں والے نے اُسے سکھلائی؛

سوم مسیح علیہ السلام نے ۱۴ درس میں کہا ہے' وہ میری بزرگی کریگا۔ چنانچہ تمام قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے' جو کہتے تھے۔ کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرما دیتے تھے۔ کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آج ہر ایک مسلمان مسیحؑ کی بزرگی' اور عظمت کا دل سے قائل ہے۔ اُن پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح پر ۳۳ کروڑ مسلمان' دنیا پر مسیحؑ کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی انکی شہادت

مرتضیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کئے۔ یہ قربانی منیٰ پر کیگئی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۷ نہیں دیتا ہے جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی مسیح کی ولادت فوق العادت اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "یہ میری بزرگی کریگا" کا ظہور اس سے بڑھکر اور کیا متصور ہوسکتا ہے؛

(ج) ۱۳ درس کا ایک فقرہ رہگیا۔ مسیح نے بتلایا کہ وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا؛

جن عیسائی عالموں نے قرآن و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات اُن میں سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں۔ تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے۔ کہ اسکی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب انہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں۔ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اسلئے میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بابت کبھی علیحدہ لکھونگا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اسلئے ضروری ہے کہ درس ۱۳ کی تشریح اور حضرت مسیح کے قول کی تصدیق ہو جائے؛

پہلی پیشگوئی۔ اہل مکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ اُنکی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی۔ کہ یہی لوگ ایکدن اسلام کے خادم مسلمانوں کے بھائی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہوجائینگے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے یہ پیشگوئی کردی تھی۔ ولتعلمن نباہ بعد حین۔ وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد جان لینگے۔ اس پیشگوئی کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی ہوگیا۔ اور سب اہل مکہ مسلمان ہوگئے تھے جن میں خالد بن ولید جیسے بھی تھے جو جنگ اُحد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا۔ اور عمرو بن العاص جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کیلئے شاہ حبش کے پاس گیا تھا اور عثمان بن ابو طلحہ جیسے بھی جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عبادت کیلئے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا وغیرہ وغیرہ؛

دوسری پیشگوئی۔ عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے جھٹلانے پر اتفاق کرلیا تھا۔ بُت پرست، مجوس، صابی، عیسائی، یہودی، ملحد؛ اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے۔ تاہم وہ سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے، اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی۔ کہ ایسے مختلف عادات مختلف خواہشات والے کیونکر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جاوینگے مگر قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کردی تھی سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ ہم اُن کو جلد ہی اپنے نشانات انکے گرد و پیش اور خود انکے اندر بھی ایسے دکھلائینگے۔ کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہوجائے گی۔ کہ اسلام سچا ہے؛ یہ پیشگوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا۔ دیکھا۔ جانا اور اسپر ایمان لایا۔

تیسری پیشگوئی۔ ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کررہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے۔ رومی اہلکتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بُت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے

جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربانگاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ ہوکر نبی

مسلمانوں کو طبعاً فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی۔ تو مکہ کے بُت پرست خوب اُچھلے کُودے۔ اور اپنے لئے بھی فال لینے لگے۔ کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہوجائیں گے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن پاک نے پیشگوئی کی۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین۔ عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہوگئے ہیں۔ مگر وہ چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آجائینگے۔" جہانتک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا۔ جہانتک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جاسکتا تھا۔ پیشگوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی۔ کہ چند سال تک تو وہ بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ اُبی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن کو جھٹلانے کے لئے اشتہار دیا۔ کہ اگر پیشگوئی سچی نکلی تو میں ۱۰۰ شتر دے دونگا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اظہار صداقت دین کے لئے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا۔ جو قرآن مجید نے بتلایا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جسکی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے ۹ تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

چوتھی پیشگوئی۔ نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہوکر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑانے کھجانے کے لئے کہنا شروع کردیا۔ کہ محمدؐ کا خدا روٹھ گیا۔ محمدؐ کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس واقعہ پر خدا کا جو کلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کیلئے اُترا۔ اسمیں ایک پیشگوئی بھی کیگئی ہے۔ اور فرمایا گیا وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آپکا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر و اعلےٰ ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیشگوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سُورتیں ہیں۔ جن میں البقر۔ آل عمران۔ مائدہ۔ انعام بھی ہیں جو بلحاظ احکام و اسرار و افضال و تفضیل اُن سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ جو مکی ہیں جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں۔ آیت کا مقتضے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دمبدم ترقی کرتے رہینگے۔ اور آپکی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہیگا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس پیشگوئی کی مصداق اور مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیشگوئی دشمنوں کے سامنے عین معارضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کرسکتا۔ جبتک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو۔ چونکہ لفظ آخرت اُس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے۔ جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کا ایمان اس پیشگوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و شرف کا پورا ظہور اُس عالم میں جملہ اہل عالم پہ ہوگا۔ اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیشگوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے۔

پانچویں پیشگوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا انتقال ہوگیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے۔ کہ اب محمدؐ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیشگوئی فرمائی۔ انا اعطینٰک الکوثر۔ نیز فرمایا ان شانئک ھو الابتر۔ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے یا جنت میں ملینگے۔ (جن میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز اُمت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے

صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے اور طواف کا اضافہ ادا کیا۔ قربانی اور طواف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۹ جو ان میں سبھوں بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر برکت بھیجتی۔ آپکی صداقت کی شہادت دیتی۔ حضورؐ کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی بڑا عقلمند کوئی ملک، کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اس کے بالمقابل، ان دشمنانِ خدا کا نام ایسا ملیا میٹ ہوا کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیشگوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے۔

چھٹی پیشگوئی۔ مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانمان و بے ساز و سامان تھے تمام ملک دشمن تھا۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائینگے۔ اُس وقت قرآنمجید نے بطور پیشگوئی اعلان کیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ خدا تم میں سے ایمان والوں۔ نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے جو قوم خدا کی برگزیدہ قوم کہلاتی تھی۔ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جسکی بابت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و موسےٰ و داؤد علیہم السلام کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندانِ ابراہیم کو دیگئی ہے۔ (کتاب پیدائش ۲۴ باب، درس) حضرت ابراہیم کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآنمجید نے اس آیت میں بتلایا کہ اب وہ وعدہ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائیگا۔ اس پیشگوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا۔ اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں (جنکی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لیے ایک بین و روشن علامت موجود ہے۔ کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی و حتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

ساتویں پیشگوئی۔ مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے۔ وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا۔ تب معاہد قومیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کیلئے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا۔ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون اچھا تمہیں آیندہ ایک اور زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائیگا۔ اُن سے جنگ ہوگی۔ یا وہ مسلمان ہو جائیں گے (اگر تم اُس وقت مدد دو گے تو یہ قصور معاف ہو جائیگا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب پر اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کیلئے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھی۔ اسلئے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کیساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگجوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں۔ اور جنکی تقصیر خدمت

میں سب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کیا۔ ہزاروں ٹنٹ۔ بینڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ | کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا۔ شامل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہئے۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ واخریٰ لم تقدروا علیہا قد احاط اللہ بہا۔ خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ اُن میں سے یہ تو یہی غنیمت ہے جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اِسکے سوا اور غنیمتیں ہیں۔ جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں۔ مگر خدا نے انپر احاطہ کر لیا ہے"۔ ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیشگوئی بچند وجوہ پوری ہوئی۔ (۱) معترضین مت کو فی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے پالا پڑا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتوحاتِ عظیمہ و مغانم کثیرہ ملے۔ جو محبت سے ملے۔ وہ تحقیق سے مسلمان ہوگئے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو عرب۔ شام۔ ایران۔ خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر۔ افریقہ۔ نوبہ۔ اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کر لے؛

اب بطور نمونہ کتب احادیث کی پیشگوئیوں میں سے بھی ایک پیشگوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرزِ عمل سے سبق سیکھیں۔ کہ ہم کیونکر اناجیل اربعہ کے حوالجات کو تسلیم کرتے ہیں اور خود استعمال کرتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ عیسائی اُن کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ سب کتابیں مسیح سے بہت عرصہ بعد مکمل کیگئی ہیں۔ اور عیسائی علماء کے نزدیک اُن کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عبار[illegible] بہت کچھ خلاف و شک نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے۔

خیر میں اب حدیث پیش کرتا ہوں۔ عن المستورد القرشی انہ قال عند عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس فقال لہ عمرو۔ ابصر ما تقول۔ قال اقول ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لئن قلت ذالک۔ ان فیہم لخصالاً اربعاً۔ انہم لاحلم الناس عند فتنۃ واسرعہم افاقۃ بعد مصیبۃ واوشکہم کرۃ بعد فرۃ وخیرہم لمسکین ویتیم وضعیف وخامسۃ حسنۃ جمیلۃ وامنعہم من ظلم الملوک۔ مستورد قرشی نے عمرو بن العاص المتوفی ۴۳ھ کے روبرو کہا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ قیامت اُسوقت قائم ہوگی۔ جب یہ رومین سب لوگوں سے زیادہ ہونگے عمرو نے کہا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ مستورد نے کہا۔ میں تو وہی کہتا ہوں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ عمرو نے کہا تب تو ٹھیک ہے بیشک ان میں چار خصلتیں ہیں۔ (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بُردبار ہیں۔ (۲) مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہوجاتے ہیں۔ (۳) بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ (۴) مسکین و یتیم و ضعیف کے لئے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ ایک پانچویں صفت اور ہے جو نہایت عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھکر روکتے ہیں؛ واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مُسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رحلت ۲۶۱ھ

بڑہ ۔ بھیڑیں قربانی کی گئیں ۔ف۱

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۸۱ | میں انتقال ہوا ۔ اسلئے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا ۔ کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا علم وحکمت زور وطاقت تمدن وسیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے ۔ اُس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری وبزرگی خاک میں ملجائیگی ۔ اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکومت ہو جائیگی بالکل عقل وفکر سے باہر تھا ۔ اور مسلمانوں کے لئے فال بد بھی تھا ۔ مگر امام مسلم رحمۃ نے اسے اپنی کتاب میں درج کردیا ۔ کیونکہ انکو صحیح طور پر معلوم ہو گیا ۔ کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے ۔ بالآخر صدیوں کے بعد اُس کا ظہور ہورہا ہے ۔ آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا اثر یا ڈپلومیسی سے باہر ہے ۔ اسلئے پیشگوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب یہ پیشگوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۳ درس ۱۶ باب یوحنا میں ہمارے نبی کی جو علامت بتلائی تھی ۔ وہ بھی بالکل پوری ہو گئی اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے ۔ کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح کے ارشاد پر عمل کریں ۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کا اتباع اختیار کریں ۔ جنکی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دیگئی ہے ؂

ف۱ پڑھو یسعیاہ ۔ ۶۰ باب ، ۷ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی ۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے ۔ وے میری منظوری کے واسطے میری مذبح پر چڑھائے جائینگے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا "

ناظرین نبیط (نبیت) وقیدار حضرت اسمٰعیل کے بیٹوں کا نام ہے (دیکھو کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱۳ درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں ۔ اور دیگر اکثر قبائل نبیت (نبیط بنایوت ۔ نبایوث ۔ یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں ۔ اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا ہے کہ عرب کے تمام قبائل اُس وقت قربانی کرینگے ۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتلایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربانگاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اسی جگہ کو قدیم سے قربانگاہ مقبول الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا ۔ واضح ہو کہ شوکت کا گھر ترجمہ لفظ "بیت الحرام" کا ہے ۔ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے ۔ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (ترجمہ) اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے " قبائل عرب کے نام ، منٰے کا پتہ ۔ منی اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر ۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو اس پیشگوئی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں ۔

یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۷ درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں ۔ اب شروع باب کو ملا کر پڑھو ۔ درس ۵ میں مدیان ۔ عیفا وسبا کے نام بھی ہیں اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے ' درس ۵ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے ۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے ۔ کیونکہ سبا نے ہی اسے آباد کیا تھا جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے ۔ علی مرتضےٰ اُس سال یمن کے حاکم ومبلغ تھے ۔ وہ حج کیلئے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے ۔ اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں پیش کیا تھا ۔ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے ۔ کہ ہمارے ہٹیلے عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل

حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے سُننِ ہُدیٰ کا احیاء۔ کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال۔ توحید خالص کا اعلان۔ تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی۔ اس لئے اس حج کا نام حجۃ ابلاغ بھی ہے۔ اور چونکہ اس حج میں آنحضرت نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے۔ اسلئے اسکا نام حجۃ الوداع بھی ہے؛

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان کامیابی ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم عمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

راہ میں بریدہ اسلمیؓ نے علی مرتضیٰؓ کی نسبت کچھ شکایات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علیؓ مرتضیٰ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبہ غدیر درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہؓ کا قصور فہم تھا۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا۔ اور اس خطبہ میں اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا۔ اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ؛ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے؛

اس خطبہ کے بعد عمرؓ فاروق نے علیؓ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی اور بریدہؓ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ کی محبت و متابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے

۱۱ھ ہجری یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔

رحلت سے ۲ ماہ پہلے اس سورۃ کا نزول ہوا تھا۔

جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی اور تو نے	إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ

يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ؕ	لوگوں کو فوج فوج دین الہٰی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اللہ کی تحمید و تسبیح کیجئے۔ وُہی ہے جو رجوع والا ہے"!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اِس سال میں کُوچ کی اطلاع دیگئی ہے۔[۵۱]

آخری رمضان ۱۰ھ سنہ ہجری میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا۔ حالانکہ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔[۵۲] اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ بتول کو اسکی وجہ یہی بتادی تھی۔ کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے![۵۳]

حجتہ الوداع کے مشہور خطبہ میں بھی حضورؐ نے امت سے فرمادیا تھا۔ کہ میں عنقریب دنیا چھوڑ دینے والا ہوں۔[۵۴]

شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں سرور کائنات نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کردی۔ ایک روز حضورؐ اُحد تشریف لیگئے۔ اور شہدائے اُحد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی۔ وہاں سے واپس ہوکر سرِ منبر فرمایا۔ لوگو! مَیں تم سے آگے جانیوالا ہوں۔ اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ مَیں اپنے حوض کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کُنجیاں دیدی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہوجاؤ گے مگر ڈر ہے کہ منافست نہ کرنے لگو۔[۵۵]

پھر گورستانِ بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگانِ بقیع کیلئے دعا فرمائی۔[۵۶] ہر دو جگہ اِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ کا جملہ پڑھا۔ گویا انکو مژدۂ تشریف آوری سنایا۔

پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔

"مرحبا۔ مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دُور فرمائے۔

---

۵۱ طبرانی عن جابرؓ۔ ۵۲ صحیح بخاری عن ابی ہریرہؓ۔ ۵۳ بخاری عن عائشہؓ عن فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ۵۴ صحیحین عن جابرؓ۔ ۵۵ صحیح بخاری عن عقبہ بن عامر کتاب المغازی۔ منافست۔ ایکدوسرے سے بڑھ نکلنے کی کوشش کو کہتے ہیں۔ ۵۶ صحیح بخاری دارمی عن ابی مویہبہؓ مولی آنحضرت صلعم ؛

تم کو رزق دے ۔ تمہاری مدد کرے ۔ تم کو رفعت دے ۔ تمہیں با من وامان رکھے ۔ میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں ۔ اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں ۔ کیونکہ میں نذیر مبین ہوں ۔ دیکھنا ۔ اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے ۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔	یہ آخرۃ کا گھر ہے ہم اُن لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کیلئے ہے ۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ	کیا تکبر کرنیوالوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے [۱] ۔

آخر میں فرمایا ۔ سلام تم سب پر ۔ اور اُن سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہونگے ۔

آغازِ مرض

۲۹ صفر روز دوشنبہ تھا ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس آرہے تھے ۔ راہ ہی میں دردِ سر شروع ہوگیا ۔ پھر تپ شدید لاحق ہوا ۔ ابو سعید خدری رضی کا بیان ہے کہ جو رومال حضورؐ نے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا میں نے اُسے ہاتھ لگایا ۔ سینک آتا تھا ۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی ۔ میں نے تعجب کیا ۔ فرمایا ۔ انبیاء سے بڑھکر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی ۔ اسی لئے اُن کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے [۲] ۔

بیماری میں ۱۱ یوم تک مسجد میں آکر خود نماز پڑھاتے رہے ۔ بیماری کے سب

[۱] زرقانی ج ۸ بحوالہ واحدی بسندہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔

دن ۱۳ یا ۱۴ تھے۔

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔[1]

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔

اے نسل انسانی کے پالنے والے، خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔"

اِن دنوں میں مَیں نے یہ دُعا پڑھی تھی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دُوں۔ آنحضرت نے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَاَلْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔[1]

پانچ یوم قبل از رحلت

چار شنبہ تھا۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مخضب[2] میں بیٹھ کر سات چاہات کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت ہلکی معلوم ہوئی۔ تو نُور افروز مسجد ہوئے۔ (فرمایا) تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔

(فرمایا) اُن یہودیوں، اُن نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء

---

[1] بخاری عن عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ [2] مخضب پتھر کا تغار یا ناند کا ٹب۔

کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا[1]

(فرمایا) میری قبر کو میرے بعد بُت نہ بنا دیجیو۔ کہ اُسکی پرستش ہُوا کرے[2]

(فرمایا) اُس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جنھوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو مَیں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہُوں۔ دیکھو مَیں تبلیغ کرچکا۔ الہی تُو اسکا گواہ رہنا۔ الہی تو اسپر گواہ رہنا[3]

نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا۔ منبر پر یہ حضورؐ کی آخری نشست تھی[4]۔ پھر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"مَیں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہُوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے رازدار رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے واجبات کو پُورا کردیا ہے۔ اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنیوالوں کی قدر کرنا۔ اور لغزش کرنیوالوں سے درگذر کرنا[5]

(فرمایا) ایک بندہ کے سامنے دنیا و ما فیہا کو پیش کیا گیا ہے۔ مگر اُس نے آخرۃ ہی کو اختیار کیا"

اس امر کو ابوبکر صدیق رضؓ ہی سمجھے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ۔ ہماری جانیں۔ ہمارے زر و مال حضورؐ پر نثار ہوں[6]

چار یوم قبل از رحلت

پنجشنبہ کا ذکر ہے۔ کہ شدتِ مرض بڑھ گئی۔ اُسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا۔ "لاؤ تمہیں کچھ لکھ دُوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو" بعض نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شدتِ درد غالب ہے۔ قرآن ہمارے پاس موجود

[1] صحیحین عن عروہ عن عائشہ رضؓ [2] موطا امام مالک عن عطاء بن یسار رضؓ [3]
[4] زرقانی جلد ۸ [5] زرقانی جلد ۸ [6] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ و دارمی و مسلم عن ابی سعید خدریؓ

ہے۔ اور یہ ہم کو کافی ہے۔ اسپر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا۔ سامانِ کتابت لے آؤ۔ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ سب اُٹھ جاؤ" [1]

اِس سے بعد اُسی روز (پنجشنبہ کو) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں۔

(۱) یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے؛

(۲) وفود کی عزت و مہمانی ہمیشہ اُسی طرح کی جاے۔ جیسا کہ معمول نبوی تھا

تیسری وصیت سلیمان الاحول کی روایت میں بیان نہیں ہوئی [2]۔ مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق وصیت [3] فرمائی تھی۔

پنجشنبہ مغرب اِس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سورہ والمرسلات کی تلاوت فرمائی [3]۔ اس سورۃ کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکارا کرتی ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی قرآن پاک کے بعد اور کسی کلام پہ ایمان لاؤ گے؟

پنجشنبہ عشاء نماز عشاء کے لئے حضورؐ نے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا پھر

---

[1] صحیح بخاری میں اصل حدیث یہ ہے۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ۔ عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال یوم حُضِرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھَلُمُّوا اکتُبْ لکُم کتابًا لاتضلّوا بعدہٗ۔ فقال بعضھُم اِنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غَلَبَہُ الوجعُ وعندکُمُ القرآن حَسْبُنا کتابُ اللہ فاختلفَ اَھلُ البیتِ واختصمُوا فمنھُم مَنْ یقولُ قرّبوا یکتُبْ لکم کتابًا لاتضلّوا بعدہٗ ومنھُم من یقُولُ غیرَ ذٰلِکَ فلمّا اکثرُوا اللغوَ والاختلافَ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُومُوا۔ فقط۔

[2] صحیح بخاری سلیمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

[3] صحیح بخاری عن ام الفضل والدۃ ابن عباس رضؓ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دفعہ جب وضو کے لئے بیٹھے، بیہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائے[1]
اس حکم سے ابوبکر صدیقؓ نے حیات پاک نبویؐ میں سترہ نمازوں میں امامت فرمائی۔[2]

دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ یا یکشنبہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر صدیق کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباس و حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیقؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیقؓ کے برابر بیٹھکر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیقؓ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔[3]

ایک یوم قبل از رحلت

یکشنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس[4] بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات دینار موجود تھے۔ وہ غرباء کو تقسیم کر دیئے۔ اُس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہؓ نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریتہً منگوایا تھا۔[5] سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ زرہ نبویؐ ایک یہودی کے پاس (۳۰) صاع جَو میں رہن تھی۔[6]

[1] صحیحین۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ صحیح بخاری کی روایت عن ابی موسیٰ میں ہے کہ اس حکم کو حضورؐ نے تین بار دُہرایا۔ [2]

[3] صحیحین عن عبید اللہ بن عبد اللہ۔ [4]

[5] بخاری عن عمرو بن الحارث برادر ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا۔ [6] بخاری عن سعید عن عائشہ صدیقہ

آخری دن

دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اٹھایا۔ جو عائشہ صدیقہ اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رُخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس وقت وجہِ مبارک ورقِ قرآن معلوم ہوتا تھا۔[1]

صحابہؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رُخِ پُر نور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہُوا۔ پھر حضورؐ نے پردہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی ہے[2]

اس کے بعد حضورؐ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا؛

..... دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول علیہا السلام کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سے روایت ہے۔ کہ پہلی بات حضورؐ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہلبیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہونچو گی۔ (یعنی انتقال ہوگا) [3]

---

[1] صحیحین عن انس رضی اللہ۔ چہرۂ اقدس کو ورقِ قرآن سے تشبیہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ یہ ایک عجب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورقِ قرآن پر طلائی کام ہوتا ہے۔ حضورؐ کے چہرۂ تاباں پر زردیٔ مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہذا تابانی اور رنگ مرض میں طلا سے اور تقدس میں قرآن پاک تشبیہ دی گئی ہے ۔ [2] بخاری و مسلم ۔ [3] صحیح بخاری عن عروہ عن عائشہ رض ۔

...... اسی روز حضورؐ نے فاطمہؓ زہرا کو سیدہ نساء العالمین ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی [1]

...... سیدۃ النساء نے حضورؐ کی حالت کو دیکھکر کہا۔ آہ کتنا کرب ہے۔ فرمایا کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا [2]

...... پھر حسن و حسین علیہما السلام کو بلایا۔ دونوں کو چوما۔ اور اُنکے احترام کی وصیت فرمائی [3]

...... پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور اُن کو نصیحتیں فرمائیں [4]

...... پھر علیؓ مرتضےٰ کو بلایا۔ اُنھوں نے سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُن کو بھی نصیحت فرمائی۔ اُس وقت تف مبارک سیدنا علیؓ کے چہرہ پاک پر پڑ رہا تھا [5]

...... اسی موقعہ پر فرمایا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضورؐ کئی بار دُہراتے رہے [6]

حالت نزع رواں

اب نزع کی حالت طاری ہوئی اُس وقت سرورِ کائنات کو عائشہؓ صدیقہ سہارا دیئے ہوئے پسِ پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے [7] چہرہ مبارک کبھی سُرخ ہوتا کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے

[1] بخاری عن عائشہ صدیقہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے
[2] بخاری عن انس باب مرض النبی صلعم [3] مدارج النبوۃ۔ [4]
[5] زرقانی بحوالہ ابن سعد وفی سندہ الواقدی وحرام بن عثمان متروکان [6] بخاری عن انسؓ وخصائص الکبریٰ ج ۲

[7] صحیح بخاری عن ذکوان یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں موت میں سختی ہوا ہی کرتی ہے ::

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ

اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آگئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضورؐ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا:۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى

اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی [1]

۱۳۔ ربیع الاول ۱۱ سنہ ہجری یوم دوشنبہ [2] وقتِ چاشت [3] تھا۔ کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْن

سیدہ زہرا علیہا السلام نے اس حادثہ پر کہا۔

يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبَّاهُ - يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ - يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ

"پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوس میں نزول فرمایا
آہ جبریلؑ کو خبرِ انتقال کون پہنچا سکتا ہے۔"

(پھر فرمایا) الٰہی روح فاطمہؓ کو روح محمدؐ کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدار رسولؐ صلعم سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ۔ اور بروزِ محشر شفاعت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم سے محروم نہ فرما۔

عائشہ طیبہؓ نے اس ہائلہ پر کہا۔

[1] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ۔ [2] صحیح بخاری [3] صحرة النهار تاریخ ابوالفداء۔ بعض روایات میں ہے۔ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے۔ وہی وقت جب مدینہ (قبا) پہونچے تھے۔

دریغ! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو تونگری پر اختیار فرمایا۔
حیف! وہ دین پرور، جو امتِ عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا
جس نے! ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا
جس نے! منہیات کو ذرہ بھی نگاہِ التفات سے نہ دیکھا۔
جس نے! بر و احسان کے دروازے اربابِ فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کئے!
جس کے! ضمیرِ منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔
حیف! وہ جس کے! موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
جس کی! پیشانی نورانی کو زخمی کیا گیا۔

آج ... ... دنیا سے رخصت ہوا[۱]

... ... خبرِ وفات سے صحابہ سراسیمہ و حیران دیوانہ و سرگرداں تھے۔ کوئی جنگل کو نکل بھاگا۔ کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔
... ... عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے ارتحال فرمایا۔
... ... ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے۔ جسم اطہر دیکھا۔ مُنہ سے مُنہ لگایا۔ پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے۔ پھر زبان سے کہا۔
"میرے پدر و مادر حضورؐ پر نثار۔ واللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کریگا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی"[۲]
پھر مسجد میں آئے۔ وفات پُر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا:۔

[۱] مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق حقی دہلوی۔ [۲] صحیح بخاری عن عبد اللہ بن عباسؓ باب مرض النبیؐ۔

اما بعد۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ قال اللّٰه وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَإِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ۔

واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد صلعم کی عبادت کرتا تھا۔ تو وہ تو رحلت کر گئے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بیشک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے۔ اُسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے محمدؐ تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مرگیا یا شہید ہوا تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں جو کوئی ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔ اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزار دل کو اچھا بدلہ دینے والا ہے ؎

غسل و تکفین

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے ہوئے علی مرتضےٰؓ یہ کہہ رہے تھے۔

بِأَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَقَدْ اِنْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَالْاَخْبَارِ السَّمَاءِ۔ خَصَصْتَ حتى صرت مُسَلِّيًا عَمَّنْ سواك وَعَمَمْتَ حتى صار الناس فِيْكَ سَوَاءً۔ وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ ولكان الداء مماطلا۔ والكمد محالفا۔

میرے مادر و پدر آپ پر قربان آپکی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپکی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا۔ اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اسمیں یکساں ہیں۔ اگر آپنے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد لاعلاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا۔ اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت

؎ صحیح بخاری عن ابو سلمہ عن عائشہ رضؓ

وَقَلَاوْلَكَ ۔ ولکنہ ما نملك تردۃ ولا یستطیع دفعہ ۔ بابی انت و امی اذکرنا عند ربك واجعلنا من بالك[1]

کے مقابلہ میں کم ہوتی ۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانیوالا ہی نہیں ۔ میرے والدین حضورؐ پر نثار ۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا ۔ اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا[2]۔

نمازِ جنازہ

لاش مبارک اسی جگہ رکھی رہی ۔ جہاں انتقال ہوا تھا ۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے پھر مہاجرین پھر انصار نے مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی ۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا ۔ حجرۂ مبارک تنگ تھا ۔ اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تب اور دس اندر جاتے ۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا ۔ اس لئے تدفین[3] مبارک شب چہارشنبہ کو یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی[4] ۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی ۔

---

[1] نہج البلاغۃ ص۲۵ چاپ دارالسلطنت تبریز ۱۲۶۷ھ ۔ [2] شرح مسلم للنووی وکتاب الام للامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۔ [3] ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کی ادائیگی کی یہ تجویز ابو بکر صدیقؓ نے بتلائی تھی ۔ اور علی مرتضےٰ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا ۔

[4] الکافی لشیخ یعقوب کلینی ۔ ملا باقر حیات القلوب جلد دوم باب ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں :- شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ ست کہ دہ دہ نفر داخل مے شدند ۔ وچنیں بر آنحضرت نماز میکردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ ۔ تا صبح در روز سہ شنبہ تا شام ۔ تا آنکہ خرد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند ص۶۶۴ چاپ لکھنؤ ۔ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے ۔ میں نے اس لئے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چہارشنبہ لکھا ہے ۔ اور ملا باقر صاحب نے اسی کو تا شام سہ شنبہ تحریر فرمایا ہے ۔ صحت تعین وقت کے لئے گھنٹوں کا شمار کیا گیا ۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ اللّٰهم ربنا لبيك وسعديك صلوٰة الله البر الرحيم والملائكة المقربين والنبيين والصديقين والصالحين وما سبّح لك من شيءٍ يا رب العالمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين و سيد المرسلين وامام المتقين و رسول رب العالمين الشاهد المبشر الداعي باذنك السراج المنير وبارك عليه وسلم[1]

خلقِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ اُن سے مختصر طور پر اُن مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت اور اُس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو۔ جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو۔ جہاں کے باشندے وحشت اور غارتگری میں درندوں کے مشابہ جہالت اور لایعقلی میں انعام سے بدتر ہوں۔ ایک ایسے دعوے کا پیش کرنا۔ جو تمام ملک کے نزدیک عجیب۔ اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو۔ کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اُس دعوٰی کا ایسی حالت میں سر سبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اُس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے جان سے زر سے مال سے سالہاسال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔

گذشتہ واقعات کے ضمن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن، صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسی ریت میں کندن۔ اور ان واقعات ہی

[1] زرقانی جلد ۸ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ ازہریہ مصریہ ۱۳۲۸ھ۔

سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی وبیچارگی اور قوت وسطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی وغربت کے ساتھ زندگی پوری کرنیوالا صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کرلیا ہو۔ اور اُسے علائق دنیوی سے پاک کردیا ہو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کیلئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس باب کی تحت میں مَیں مختصر طور پر آنحضرتؐ کے اخلاق کا جو عَلّمنی ربّی فاحسن تادیبی کا مصداق ہیں ذکر کرونگا۔

خُلق محمدی ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات واخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لئے مشبہ بہ بن گیا ہے۔

مَیں اِس جگہ کمالاتِ نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کرونگا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جنکو کوئی سعادتمند انسان اپنے لئے نمونہ بنا سکتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ تمہارے لئے رسول اللہؐ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور بعثت نبوت کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی:

عرب کے فنون فضیلت

تیر افگنی۔ شہسواری۔ نیزہ بازی۔ سجع گوئی۔ قصیدہ خوانی۔ نسب دانی اُس زمانے کے ایسے فنون تھے جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصولِ شہرت اور عزت کیلئے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جنکے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کرسکتا تھا نبی صلعم نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا۔ اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:۔

آنحضرتؐ خندہ رو۔ ملنسار۔ اکثر خاموش رہنے والے۔ بکثرت ذکر خدا کرنیوالے لغویات

سے دُور۔ بیہودہ پن سے نفور۔ بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرت کے نزدیک برابر ہوتا تھا مساکین سے محبت فرمایا کرتے۔ غربا میں رہکر خوش ہوتے کسی فقیر کو اسکی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے۔ اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے۔ جبتک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہؓ سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے؛ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے[۵۱]۔ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے؛[۵۲]

حجۃ الاسلام غزالیؒ لکھتے ہیں:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مویشی کو چارا خود ڈال دیتے۔ اونٹ کو باندھتے۔ گھر میں صفائی کر لیتے۔ بکری دودھ لیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ خادم کو اُسکے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جاکر خرید لیتے۔ خود اُسے اُٹھا لاتے۔ ہر ادنیٰ و اعلےٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر چلا کرتے۔ غلام و آقا۔ حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھدیا جاتا اُسے برغبت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کیلئے اور صبح کے کھانے میں سے شام کیلئے اٹھا نہ رکھتے نیکخو۔ کریم الطبع۔ کشادہ رو تھے۔ مگر ہنستے نہ تھے؛

اندوہگین تھے۔ مگر ترشرو نہ تھے۔

متواضع جس میں دنائت نہ تھی۔

باہیبت جس میں درشتی نہ تھی۔

[۵۱] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈو صفحہ ۴۲۔ [۵۲] شفاء عیاض صفحہ ۳۱۲؛

سخی تھے مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے[۱]

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:۔

جو کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکبارگی آجاتا وہ ہیبت زدہ ہوجاتا۔ اور جو کوئی پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا[۲]

کُنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی۔ اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف (ہُونھ) تک نہ کہا۔ زبان مبارک سے کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسروں کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچا۔ کُنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے[۳]

صحیح بخاری میں ہے:۔

آنحضرتؐ مطیع کو بشارت پہنچاتے۔ عاصی کو ڈرساتے۔ بیخبروں کی پناہ تھے۔ خدا کے بندہ و رسولؐ۔ جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے۔ گنہگار کو بخشدیتے۔ اُن کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کردینا ہے۔ اُنکی تعلیم اندھوں کو آنکھیں۔ بہرہ کو کان دیتی غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف۔ سکینہ ان کا لباس۔ نکوئی انکا شعار۔ تقوٰی ان کا ضمیر حکمت ان کا کلام۔ عدل ان کی سیرت ہے۔ اُنکی شریعت سراپا راستی۔ اُنکا ملت اسلام

---

[۱] کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۲ء

[۲] یہ فقرہ سیدنا علی مرتضےٰ کے کلام کا ترجمہ ہے' فرماتے ہیں۔ من راٰہ بدیھۃً ھابہ و من خالطہ معرفۃً احبہ۔ [۳] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۵؎

ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے۔ گمناموں کو رفعت بخشنے والے۔ مجہولوں کو نامور کر دینے والے۔ قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں[1]

سکوت اور کلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔

آنحضرت نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد ذرا نہ تھی گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت کا یہ وصف ایسا مسلم تھا۔ کہ مخالف بھی اسکی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے؛ سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا۔ جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔[2]

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اس باب کے مندرجہ ذیل درس ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی۔ راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا۔ ۲۔ وہ نہ چلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کریگا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا ۳۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائیگا۔ وہ عدالت کو جاری کرائیگا۔ کہ دائم رہے۔ ۴۔ اسکا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا۔ جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں۔ ۵۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا اور اُن لوگوں کو جو اُس پر ہیں سانس دیتا اور انکو جو اس پر چلتے ہیں روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کیلئے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا۔ اور تیری حفاظت کرونگا۔ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کیلئے تجھے دونگا ۷۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے اور انکو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا دے"۔ تمام باب ملاحظہ طلب ہے پادری ان الفاظ کو مسیح کیلئے کہتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ تو اُسکے حق میں ہیں۔ جسے خدا کہتا ہے "میرا بندہ" اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح خدا کا بندہ تھا۔ معہذا درس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے اور قیدار کا نام موجود ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے۔ جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے۔ وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس ۱۳ میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعب رضہ احبار اس مقام کو خاص آنحضرت کے لئے ہی بتلایا کرتے تھے۔

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۷؛

ہنسنا رونا | نبی صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کھل کھلا کر ہنسا نہ کرتے تھے تبسم ہی آپکا ہنسنا تھا

نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرتؐ رو پڑا کرتے۔

کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے ہیں گذر گئے تھے۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:۔

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا علیک یا ابراھیم لمحزونون۔	آنکھوں میں نم ہے دل میں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔

ایکدفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینب) کو گود میں اٹھایا۔ اسوقت حضورؐ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ کیا۔ فرمایا یہ وہ رحمدلی ہے۔ جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کریگا جو رحمدل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زید) کتاب الایمان والنذور

ایکدفعہ ابن مسعودؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔	تب کیسی ہوگی۔ جب ہر ایک امت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کریگا اور آپکو ہم سب امتوں پر شہادت کے لئے کھڑا کرینگے۔

فرمایا بس ٹھیرو۔ ابن مسعودؓ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

غذا کے متعلق ہدایت | رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے[1] کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے[2]

---

[1] زاد المعاد جلد ۲۔ صفحہ ۷ [2] زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۷۸۔ بحوالہ نعیم۔

تقلیلِ غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کیلئے، ایک تہائی پانی کیلئے، ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔[1]

پھلوں، ترکاریوں کا استعمال اُنکی مُصلح چیزوں کیساتھ فرمایا کرتے۔[2]

مرض و مریض متعدی امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو اُس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے۔[3]

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے[4] اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔[5]

طبیب نادان نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اُسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔[6]

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نہی فرماتے۔ ارشاد فرماتے۔ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی۔[7]

عیادت بیماراں صحابہؓ سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اُس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ لاباس طہور (یا کفارہ) انشاءاللہ فرمایا کرتے۔ مریض کو پوچھ لیتے۔ کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شے اس کے مضر نہ ہوتی تو اُسکا انتظام کر دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اُس کی عیادت کو بھی تشریف لیگئے۔[8]

علاج حالت مرض میں دوا کا استعمال فرمایا اور لوگوں کو علاج کرنے کا ارشاد فرماتے۔

---

[1] زاد۔ جلد ۲ صـ۲ [2] زاد جلد ۲ صـ۳۵
[3] زاد المعاد جلد ۲ صـ۵۰ بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہ و صحیحین عن حدیث ابی ہریرہ۔ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث " اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابی ہریرہ کی حدیث لا عدوی ولا طیرہ صحیح میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رض کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ۔
[4] زاد جلد ۲ صـ۴۶ [5] زاد جلد ۲ صـ۳۵ [6] زاد جلد ۲ صـ۴۷۔
[7] زاد جلد ۲ صـ۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعود [8] زاد جلد ۱ صفحہ ۱۴۳۔

يا عباد الله تداووا۔ فان الله عز وجل لم يضع داء الا وضع له شفاء غير داء واحد قالوا ما هو۔ قال الهرم۔

اے بندگانِ خدا دوا کیا کیا کرو کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا کھوسٹ بڑھاپا۔

خطبہ خوانی زمین یا منبر پہ کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے جسکا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

کان یخطب فی کل وقت بما تقتضیه حاجة المخاطبین و مصلحتهم۔

(زاد۔ جلد ۱۔ صفحہ ۴۹)

خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں جنکی مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔

ایسے خطبے جمعہ کے دن ہی موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقعہ ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے!

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا۔ کبھی کمان۔ انپر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اسپر ٹیک لگایا کرتے۔

علامہ ابن القیم کہتے ہیں۔ "جاہلوں کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تلوار لیکر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے" علامہ کہتے ہیں جہال کا یہ قول غلط ہے (۱) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں (۲) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا۔ اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف یہ بھی بتلاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے[۲]۔

صدقہ و ہدیہ صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے۔ البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے انہیں قبول فرما لیتے۔ اُن کے لئے خود بھی تحفے ارسال فرماتے۔ مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے۔

---

[۱] زاد جلد ۲ صٓ بحوالہ مسند امام احمد رح (المتوفی ۲۴۱ھ) [۲] زاد جلد ۱ صٓ ۴۹

مقوقس ہی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضورؐ نے سواری فرمائی۔ اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرتؐ کی سواری میں تھا، لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ اور ارشاد کیا کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے[1]

جو قیمتی تحائف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے۔ اکثر اوقات اُنہیں آنحضرتؐ اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیا کرتے؛

اپنی تعریف اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی، پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد کرتے؛

لا تخیروا بین الانبیاء (بخاری عن ابو سعید خدری) نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو"

ایک بیاہ میں تشریف لیگئے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے، جو کل (فردا) کی بات آج بتا دیتا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو[2] جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ

اظہارِ حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح سیدنا ابراہیم فرزند رسول (صلعم) کا انتقال ہو گیا۔ اُس روز سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ سورج۔ چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے[3]؛

مصلحت عامہ کا لحاظ جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی۔ تو انہوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی۔ پھر کرسی اتنی اُونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہ طیبہؓ سے فرمایا کہ۔

---

[1] زاد جلد ۲ صفحہ ۱۹ [2] صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ [3] بخاری عن مغیرہ بن شعبہ؛

قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا۔ ایک آنے کا ایک جانے کا۔"	لولا ان قومك حديث عهدهم بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس و باب يخرجون منه[1]

(۲) جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں (بیخبر لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا۔

بشریت و رسالت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان احکام کو جو شان رسالت سے ظاہر ہوتے اُن افعال و اقوال سے جو بطور بشریت صادر ہوتے۔ ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے۔

(۱) ایکدفعہ فرمایا میں بشر ہوں۔ میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں بعض شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنیوالا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اُسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہُوں پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اُس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑہ ہے اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے[2]

(۲) بریرہ لونڈی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مغیث اُسکے شوہر کی سفارش کی جس سے وہ بوجہ آزادی (حُریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ کیا آپ حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[3]

اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے آنحضرت نے فرمایا۔ اسکی کیا ضرورت ہے اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا نتیجہ یہ ہُوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی۔ فرمایا۔ دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے

---

[1] بخاری عن ابن زبیر عن عائشہ۔ امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے۔ باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس یہ باب کتاب العلم میں ہے۔
[2] بخاری عن ام سلمہؓ کتاب المظالم [3] بخاری عن ابن عباس کتاب الطلاق

ہو جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اُس کی پیروی کیا کرو؛

بچوں پر شفقت بچوں کے قریب سے گذر فرماتے تو انکو خود السلام علیکم کہا کرتے۔[۵۱] اُنکے سر پر ہاتھ رکھتے۔ انہیں گود میں اُٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدیقؓ اپنے بوڑھے ضعیف۔ فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کیلئے لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس چلا چلتا؛

ارباب فضل کی قدر و منزلت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہوگئے تھے یہودیان بنی قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کرکے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک پہنچے۔ تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے جو قبیلہ اوس کے تھے فرمایا۔ قوموا الی سید کم (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ اُن کو آگے بڑھکر لے آئے؛

(۲) حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کرکے لاتے تو ان کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھدیا جاتا جسپر چڑھکر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے؛

خادم کے لئے دعا انس بن مالک نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرت کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا۔ کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز اُن کے حق میں دعا فرمائی۔ اللّٰھم اکثر مالہٗ وولدہٗ وبارك لہٗ مااعطیتہٗ۔ الٰہی اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے۔ اسمیں برکت بھی دے؛[۵۲]

ادب و تواضع (۱) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے (۲) جو کوئی ملجاتا اُسے سلام پہلے خود کر دیتے۔ (۳) مصافحہ کیلئے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔ (۴) صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریق ہے)۔ (۵) کسی کی بات کبھی قطع نفرماتے (۶) اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آبیٹھتا تو نماز کو مختصر کردیتے اور اسکی ضرورت پوری کردینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔ (۷) اکثر متبسم رہتے۔[۵۳] (۸) آنحضرت صلے اللہ

---

[۵۱] بخاری عن انسؓ کتاب الاستیذان؛ [۵۲] عن انس بخاری کتاب الدعوات؛ [۵۳] ماخوذ از شفا صفحہ ۵۴

علیہ وسلم کی ایک ناقہ کا نام عضبا تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا، اور عضبا سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گذرا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئا من الدنیا الا وضعہ [۱]

دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اٹھاتا ہے تو اُسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔

(۹) ایک شخص آیا۔ اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریۃ (بہترین خلق) کہکر بُلایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے [۲]

(۱۰) ایک شخص حاضر ہُوا۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھون علیک۔ فانی لست بملک۔ انما انا ابن امراۃ من قریش۔ تاکل القدید [۴]

کچھ پرواہ نہ کرو۔ مَیں بادشاہ نہیں ہوں۔ مَیں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

شفقت و رافت عائشہ صدیقہ رضی کہتی ہیں کوئی شخص بھی اچھے خُلق میں آنحضرۃ جیسا نہ تھا خواہ کوئی صحابی بُلاتا۔ یا گھر کا کوئی شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے [۵]۔

(۲) عبادت نافلہ چھپکر ادا فرمایا کرتے تاکہ اُمت پر اسقدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔

(۳) جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے [۳]۔

(۴) اللہ پاک کیساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو مَیں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اُسکے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔

(۵) فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں [۶]۔

[۱] و [۲] صحیح بخاری [۳] صحیح بخاری۔ [۴] خزابحنک گوشت کھایا کرتے تھے۔ [۵] شفاء ص ۵۳ [۶] صحیح بخاری عن عائشہ رض۔

(۶) وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے۔ تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں[1]۔

(۷) ایکبار سورج گرہن ہوا نماز کسوف میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے

رب الم تعدنی ان لا تعذبھم	اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو بہر دو صورت
وانا فیہم وھم یستغفرون	عذاب نہ دیا جائیگا (۱) جبتک میں انکے درمیان موجود ہوں (۲)
ونحن نستغفرک[2]	جبتک یہ استغفار کرتے رہیں اب ایسا ہی میں موجود ہوں اور
لکل نبی دعوۃ یدعو بہا	سب استغفار بھی کررہے ہیں۔ ہر ایک نبی کیلئے ایک ایک دعا تھی
فاستجیب لہا فجعلت	وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی میں نے اپنی دعا کو اپنی
دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ[3]	امت کی شفاعت روز قیامت کیلئے محفوظ رکھا ہے"۔

عدل و رحم اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے۔

(۱) فاطمہ نام ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہؓ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حدود الہی میں سفارش کرتے ہو سنو، اگر فاطمہ بنت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا[4]۔

(۲) سواد بن عمر کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت کے سامنے درس کا رنگین کپڑا پہنکر گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حظ حظ فرمایا اور چھڑی سے انکے شکم میں چونکا بھی دیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تو قصاص لونگا۔ آنحضرت نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کرکے میرے سامنے کر دیا[5]۔

رحم بر اعدا (۱) مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہانتک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کردیں۔ ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن غالب تھا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا۔ محمد۔ آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک باقرابت داران) کی تعلیم

[1] بخاری عن ابن مسعود [2] زاد جلد ۱ صفحہ ۹۴ [3] عن انس بخاری کتاب الدعوات [4] صحیح بخاری عن عائشہؓ کتاب الحدود۔ [5] شفاء قاضی عیاض صفحہ ۳۱۱۔

دیا کرتے ہیں۔ دیکھئے آپکی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی۔ اور خوب ہی بارش ہوئی[1]؛

(۲) ثمامہ بن ثلال رضؓ نے نجد سے مکہ کو جانیوالا غلّہ بند کردیا۔ اسلئے کہ اہل مکہ آنحضرتؐ کے دشمن ہیں۔ آنحضرتؐ نے آسے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

(۳) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کیساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ ستر اسّی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے آترے۔ تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کردیں یہ سب گرفتار ہوگئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرمادیا۔

جود و کرم سائل کو کبھی ردّ نہ فرماتے۔ زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا۔ تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

(۲) ایک نے آکر سوال کیا فرمایا۔ میرے پاس تو اسوقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لیلو۔ مَیں پھر اُسے اُتار دونگا۔ عمر فاروقؓ نے کہا کہ خدا نے آپکو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھکر کام کریں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم چپ سے کرگئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہدیا۔ یارسولؐ اللہ خوب دیجئے، رب العرش مالک ہے۔ تنگدستی کا کیا ڈر ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہوگئے؛ فرمایا۔ ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے[2]؛

(۳) ایکبار ایک سائل کو آدھا وسق غلّہ قرض لیکر دلایا۔ قرضخواہ تقاضا کیلئے آیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ایک وسق غلہ دیدو۔ آدھا تو قرض کا ہے۔ آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے[3]؛

(۴) فرمایا کرتے۔ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور مال باقی نہ چھوڑے۔ تو ہم اُسے ادا کرینگے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق وارثوں کا ہے[4]۔

---

[1] بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون۔ [2] شفاء صفحہ ۵۰ بحوالہ شمائل ترمذی۔
[3] عن ابی ہریرہ شفاء صفحہ ۵۱؛ [4] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری کتاب الفرائض؛

شرم و حیا | ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں حیا تھی[۱] جب کوئی ایسی بات حضورؐ کے سامنے کیجاتی جس سے حضورؐ کو کراہت ہوتی۔ تو چہرۂ مبارک سے فوراً معلوم ہوجاتا تھا:

(۲) عائشہ طیبہ کا بیان ہے اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی۔ تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اُس حرکت و فعل کی نہی فرما دیتے[۲]۔

(۳) عادات و معاملات میں اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لیتے۔ مگر دوسرے شخص کو ازراہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے!

(۴) جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا، تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔

(۵) عائشہ طیبہؓ کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا۔

صبر و حلم | (۱) زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپکے شانہ سے اتار لی جسم کے کپڑے پکڑ لئے اور ڈرانے لگا۔ کہ عبد المطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں عمر فاروقؓ نے اُسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ فرمایا۔ عمرؓ۔ تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اسکے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے۔ مجھے حُسن ادائیگی کے لئے کہتے اور اسے حُسن تقاضا سکھلاتے۔ پھر زید کی جانب حضورؐ مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔ پھر عمرؓ سے فرمایا۔ اسکا قرض ادا کردو بیس صاع زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا[۶]۔

(۲) ایک اعرابی آیا اُس نے زور سے آنحضرۃؐ کی چادر کو جو موٹے کنارہ کی تھی جھٹکا دیا وہ کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا اعرابی نے اپنی زبان سے یہ کہا۔ محمدؐ۔ یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے۔ جو نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ اسمیں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ"

[۱] صحیح بخاری عن ابی سعید [۲] شفا صفحہ ۵ رواہ ابوداؤد [۳] ترمذی فی الشمائل و شفاء صفحہ ۵۲ [۴] شفاء عیاض صفحہ ۲ [۶] رواہ البیہقی [illegible]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا۔ ال بیشک خدا کا ہے اور میں اسکا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جَو اور ایک بار شتر کھجوریں اُسے دیجا دیں[1]۔

(۱) طائف پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کیلئے تشریف لیگئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضورؐ پر کیچڑ پھینکا۔ آوازے لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضورؐ لہو سے تر بتر اور بیہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ مَیں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ انکی اولاد مسلمان ہو جائیگی۔

عفو و رحم (۱) عائشہ طیبہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا[2]۔

(۲) جنگ اُحد میں کافروں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے، سر پھوڑا۔ حضورؐ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ انپر بد دعا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا۔ خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کیلئے بھیجا ہے۔ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔ ایخدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں[3]۔

(۳) ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کردی۔ غورث بن الحارث آیا۔ تلوار نکال کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا۔ بولا۔ اب تمکو کون بچائیگا۔ فرمایا۔ اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرتؐ نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا۔ جاؤ۔ مَیں بدلہ نہیں لیا کرتا[4]۔

(۴) ہبار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینبؓ کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا اور بالآخر یہی صدمہ انکی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی اور اُسے معاف فرمایا[5]۔

(۵) فرمایا۔ زمانہ جاہلیت سے لیکر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ جدل چلا آتا ہے

عفو و رحمت اور دعوت حق

[1] صحیح عن انس وشفاء صفحہ ۱ [2] صحیح بخاری۔ [3] شفاء عیاض صفحہ ۴ [4] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع وشفاء [5] شفاء ...

میں سب کو معدوم کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں[۱]۔

صدق و امانت | جانی دشمن بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت کا خطاب پڑ گیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کیلئے آنحضرۃ صلعم کے پاس لایا کرتے تھے[۲]۔

(۲) ایک روز ابوجہل نے کہا۔ محمدؐ، میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھیرتا[۳]۔

(۳) شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا اور حضورؐ نے پیارے بھائی علیؓ کو اسلئے پیچھے چھوڑا کہ انکی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت وعصمت | آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچا لیا ۱۰ برس سے کم عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جسکے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا کہا اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں۔ میں بھی کہانیاں کہوں، سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا پہلے ہی گھر پہنچا تھا۔ کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا۔ میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایکدفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی۔ اور وقت گذر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا[۴]۔

عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ دستر خوان پر گوشت بھی آیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لا اکل مما تذبحون علی انصابکم و لا اکل الا ما ذکر اسم اللہ علیہ۔ میں وہ گوشت نہیں کھاتا۔

---

[۱] خطبہ نبوی بروز فتح مکہ بخاری [۲] شفاء صفحہ ۵۹ [۳] شفاء صفحہ ۵۹۔ [۴] شفاء صفحہ ۶۰

یا بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو۔ میں تو صرف وُہی گوشت کھایا کرتا ہوں۔ جسپر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو[۱]۔

زہد (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی۔ یارب اجوع یوما و اشبع یوما۔ فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک۔ الٰہی ایک دن بھوکا رہوں۔ ایکدن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں اور کھاکر تیری حمد و ثنا کیا کروں[۲]۔

(۲) صدیقہ رض کہتی ہیں۔ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضرتؐ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا[۳]۔

(۳) حضرت عائشہ رض کہتی ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی[۴]۔

(۴) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو اُس وقت آنحضرتؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی[۵]۔

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اِس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رض نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا[۶]۔

(۶) دعا فرمایا کرتے۔ الٰہی آلِ محمدؐ کو صرف اتنا دے۔ جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں لاچاری کچھ نہ تھی۔ اور اس زہد سے مقصود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ تھا۔ کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایکبار نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اسکی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بُو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ یہانتک کھینچ نہیں

---

[۱] عن عبداللہ۔ بخاری کتاب الصید والذبائح۔ [۲] سفاء صدا ۔ [۳] بخاری عن عائشہ رض۔ [۴] بخاری عن عائشہ رض کتاب الاطعمہ۔ [۵] بخاری عن عائشہ رض۔ [۶] عن عائشہ رض بخاری۔

کرنی چاہیئے۔[۱]

صنفِ ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور اُن کی آسائش کا خیال۔ اُمّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں۔ وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہُوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھکر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں،

یجلس عند بعیرہ۔ فیضع رکبتہ فتضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب۔[۲]

(۲) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رض دوڑے دوڑے رسول اللہؐ کیطرف متوجہ ہوئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیک بالمراۃ" "تم پہلے عورت کی خبر لو"[۳]

(۳) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان جو اونٹو کی مُہار پکڑے جاتا تھا۔ حُدی خوانی کرنے لگا۔ حُدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ، کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔[۴] اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعفِ خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیرانِ جنگ کی خبرگیری اسیرانِ جنگ کی خبرگیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگِ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چندروز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے اُن میں سے ایک کا بیان ہے۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل و عیال

---

[۱] یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ [۲] عن انس صحیح بخاری باب ہل یسافر بالجاریہ۔ [۳] عن انس صحیح بخاری۔ باب استقبال الغزاۃ۔ [۴] صحیح مسلم۔

سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے۔ اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے؛

جب قیدی اسیر ہوکر آتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے[۱]۔

مردانہ ورزشیں

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔ رکانہ عرب کا مشہور شہزور پہلوان تھا۔ وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے تین بار پچھاڑ دیا تھا[۲]؛

تیر افگنی

نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے۔ نشانہ بازی کی مشق کیلئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایکدفعہ فرمایا۔ تیر چلاؤ۔ مَیں اُس پارٹی کیطرف ہونگا۔ یہ سنکر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سبب پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا جب اُس پارٹی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو ہم اُسکے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیر چلاؤ۔ مَیں تم سب کے ساتھ ہوں۔ ارموا و انا معکم کلکم[۳]

گھوڑدوڑ

گھوڑوں کی دَوڑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی لمبی دوڑ ۵ یا ۶ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی[۴]۔

مردم شماری

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس۔ تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کیلئے قلمبند کئے جائیں۔ اِس حکم کی تعمیل ہوئی اُسوقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں؛ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور اُسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا[۵]؛

---

[۱] عن جابر بخاری باب الکسوۃ للاسارے؛ [۲] شفاء عیاض صفحہ ۳۴؛ [۳] عن مسلمہ بن الاکوع صحیح بخاری باب التحریض علی الرمی؛ [۴] عن ابن عمر صحیح بخاری باب السبق بین الخیل [۵] عن حذیفہ صحیح بخاری باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الجہاد)

افسوس ہے کہ اس رُوایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہُوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ دوسری دفعہ کے شمار میں ۶۰۰۔ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پاک اعتقادات۔ عادات۔ معاملات۔ عبادات۔ مُہلکات۔ منجیات۔ احسانیات۔ کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ انشاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم پر اس پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائیگا۔

خدا کا حق بندوں پر۔ بندوں کا حق خدا پر حق اللہ علی عبادہ ان تعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا وحق العباد علی اللہ اذا فعلوہ ان لا یعذبھم۔[۱]

(۱) اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک نہ بنائیں؛

(۲) بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ اُنہیں عذاب نہ دے؛

رحمتِ الٰہیہ کا سان نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے اس کتاب میں جو اُسکے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ[۲] میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے "

خدمت والدین ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنانِ دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا اُنہی (کی خدمت) میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو؛[۳]

نصرتِ باہمی المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضًا وشبک بین اصابعہ[۴]

ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں۔ ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے، پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالکر دکھایا یعنی مومن اسطرح ملے جلے رہتے ہیں

[۱] صحیح بخاری عن معاذ بن جبل کتاب الرقاق [۲] بخاری عن ابوہریرہ کتاب التوحید [۳] بخاری عن ابن عمر کتاب الادب۔ [۴] بخاری عن ابی موسیٰ

مسلمان کون ہے

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔[۱]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

ایمان کا کمال

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔[۲]

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا۔ جبتک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے۔ جو کچھ تو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

شیرینیٔ ایمان

ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔

تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہونگی وہ ایمان کی حلاوت چکھ لیگا۔

ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھا۔

(۱) خدا اور خدا کے رسول کی محبت اُسے سب سے بڑھ کر ہو۔

وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔

(۲) کسی بھائی سے للہی محبت رکھتا ہو۔ کوئی غرض شامل نہ ہو۔

وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار۔[۳]

(۳) کفر میں جا پڑنے کو ایسا بُرا جانتا ہو جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ فرمایا۔

ادومہ وان اَقَلَّ۔ | جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔

پھر فرمایا:۔

اکلفوا من العمل ما تطیقون | عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو جسے بآسانی کر سکو۔[۴]

اعمالِ شاقہ سے ممانعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا اسے کھولدو۔ عبادت (نافلہ) اُسوقت تک

---

۱ بخاری عن عبداللہ بن عمر کتاب الایمان۔ ۲ بخاری عن انس کتاب الایمان۔ ۳ بخاری عن انس کتاب الایمان ۴ بخاری کتاب الرقاق۔

کرو۔ کہ نشاطِ طبع قائم رہے[1]۔

(۲) بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ہے کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو[2]۔

(۳) عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کا برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبد اللہ نے کہا۔ ہاں۔

فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا[3]۔	فرمایا "اب ایسا نہ کرنا۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کیلئے چھوڑ بھی دو، رات کو عبادت کیلئے جاگو بھی اور سوؤ بھی دیکھو تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے"۔

محنت کی تعریف مانگنے کی برائی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لادا کرے تو یہ اُس کیلئے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اُسے دیدیا کریں[4]۔

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیئے

فرمایا قابل رشک دو شخص ہیں۔ (۱) جسے خدا نے مال دیا۔ اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اُسے ملی ہو۔ (۲) جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو۔ وہ اُس پر خود عمل کرتا ہو۔ اور دوسری کو اس کی تعلیم دیتا ہو[5]۔

بہترین اخلاق کی تعلیم

سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لایدخل احدا الجنۃ عملہ[6]۔	راستبازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھا۔ لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔

اخلاق ردیہ سے بچنے اور اخوت کا حکم

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا	خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو کسی سے روگردانی

ل بخاری عن انس بن مالک کتاب النوافل۔ ۲ بخاری عن عائشہ۔ کتاب النوافل۔ ۳ بخاری عن عبد اللہ کتاب النکاح۔ ۴ بخاری عن ابی ہریرہ۔ باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ۵ بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الزکوٰۃ ۶ بخاری عن عائشہ کتاب الرقاق۔

ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔[۱]

نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بنکر رہو (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہی ہو)

ہمسایہ اور مہمان کا حق

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔[۲]

جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔

کلام اور خاموشی

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او یصمت۔[۳]

جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اُسے لازم ہے بات کہے تو اچھی کہے ورنہ خاموش ہی رہے۔

نجات کیلئے رسول کی ضمانت

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔[۴]

اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اُسکے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اسکی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی پردہ کا جسم) تو مَیں اس کیلئے جنّت کا ضامن بنتا ہوں۔

صبر و شکر کی تعلیم

اذا نظر احدکم الی من فضّل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ۔[۵]

اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حُسن میں تم سے بڑھکر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔

پہلوان کون ہے؟

لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید من یملک نفسہ عند الغضب۔[۶]

شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ شہ زور تو وہ ہے۔ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

منادیان اسلام کا فرض

یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا۔[۷]

معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ کو نبی صلعم نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کیلئے مامور فرمایا تھا۔ روانگی کے وقت نہیں ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے لئے آسانی پسند کرنا۔ نہیں سختی

[۱] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الفرائض [۲،۳] بخاری عن ابو ہریرہ کتاب الرقاق۔ [۴] بخاری عن سہل بن سعد کتاب الرقاق۔ [۵] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الرقاق [۶] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الادب [۷] بخاری عن ابی بردہ کتاب المغازی

میں نہ ڈالنا۔ خوشخبری اور بشارت اُنہیں سنانا دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا"۔

امر محبت	المرء مع من احب[۱]	جسے جس کے ساتھ محبت ہے وہ اُسکے ساتھ ہوگا"۔
قیدیوں مسکینوں بیماروں سے برتاؤ کا حکم	فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض[۲]	اسیروں کی رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیمار کی خبر گیری کرو"۔

درخت لگانے کا ثواب اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جسکا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لئے یہ صدقہ ہوگا[۳]۔

حیوانات سے ہمدردی کا حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اُسے سخت پیاس لگی۔ کنُواں ملا۔ کنوئیں کے اندر اُتر کر اُس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کُتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے اُس شخص نے کہا۔ کُتے کو بھی پیاس لگی ہے۔ جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا۔ اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخشدیا۔ صحابہؓ نے یہ سُنکر دریافت کیا۔ یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا حیوانات کے لئے بھی ہم کو اجر ملیگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملیگا[۴]۔

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر	من کانت لہ جاریۃ فعلمھا و احسن الیھا۔ ثم اعتقھا وتزوجھا کان لہ اجران[۵]	اگر کسی کے پاس لونڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے اچھے سلوک سے رکھے پھر آزاد کردے، پھر اُسے بیوی بنالے۔ تب اس شخص کو دوچند اجر ملیگا"۔
لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر	اصیب عبداللہ وترک جواری صغارا	عبداللہ مر گیا ہے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ اسلئے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا۔ کہ وہ

[۱] بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب البر۔ [۲] بخاری عن انس کتاب الادب۔ [۳] بخاری عن انس کتاب الادب۔ [۴] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الآبار علی الطرق۔ [۵] بخاری عن ابی موسیٰ باب فضل من ادب جاریتہ وعلمہا۔ کتاب العتق۔

فز وجت ثیبا تعلمهن و ئو دبهن[۱]	انہیں علم وادب سکھائے ؏

منافق کون ہے؟ چار خصلتیں ہیں جس شخص کے اندر ہوں وہ منافق ہے اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اسمیں ہے تو نفاق کی ایک علامت اسکے اندر ہے۔ (۱) بولے تو جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے (۴) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے[۲]

مہاجر کون ہے؟ والمهاجر من هجر ما نهی الله عز وجل عنه[۳]	خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہوجاتا ہے ؏

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟ (۱) بادشاہ عادل۔

(۲) وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔

(۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا ہو۔ اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔

(۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو؏

(۵) وہ دونوں شخص جنکی محبت للّٰہیت پر ہو؏

(۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہدے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو' اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں۔ کہ دائیں نے کیا دیا؏

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لیگا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا[۴]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم من كره من اميره شيئا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرا مات ميتة جاهلية[۵] (۲) انكم سترون بعدی اثری و امورا	اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے لازم ہے کہ صبر کرے' کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلیگا' وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔ تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور

[۱] قول حجا برہیتیں رسول صلعم بخاری باب التعاقد [۲و۳] بخاری عن عبداللہ بن عمرو [۴] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب المحاربین ؏

[۵] بخاری از ابن عباس کتاب الفتن ؏

تنکرونہا قالوا فما تأمرنا یا رسول اللہ۔ قال ادّوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم[۱]

ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے صحابہؓ نے پوچھا ایسی حالت کے لئے حضورؐ کا کیا حکم ہے فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا۔

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم[۲]

تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی بابت کرنا ہے

فاخبروہ ان الناس قد طیبوا واذنوا[۳]

سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دیدی ہے۔

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

من قتل معاھدًا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عامًا[۴]

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کریگا تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائیگا۔ حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنین احدکم الموت۔ اما محسنًا فلعلہ ان یزداد خیرًا وما مسیئًا فلعلہ ان یستعتب[۵]

کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر نیک ہے تو اسلئے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے تو اسلئے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے۔

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ[۶]

دو نعمتیں ہیں جنکی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے وہ نعمتیں (۱) تندرستی (۲) فراخ دستی ہیں۔

ادائے قرضہ کی فضیلت

ان خیارکم

ایک شخص کا نبی صلعم کو اونٹ دینا تھا۔ وہ تقاضا کرنے

[۱] بخاری عن ابن مسعود کتاب الفتنۃ۔ [۲] بخاری عن مسور بن مخرمہ کتاب الاحکام (در بارہ طے شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن) [۳] بخاری عن مسورؓ (جنگ ہوازن) [۴] بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ کتاب الجزیہ [۵] بخاری عن ابی ہریرہ کتاب الطب۔ [۶] بخاری عن ابن عباس کتاب الرقاق۔

احسنکم قضاءً[1]	آیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کے اُسے دیدیا اور لوگوں سے فرمایا، نیک و برتر وہ شخص ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے؛
دولتمندی کی تعریف — لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس[2]	دولتمندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے؛
مساواتِ عامہ — لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ[3]	عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے فضیلت کا ذریعہ تو صرف "خدا ترسی" ہے؛
رحم عامہ — من لا یرحم لا یرحم[4]	جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا اُسپر بھی رحم نہیں کیا جائیگا؛
وارثوں کیلئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت — ان تدع اانت ورثتک اغنیاء خیرا من ان تدعہم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیہم[5]	یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے بہ نسبت اسکے کہ وہ تہیدست ہو، اور لوگوں کے سامنے سوال کیلئے ہاتھ پھیلاتا رہے؛
عورت کی مثال اور اس سے گزران کی ہدایت — المرأۃ کالضلع ان اقمتہا کسرتہا وان استمتعت بہا استمتعت بہا وفیہا عوج[6]	عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی۔ اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اُس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن میں ہی کام دیگی۔
عورت کا درجہ گھر میں — المرأۃ راعیۃ	عورت اپنے شوہر کے گھر میں، اور اولاد پر

[1] عن ابی ہریرۃ صحیح بخاری کتاب الاستقراض؛ [2] عن ابی ہریرۃ صحیح بخاری کتاب الرقاق [3] زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۱۸۵؛ [4] صحیح بخاری عن جریر بن عبد اللہ
[5] عن سعد بن ابی وقاص۔ صحیح بخاری کتاب الوصایا۔ [6] صحیح بخاری؛

علی بیت زوجہا و ولدہ[۱]	حکمران ہے۔
ماہر قرآن کا درجہ: الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ[۲]	قرآنمجید کا جاننے والا بزرگ، نکوکار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔
اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام: کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم[۳]	دو بول ہیں جو رحمن کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں:- سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

قرآن مجید

ہمارے سید و مولی نبی مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر سادہ سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اُسے بھی لازم ہے کہ قرآنمجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کردے۔ گو اسرار و حکم اور خصوصیاتِ قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے۔ کیونکہ بغیر سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا۔ وہ کتاب از حد نامکمل ہے۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت کے اخلاق کیسے تھے انہوں نے جوابدیا کہ قرآن آنحضرت کا خلق ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا لفظ رب العلمین کا کلام ہے لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس و ماہر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام تئیس سال کی مدت میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ اُنہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے، جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھکر سنائے تھے۔

---

[۱] عن ابن عمر صحیح بخاری [۲] صحیح بخاری تعلیقاً (کتاب التوحید) [۳] عن ابی ہریرۃ صحیح بخاری خاتمہ کتاب صحیح۔

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا۔ اسکا ظہور ترقی پذیر رہا ہے۔ اسوقت سے لیکر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ (اُم المومنینؓ) نے سُنا لحظہ بہ لحظہ روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک کوئی موسم کوئی رسم ورواج کسی حکمہ کے ماننے والوں یا انکار کرنیوالوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لئے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اسکے ترجمے غلط کئے گئے۔ اسکی سچی صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے۔ لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا۔ اُسی میں ابتک نورگستر ہے اور ایک عالم اسکی روشنی سے منور ہے۔ لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ وزبور۔ کیا انجیل اور اسکے خطوط، کیا وید کیا ژند و پاژند اس وصف سے عاری ہیں جس زبان میں وہ اُتری تھیں۔ آج دنیا پر اُس زبان کا اور اُس زبان کے بولنے والوں کا نام ونشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید اُن سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کئے گئے۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے۔ اسلئے قرآنمجید اپنے لئے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے۔ جس میں تصویر کے ہر دو رُخ دکھادیئے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لئے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اُسے علی الاعلان نہیں مانا۔ انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔

صَدَقَ اللّٰہُ تعالیٰ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ۔ میرے فقرہ کا مطلب آپکو واضح ہو جائیگا۔ جب آپ یہودیت۔ عیسائیت۔ موبدیت۔ بودھست اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تازمانہ حال پر غور فرمائینگے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے۔ کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا۔ یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیانِ برہمو سماج کا حال ہے۔ یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں:۔

خواہ کوئی نہ مانے۔ جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے، لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم انف) مجبور ہے کہ اسکی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہانتک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی بشارت سناتا ہے۔

مَیں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھدیا ہے اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیونکہ مَیں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؛ مسلمان براہِ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الہٰبت

(۱) اللہ کے نام سے شروع ہے	(۱) بِسْمِ اللّٰہِ	(الف، ذات خداوندی کا عرفان)

الرحمٰن الرحیم ۔

جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے ۔

(۲) لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار ۔ (انعام ع ۱۳)

حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے ؛

(۳) لیس کمثله شیٔ و هو السمیع البصیر ۔ (سوریٰ ع ۲)

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں ۔ وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے

(۴) اللہ ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمٰت الی النور ۔ (البقر)

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے ۔

(۵) اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنة ولا نوم ۔ له ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ولا یحیطون بشیٔ من علمه الا بما شاء وسع کرسیه السمٰوات والارض ولا یؤدہٗ حفظهما وھو العلی العظیم ؛

(البقر)

خدا ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا، اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے، ایسا کون ہے ؟ جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے، وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے۔ اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے ۔ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ اسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسے آسمانوں اور زمین (دونوں کا) تھام رکھنا، تھکا نہیں دیتا۔ وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے ۔

(۶) کتب ربکم علی نفسه الرحمة

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے ۔

(۷) قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد ۔

وہ خدا ایک یکتا، سب کا سید و آقا ہے کوئی اس کا فرزند نہیں، وہ کسی کا فرزند نہیں، اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں ۔

(ب) سچے دین کی تعریف (۱) فطرة اللہ التی

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں

فطرت الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (روم ع ۴)

کو پیدا کیا ہے خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتی۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

(۲) صبغة الله ومن احسن من الله صبغة (بقرہ ع ۱۶)

اللہ کا رنگ چڑھانا ہے اور اللہ سے بڑھکر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے!

(۳) شرع لکم من الدین ما وصی بها نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه (شوری ع ۲)

خدا نے تمہارے لئے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جسکا حکم نوح کو دیا گیا اور پھر محمدؐ پر اسکی وحی بھیجی اور ابراہیمؑ وموسیٰ وعیسیٰؑ کو بھی اسی کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

(ج) بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے

لن ینال الله لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم (حج ع ۵)

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہنچتا خدا کے پاس تو تمہاری فرمانبرداری پہنچتی ہے۔

(د) شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے

(۱) ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون۔ (مائدہ ع ۲)

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے۔ اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری بھیجے۔ تاکہ شکر کیا کرو!

(۲) ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر ولذکر الله اکبر (عنکبوت ع ۵)

نماز فحش اور بیحیائی اور ممنوع کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھکر ہے!

(ہ) نبی کے فرائض

ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم ایاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ (بقرہ ع ۱۸)

ہم نے تمہارے پاس رسول کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تمکو سناتا (اخلاق رذیلہ سے) تمکو پاک کرتا۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے!

(۲) یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم

نبی لوگوں کو نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیتا اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا! اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لئے

عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والاغلال التي كانت عليهم (اعراف ع ١٩)

حلال ٹھیراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھیراتا، بوجھ اُن سے دُور کردیتا اور طوق اُنکے نکال دیتا ہے"۔

(٩) اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دیجاتی ہے اور موت کے بعد بھی

(١) ولو ان اهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض ولكن كذبوا فاخذناهم بما كانوا يكسبون (اعراف ع ١٢)

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے۔ اس لئے ہم نے اُن پر اُن کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔

(٢) ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لاكلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم (مائدہ ع ١٩)

اگر وہ لوگ تورات اور انجیل پر اور اس تعلیم پر جو اُن پہ نازل کیگئی تھی۔ قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں انکے ساتھ ہوتیں)

(٣) وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير (شوری ع ٤)

"جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کردیتا ہے"۔

(٤) فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون (سجدہ ع ٢)

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کیلئے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائینگی۔ یہ بدلہ ہے انکے اعمال کا۔

(١٠) سُنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں

(١) فلن تجد لسنة الله تبديلا۔

سُنّت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

(٢) ولن تجد لسنة الله تحويلا (فاطر ع ٥)

سنّت الٰہی میں ایر پھیر کی گنجائش نہیں۔

(٣) ما ترى في خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل ترى من فطور۔ ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير (ملک ع ١)

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئیگا۔ ذرا آنکھ اٹھا کر تو دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ اور بار بار دیکھ تیری نظر تھک کر ناکام ہو کر لوٹ آئے گی۔

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کیلئے مقرر ہی ہے

(۱) لیس للانسان الا ما سعی (النجم ع ۳)

انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے ؛

(۲) وکان سعیکم مشکورا (دہر ع ۱)

تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوتی ۔

(۳) تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم (بقرہ ع ۱۶)

وہ امت گذر چکی ہے جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملیگا ۔ جو تم کماؤگے وہ تمہیں ملیگا ؛

صبر اور پرہیزگاری کا درجہ

وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور ؛

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے ۔

حکمت اور دانش کا درجہ

ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ؛

اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا ۔ اسے نہایت سعادتمندی حاصل ہوئی ؛

صبر کا ثمرہ

وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا ۔ (سجدہ ع ۳)

جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے انہیں ایسے مقتدائے قوم کئے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے ؛

قطع طمع

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم ۔

کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیاوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اسکی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ ۔

دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا

ولا تنس نصیبک من الدنیا (قصص ع ۸)

اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آکر اپنے بہرۂ نجات کو فراموش نہ کر ؛

تہلکہ سے بچنا

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ

اپنے تئیں آپ ہلاکت میں نہ ڈالو ؛

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ (النحل ع ۱۴)

جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے ؛

[illegible]

قل انما حرم ربی

اے محمد سنا دیجیے کہ میرے پروردگار نے حرام کردیا ہے

الفواحش ما ظهر منها وما بطن و الاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وان تقولوا على الله ما لا تعلمون (الاعراف ع ۴)

(۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھُلی ہیں یا چھپی ہیں (۲) اور گناہ کو (۳) اور ناحق بغاوت کو (۴) اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں (۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔

خدا کی عبادت الہٰی منشا ہے

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون۔ (البقرع ۱۶)

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ کیا خدا سے بڑھکر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہیں؛

تحریر و انشاء کی تعریف

والقلم وما يسطرون

مَیں قلم کی اور اُس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں

ارباب عقل و دانش کے لئے آیات

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لآيات لقوم يعقلون۔ (البقرع ۲)

زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لیکر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اتارنے اور مُردہ زمین کو اُس کے ذریعہ از سرِ نو زندگی بخشنے زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کر کے پراگندہ کر دینے مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اور اُن بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں۔ بیشک عقلمندوں کے لئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں؛

قسم کھانے کی ممانعت

(۱) ولا تطع كل حلاف مهين۔ (قلم ع ۱)

تُو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان، جو بہت قسمیں کھانے والا ہے؛

(۲) ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم (البقرہ ع ۲۸)

خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ؛

(۳) واحفظوا ایمانکم (مائدہ ع ۱۲)

قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔

صلح کلی کی دعوت — یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (البقرہ ع ۲۸)

ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

اصلاح باہمی کا حکم — وتصلحوا بین الناس (بقرہ ع ۲۸)

لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

واصلحوا ذات بینکم۔ (انفال ع ۱)

آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

عفو و درگذر کی تعلیم — ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (النور ع ۳)

لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے۔ کہ خدا تم کو بخش دے۔

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے — سنریھم ایاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ (حٰم سجدہ ع ۶)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود انکی ذات و نفوس میں بھی جو د ہیں ضرور انہیں دکھا دینگے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اصول

(۱) حاکمان عدالت کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے — وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین۔ ففھمناھا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما۔ (انبیاء)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجئے جبکہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کر رہے تھے۔ جسمیں رات کے وقت انکی قوم کے گوسپند چر گئے تھے اور ہم انکے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

آیت	ترجمہ
(۲) نقص امن کی ممانعت — وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بعد اصلاحها (اعراف ع ۳)	کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔
(۳) ظلم باعث زوال ہے — وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدها قوماً اٰخرین۔ (اسماء ع ۲)	کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور انکی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم انکی بجائے پیدا کر دی۔
(۴) نکوکاری باعث قیام — وَمَا کَانَ رَبُّکَ لیهلک القریٰ بظلم واهلها مصلحون (ہود ع ۱۰)	ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو انکے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔
(۵) جنگ کیلئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے — واعدوا لهم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترهبون بہ عدو اللہ وعدوکم (انفال آیۃ ۶۰)	جہانتک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادۂ پیکار رکھو۔ جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔
(۶) ارکان دولت کے مشورہ پر کاربند کرنا — وشاورهم فی الامر (آل عمران ع ۱۷)	حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔
(۲) وامرهم شوریٰ بینهم۔ (شوریٰ ع ۴)	مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔
(۳) یا ایها الملؤا افتونی فی امری ما کنت قاطعۃ امراً حتیٰ تشهدون (نمل ع ۳)	اے سردارو، میری حکومت میں تم مجھے فتویٰ دو تمہاری موجودگی کے بغیر مجھکو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے۔

تعلیم و تعلّم

آیت	ترجمہ
(۱) علم و حکمت کی باتوں کا سننا اور غور کرنا بہترین صورتوں کو اختیار کرنا — فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ	اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے اُن بندوں کو بشارت سنا دیجئے جو علم و حکمت کی گفتار کو سنتے اور

یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔ (زمر ع ۲)	اُس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اُسکی پیروی کرتے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقلمند ہیں۔
(۲) غیر اقوام سے علم اخذ کرنا (۱) ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا (انعام ع ۱۸)	کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے، پس اُسے ہمارے لئے ظاہر کرو؛

نظام تبلیغ دین

(۱) دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (آل عمران ع ۱۱)	تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اچھے کاموں کا حکم دے۔ اور بُرے کاموں سے منع کرے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے؛
(۲) ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ ع ۱۵)	ہر ایک فرقہ، قوم میں سے ایک گروہ اس غرض کیلئے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کر کے اُنہیں خدا کی نارضامندی کی باتوں سے ڈرائیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بُری باتوں سے بچنے لگیگی؛

تہذیب اخلاق

(۱) جنس اناث کی تعریف من ینشؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین (زخرف ع ۲)	آرائش و زیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے؛
(۲) میاں بیوی کی معرفت ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ (بقرہ ع ۲۳)	بیویاں اپنے شوہروں کے لئے اور شوہر اپنی بیویوں کے لئے لباس ہیں؛

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا، لباس انسان کے حسن وجمال کو ترقی دیتا،

لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے؛ اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ وہ گرم و سرد زمانہ سے ایکدوسرے کا بچاؤ ہوں' ایک دوسرے کا حسن وجمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھکر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایکدوسرے کے رازدار ہوں؛

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ۔ (الرّوم ع ۳)

خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو، اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا؛

۳۔ میاں بیوی کے حقوق

(۱) الرّجال قوّامون علی النّساء (نساء ع ۶)

مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

(۲) ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (بقرہ ع ۲۸)

عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں۔ اور مردوں کو اُن پر درجہ ہے؛

(۴) کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں،

والّذین اٰمنوا اشدّ حبًّا للّٰہ۔ (بقرہ ع ۲)

مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں؛

(۵) بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں

یرفع اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم والّذین اوتوا العلم درجات۔ (المجادلہ ع ۲)

خدا تعالیٰ مومنوں کے اور اُن لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

بر و بحر پر تسلط کرنے، بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کیوجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

ولقد کرّمنا بنی اٰدم وحملنٰھم فی البرّ والبحر

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی وتری میں اُن کو سوار کر کے پھرایا (خشکی وتری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے) اور الوانِ نعمت سے اُنکا رزق

ورزقنٰهم من الطیبات وفضلنٰهم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً (بنی اسرائیل)

مقرر کیا۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو شرف بخشا؛

انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے

قال اغیر الله ابغیکم الٰها وهو فضلکم علی العالمین؛ (اعراف ع ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے لئے اور معبود ڈھونڈھ لاؤں؟ حالانکہ اُس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے؛

انسان کو ہمدردی ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

یا ویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل هٰذا الغراب فاواری سوأة اخی فاصبح من النادمین

آے کاش۔ مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی مُردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا۔ یہ سمجھکر اُسے سخت ندامت ہوئی؛

دیکھنے والے کیلئے ہر چیز میں ایک نشان ہے

وکاین من اٰیة فی السمٰوات والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون؛

زمین وآسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یُونہی مُنہ پھیر کر گزر جاتے ہیں؛

سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے

افلم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها او اٰذان یسمعون بها۔ (حج۔ ع ۶)

انہوں نے اطرافِ عالم میں سیاحت کیوں نہ کی جس سے انکو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے؛

اندھا وہ ہے جسکا دل اندھا ہے

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ (الحج ع ۶)

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں میں پوشیدہ ہیں؛

حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں

یا ایها الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن (۲-۲۰)

آے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو؛

حلال طیب چیزوں کا ترک کرنا شیطانی کام ہے

کلوا

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان

مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطن (۲-۱۰۸)

کے نقش قدم پر نہ چلو۔

نصرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے

ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ واضل سبیلا۔

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

ایمان ہی کے دینے سے ہر ایک بلندی مسرت پا سکتے ہیں

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (آل عمران ع ۴)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو۔ اور رنجیدہ نہ ہو تم ہی سب سے برتر ہو گے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

تمدن

۱۔ جرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا۔ جو ادم حیات میں انسان کا ہی ہے جیسے اصول پر کاربند ہوا

(۱) وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الی ربهم یحشرون۔ (۶-۳۸)

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں ہے۔ جنکی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا۔ پھر ان سب کو آخرکار خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

۲۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (۲-۲۹)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کیلئے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔

۳۔ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

(۱) کل یعمل علیٰ شاکلته۔

ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

(۲) الم تر ان الله یسجد له من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیه العذاب۔ (حج-ع۲)

کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج چاند تارے، پہاڑ درخت حیوان اور انسان کا بڑا حصہ خدا کا فرمانبردار (بھی ہے) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھیرا۔

(۳) فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ ؛

جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا اور پرہیزگاری بھی کی اور خدا کے بہترین وعدوں کی تصدیق کی اُسکو ہم نہایت آسانی کیساتھ آسان طریقہ (دین اسلام پر، فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے الدّین یسُر نہایت آسان طریقہ ہے) چلائینگے لیکن (برخلاف اسکے) جس نے بخل ورزی کی اور اپنے تئیں (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا۔ اور خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا تو اُس کیلئے (ترک معونت وتوفیق کرکے اور اپنی عنایت سے اُسکو محروم کرکے) وہی دشوار طریقہ (جو درحقیقت بہ سبب خلاف فطرت صحیح ہونے کے نہایت دشوار ہے۔ بباعث ترک کرنے لطف عنایت کے) آسان کردینگے ؛

۴۔ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لئے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے لئے قیام اور دوام انتظام کے لئے ذمہ دار ہونا ؛

ھوالذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اتاکم۔ ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم ؛ (انعام ع ۲۰)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کیلئے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی ودائع قدرت ظاہر کرنے کیلئے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا) اور حسن انتظام کیلئے تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دئیے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم اُن بالقوہ کمالات کو عرصۂ ظہور میں لاکر اپنے تئیں خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو منسوخ کرکے اسفل السافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو) ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے ؛

۵۔ سادات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید

ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ؛ (الرحمٰن ع ۱)

اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اُس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط وتفریط) نہ کرو اور انصاف کیساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقررکردہ الٰہی

میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو"

۶۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے

کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔ (آل عمران ع ۱۲)

تم لوگ (اے امتِ محمدیہ) باقی لوگوں کیلئے ایک بہترین قوم صفحہ ہستی پر لائے گئے ہو۔ تم سب لوگوں کو (مطابق شرع و فطرت) کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کامل رکھتے ہو"

۷۔ اخوت کی بنیاد

انما المومنون اخوۃ۔ (الحجرات ع ۱)

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"

۸۔ مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔ (نساء ع ۱)

اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لئے قوام زندگی بنائے ہیں۔ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو"

۹۔ فقر و تنگدستی کی برائی

الشیطان یعدکم الفقر و یأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ واللہ واسع علیم (بقرہ ع ۳۷)

شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور اس بنا پر) تمہیں بخل و امساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اسکے) خدا تمہیں اپنے فضل و بخشش کی امید دلاتا ہے اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے

۱۰۔ اسراف کی برائی بخل کا نہ ہونا بڑی سودی ہے

ومن یوق شح نفسہٖ فاولٰئک ہم المفلحون (۱۲-۶۴)

جنکو جبلی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا وہی (آخرت میں) کامیاب ہونگے"

۱۲۔ میانہ روی۔ رحمٰن کے بندے بخیل۔ مسرف نہیں ہوتے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (الفرقان ع ۵)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کرکے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں"

۱۳۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے"

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لیکر دریا و

(النّاس ۲-۳-۱۹۶)
اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہیں — نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں
وما عند اللہ خیر وابقی للذین امنوا الخ
(الشوریٰ ع ۴)

سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔

بہتر اور باقی رہنے والا اجر اُن لوگوں کے لئے ہے۔ (۱) جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔ (۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں بیحیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۳) اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں۔ (۴) اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (۵) اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں (۶) اور جنکا کام باہمی شوریٰ پر ہے۔ (۷) اور جو اللہ کے دئیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۸) اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے (۹) ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنیوالوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (۱۰) (تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اُس پر کچھ الزام نہیں۔ (۱۱) الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو نسلِ انسان پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۲) جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا۔ اُسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔ (تمام شد)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

قصیدہ در نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

دلم ز سینہ ربود آں جمالِ نورانی
کہ حسن را بہ تماشای اوست حیرانی
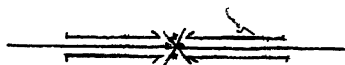
جمالِ معنی و زینِ کمال و حسنِ جلال
مطاع خلق و ضیای جہان ظلمانی

محمد اسم و حبیبِ الٰہ و خواجۂ کل
نوید رحمت و پیمانِ عفوِ یزدانی

گزید فقر کہ فرماں روای ملک ابد
بمشت خاک ندارد ہوای سلطانی

نبوت ست یکے قصرِ آسمان پایہ
کہ ہم تتمّہ او آمدی و ہم بانی

عرب بچاہِ جہالت فتادہ بود بسر
بسر گرفت ز تو افسرِ ہمہ دانی

نمیرد آنکہ ز جامِ ولای تو نوشد
کجاست مائلِ ظلمات شاہِ یونانی

بہ نزلِ عام تو مہماں نشستہ صد عالم
عجب ترآنکہ بعالم نزیں و مہمانی

در نجات کشودی بروئے احمر و سود
گہے کہ بست بر ایشاں یہود و نصرانی

حدیثِ پاک تو آں جامع الکلم کہ ازو
رسد بفوز چہ یونانی و چہ سودانی

جہاں شنید ز فہمِ تو آں کلامِ خدا
کہ دادہ بود خبر زد کلیم عمرانی

بداں جناب کہ جبریل را نہ پر و پر
تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی

دلت گواه بصدق نظارهٔ حشمت | نگاهِ پاک تو بینائے صنعِ رحمانی

توئی که از تو تمدن روان گرفت تازه | توئی که کنده ز عالم بنای رہبانی

توئی که نام نہی خمر را مخمر عقل | توئی که اُم خبائث شراب خوانی

توئی که صدق ہمہ راستان پدید کنی | توئی که عظمت پیشینیان درخشانی

ز تو مبرہن و روشن تقوّم مردان | ز تو معیّن و محکم حقوقِ نسوانی

فتوت تو امّت را دہد فتات لقب | ز شوکتِ تو موالی کنند سلطانی

تو عذر خواه شوی بہر قوم از رحمت | ز سنگ چوں شکند قوم دُرِّ دندانی

تو قاتلانِ عم و دخت را نمائی عفو | بپاس خاطرِ ایمانی و مسلمانی

پئے ہلاک جفا پیشگاں رضا نہ دہی | که نسل شاں مگر آید بدیں ربّانی

ز عدل و رحم تو صد بہر یافتند اعدا | بحرب ہا که نمودند جمع خذلانی

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین که تو | دہی بجود ہر آنچه بفتح بستانی

بزور و کوشش افواج ہیچ حاجت نیست | ترا که فتح مبین شد بلاغ قرآنی

خدا یکے و پیامش بسوئے خلق یکے | تو خلق را بسوئے آں پیام میخوانی

تو باب سلم کشائی بروئے دشمن و دوست | تو دوستی بدل دشمناں بپالانی

یتیمی تو تسلّی ست مر یتامی را — که به زهرِ پدر هست عونِ ربّانی

تو عبد خوانده شدی و رموز دان دانست — که برتر است عبودیّت از سبحانی

تو آفتابی و از حمد سر بر آورده — تو ماه و بر فلکِ مجد نور افشانی

فزون تر از تو کسے نه حمد گفت جهان — نه برتر از تو کسے گفت حمدِ ربّانی

ترا محمّد و احمد زمین خواند و زمان — حمید باشد و محمود ذاتِ سبحانی

بما رؤف و رحیمی خدا رؤف و رحیم — وگرچه سود که گویم سخن بنادانی

تو رحمتی و جهان آفرینِ ما رحمان — هزار شکر رسیدم بگنجِ پنهانی

سخن ز واجب و ممکن نه از ادب باشد — طفیل تست همه کارگاهِ امکانی

ز استعاره و تشبیه بس بلند ستی — به یکتائی خود هم بخویش میمانی

چه خوش نشانِ تو صدّیق گفت و گوهر سفت — که کردی تو بر دعوی تو برهانی

مبلّغانِ تو داد ندایِ پیام بخلق — که نصحِ خلق بود لازمِ مسلمانی

مبشّرانِ تو داد ندایِ نوید بما — که کارِ دین همه تبشیر هست و آسانی

طفیل تست که بعد از هزار قرن پدید — بگوش عالمیان شد نوید ارزانی

که دین یافت کمال و تمام شد نعمت — گزید نوعِ بشر را رضائے دیّانی

صلوٰۃ بر تو خدای و فرشتگان خوانند	کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
گر از شئے ست الٰہی مرا بدرگاہ ہست	امید ہست کہ از لطف رد نہ گردانی
دمے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک	دمے کہ مرگ نماید بدرد درمانی
دران مغاک کہ تنگ ست تار چو دل من	جمال او بنمائی چو صبح نورانی
بہار تازہ بچشم فرشتگان بخشی	مرا ز تنگی گور و سوال برہانی

سمی فارس صد قسم عطا بفرمائی
یک از ہزار من نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان۔ سلمانؔ

ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم و مغفور۔

منصور پوری

علاقہ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

۳ باب

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط